هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

مُرتبہ

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

مکتبہ الفرقان بریلی
میں ہر قسم کی علمی مذہبی کتابیں نہایت سستی ملتی ہیں

سلسلہ رد بدعت و اہلبدعت میں مکتبہ الفرقان کی مطبوعات

شرک و توحید | از افادات حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرت شاہ صاحب کے ایک بے نظیر عربی مقالہ کا ترجمہ ہے قیمت ۱۰ر رعایتی ار

اسلامی توحید | توحید و شرک کے بیان میں قابل دید رسالہ ہے، قبر پرستی وغیرہ کا نہایت موثر رد صرف قرآن سے کیا گیا قیمت ۲ر قسم دوم ۲ر

ہماری گیارہویں | توحید و سنت کی حمایت اور شرک کی مذمت میں غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گیارہ مضمون انکی کتابوں سے اسمیں جمع کئے گئے ہیں قیمت ۲ر قسم دوم ار

حاضر ناظر | عقیدۂ حاضر ناظر کے رد میں حضرت مدیر الفرقان کا مختصر مگر قابل دید مقالہ قیمت ار

امعان النظر فی اذان القبر | بعض مقامات پر میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان دینے کی بدعت رائج ہو گئی ہے اسکے رد میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب کا قابل دید رسالہ ہے جسمیں بدعت کے متعلق نہایت محققانہ اصولی بحث کی گئی ہے جس سے تمام مروجہ بدعات کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اور حامیان بدعت کی تمام ابلہ فریبیوں کا پردہ چاک ہو جاتا ہے قیمت ۳ر رعایتی ۲ر

تاریخ میلاد | اس کتاب میں مروجہ مجلس میلاد اور قیام کی مکمل تاریخ اور مفصل سرگزشت لکھی گئی ہے کہ انکو کب اور کیوں ایجاد کیا گیا، کس نے ایجاد کیا، یہ لوگ کس مذہب کے تھے، ہر زمانہ کے علماء نے اس کے متعلق کیا خیالات ظاہر کئے، اخیر میں مدیر الفرقان کا ایک ضمیمہ بھی شامل ہے جسمیں مجلس میلاد کے متعلق علمائے دیوبند کا معتدل مسلک بیان کیا گیا ہے صفحات ۵۰ صفحات قیمت دس آنے رعایتی ۸ر

مروجہ مجالس نبوی اور محافل میلاد پر تبصرہ | یہ ایک محققانہ مقالہ ہے جو ایک بدایونی مولوی صاحب کے میلادی مضمون کے جواب میں لکھا گیا ہے باوجود اختصار کے قابل دید اور فیصلہ کن ہے قیمت ۱۰ر رعایتی ار

تیجہ | دسویں وغیرہ رسوم مروجہ بعد الموت کے بدعت اور ناجائز ہونیکے ثبوت میں مدیر الفرقان کا رسالہ جسمیں فقہ حنفی کی کتب معتبرہ کے علاوہ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اقوال سے بھی ثبوت دیا گیا ہے قابل دید ہے قیمت ۱ر رعایتی ایک آنہ ار

شارع حقیقی | اہلبدعت کے گمراہانہ عقیدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریع یعنی شریعت مقرر کرنیمیں مختار مطلق تھے، جس چیز کو چاہتے اپنی طرف سے حرام کر سکتے تھے اور جسکو چاہتے حلال کر سکتے تھے، جسپر چاہتے کوئی چیز فرض کر دیتے اور جس سے چاہتے کوئی فرض ساقط کر سکتے تھے، اس خیال باطل کے رد میں ایک محققانہ رسالہ ہے جسمیں اہل بدعت کی تمام ان چیزوں کا نہایت شافی جواب دیا گیا ہے جو وہ اس سلسلہ میں پیش کرتے ہیں قیمت ۴ر

ہمیشہ کے لئے مسئلہ علم غیب کا فیصلہ ہو گیا

"بوارق الغیب" نے اہل بدعت پر ہمیشہ کے لئے حجت الٰہی قائم کر دی

اہلبدعت کے خانہ ساز عقیدۂ "علم غیب کلی" اور "علم جمیع ما کان و ما یکون" کی تردید میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ العالی مدیر "الفرقان" بریلی کی یہ وہی معرکۃ الآرا کتاب ہے جسکا عرصہ دراز سے نہایت بے چینی کیساتھ انتظار کیا جا رہا تھا، ابھی اسکا صرف پہلا حصہ تیار ہوا ہے جسمیں چالیس صاف صریح قرآنی آیات اور دو سو ساٹھ احادیث نبویہ و ائمہ سلف کے ارشادات سے عقیدۂ علم غیب کا بطلان ثابت کیا گیا ہے، صرف اس حصہ میں حدیث و تفسیر وغیرہ کتب معتبرہ دینیہ کے تین سو ساٹھ حوالے ہیں اور ہر حوالہ کی صحت کی کامل ذمہ داری ہے پوری کیفیت آپ صرف مطالعہ ہی سے معلوم فرما سکینگے مختصر یہ ہے کہ اس قسم کے اختلافی مسائل پر اتنی بسوط اور مدلل کتاب آج تک نہیں لکھی گئی صرف اس حصہ کی ضخامت ۱۸۴ صفحات ٹائٹل رنگین دبیز کاغذ قسم اعلیٰ سفید گلیز عہ رعایتی عہ ایضاً قسم دوم کاغذ رف سفید عہ رعایتی ۱۲ر

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

ماہنامہ

الفرقان (بریلی)

چندہ سالانہ
قسم اول کاغذ اعلیٰ (عہ)
قسم دوم
× × × × ×

ممالک غیر سے
قسم اول سات شلنگ
قسم دوم
× × × × ×

جلد ۶	بابتہ ماہ رجب و شعبان و رمضان ۱۳۵۸ھ	نمبر ۷-۸-۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نگاہِ اولیں:-

تاخیر سے شائع ہونا "الفرقان" کیلئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بالخصوص جب کوئی خاص نمبر زیادہ اہتمام سے نکالا گیا ہے یا کسی پرچہ میں کوئی خاص خصوصیت ہوتی ہے تو وہ تو اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود ہمیشہ ہی مہینے دو مہینے کی تاخیر سے شائع ہوسکا ہے سالنامہ ۵۵ھ "شہید نمبر" "مجدد الف ثانی نمبر" یہ سب بھی بہت کافی لیٹ ہوئے تھے اور اب یہ پرچہ بھی جو اس وقت جناب کے پیش نظر ہے اور جسمیں "خاکسار تحریک" کے متعلق میرا وہ بسیط مقالہ پورا شائع ہو رہا ہے جسکا وعدہ اب سے کئی مہینے پہلے کیا گیا تھا۔ اور جس کا ناظرین کو شدید انتظار تھا پورے دو مہینے کی تاخیر سے نکل رہا ہے۔

محترم ناظرین کو اس سے جو زحمت بلکہ غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے یہ نہیں ہے کہ ہمکو اس کا احساس نہ ہو۔ احساس ہی نہیں ہمکو تو اس سے شدید نقصان پہونچتا ہے۔ ہمکو اندازہ ہے کہ رسالہ کے مضامین سے ناظرین کو اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی مہینوں کے انتظار سے تکلیف پہنچتی ہے اور اسی واسطے انمیں سے بہت سے عاجز آکر خریداری سے دست بردار ہو جاتے ہیں "الفرقان" کے اس چھ سالہ دور میں جو حضرات خریدار ہونیکے بعد پھر نہیں رہے انکی تعداد پانچسو سے زیادہ ہوگی اور اُنمیں اکثر وہی ہیں جو اس تاخیر اشاعت اور عدم پابندی وقت ہی سے تنگ آکر خریداری سے دستکش ہوئے۔ اب آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ خود ہمکو اس کا کسقدر احساس ہوگا۔ کیونکہ قطع نظر فرض شناسی سے یہاں تو اپنے "مفاد" اور اپنی غرض کا بھی سوال ہے۔ اندریں حال آپ خود خیال فرمایئے کہ بروقت شائع کرنیکے لیے اپنی کوشش میں ہم کیوں کوئی کمی کرتے ہونگے ـــ درحقیقت یہ تاخیر ایسی ہی وجوہات سے ہوتی ہے جن پر بوجہ اپنی مجبوریوں کے ہم قابو پانے سے عاجز رہتے ہیں۔

اس پرچہ پر جو کچھ گذری اُس کا مختصر حال یہ ہے کہ

جمادی الاخری ہی میں میں نے اپنا یہ مقالہ "خاکسار تحریک مذہب و سیاست کی روشنی میں" لکھنا شروع کر دیا تھا اور جس قدر لکھا جا چکا تھا وہ کتابت کیلئے بھی دیدیا گیا تھا۔ اور خیال یہ تھا کہ تیاری کیساتھ ہی اس کی کتابت بھی ہوتی جائیگی۔ کاتب صاحب جمادی الاخری کے پرچہ کی کتابت سے فارغ ہو کر چند دنوں کیلئے اپنے وطن گئے ابتداءً تو یہ جانا صرف اتفاقی تھا اور چند ہی روز کے لئے ـــ لیکن اس کی انتہا انتہائی مایوسی پر ہوئی اور انھوں نے وہیں مستقل قیام کا ارادہ کرلیا ـــ ادہر یہ ناچیز رجب کے دوسرے ہفتہ میں بکلفت مریض ہوگیا مرض بھی

سخت تھا کہ پانچ چھ روز غذا بھی قطعاً بند رہی، لیکن حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے صرف دو ہفتہ میں اُس سے نجات مل گئی۔ اب کسی اور کاتب کی تلاش شروع ہوئی۔ پہلے کاتب صاحب سے مایوسی ہو چکی تھی۔ بریلی میں بدقسمتی سے کوئی کاتب "الفرقان" کے معیار کے نہیں ہیں اس لیئے باہر سے بلانا ناگزیر تھا چنانچہ امروہہ سے منشی معراج النبی صاحب کو بلایا گیا جو کبھی پہلے بھی کافی عرصہ تک "الفرقان" لکھ چکے ہیں اور وہ وسط شعبان میں آ گئے۔ قریباً آٹھ۔ دس دن ہی انھوں نے کام کیا تھا کہ وہ بھی علیل ہو گئے اور جب علالت برابر بڑھتی گئی تو ان بیچاروں کو بھی اپنے وطن چلا جانا پڑا۔ اب چونکہ دیر بہت زیادہ ہو چکی تھی اور ہوتی جا رہی تھی اس لیئے خط کی اچھائی بُرائی کے خیال کو نظر انداز کر کے بریلی ہی کے کاتب صاحبان سے کیف ما اتفق کام لینا شروع کیا، اور وہ بھی اسطرح کہ جبکا جس قدر وقت مل سکا وہ لے لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جابجا آپکو قلم اور طرز تحریر کی تبدیلی کا احساس ہوگا۔ اس طرح خدا خدا کر کے اب ۱۰ شوال کو اُس کی کتابت مکمل ہو سکی ہے اور توقع ہے کہ اخیر شوال تک تیار ہو کر روانہ ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ان حوادث و واقعات کے علاوہ اسی عرصہ میں پریس کے مصلح سنگ بھی کافی دنوں بیمار رہے اور پریس میں وہی ایک مصلح سنگ ہیں۔ نیز اوائل رمضان مبارک میں یہ ناچیز دوبارہ مریض ہوا، رفیق مکرم مولوی محمد عطاء اللہ صاحب قاسمی بھی علیل رہے۔ پھر انہی دنوں پریس کے پرانے مشین مین نے اپنا تعلق پریس سے منقطع کیا اور آٹھ دس روز کے بعد دوسرا مشین مین دہلی سے بلایا جا سکا یہ تھے وہ عوارض و حوادث جن پر قابو پانے سے ہم عاجز رہے اور انھیں وجوہ سے پرچہ میں اس قدر تاخیر ہوئی۔ پس اگر یہ مشکلات اور یہ قدرتی مجبوریاں آپ کے نزدیک بھی "مشکلات" اور "مجبوریاں" ہوں تو اُمید ہے کہ اس تاخیر میں کسی حد تک ہم کو معذور تصور فرمائیں گے باقی آپ کو اختیار ہے۔

اور کاش اگر کسی وقت بھی ہمکو یہ اندازہ ہوا ہوتا کہ اس قدر تاخیر ہو جائیگی تو ہم اپنے تمام ناظرین کو خطوط کے ذریعہ اس صورت حال سے اطلاع دیدیتے لیکن اس کا قطعاً اندازہ نہ ہو سکا اور برابر یہی خیال اور یہی اُمید رہی کہ انشاء اللہ ہفتہ دو ہفتہ میں پرچہ روانہ ہو سکے گا۔ مگر ہوا یہ کہ جیسے ہی ایک مشکل ختم ہوئی اسکی جگہ دوسرا مانع پیدا ہو گیا اور اس طرح "موانع و مشکلات" کا سلسلہ ابتک جاری رہا۔ صدق اللہ عزوجل ام للانسان ما تمنّیٰ فللہ الآخرۃ والاولیٰ ٥

دوستوں کے شکایتی خطوط:۔

اس عرصہ میں بہت سے احباب کے شکایتی خطوط بھی آئے جن میں سے اکثر کا جواب ناظم صاحب نے دیا لیکن جب ایسے خطوط کا روزانہ اوسط بہت بڑھ گیا اور وقت میں سب کے جواب کیلئے گنجائش نہ تھی تو جن احباب کے متعلق یہ سمجھا گیا کہ وہ اپنے خصوصی تعلق کی وجہ سے عدم ارسال جواب کو برداشت کر سکیں گے اور زیادہ ناراض نہ ہوں گے، تو صرف ان کی غیر متزلزل محبت ہی کے اعتماد پر بالآخران کو جواب دینا بند کر دیا، اُمید ہے کہ وہ احباب یہاں کی معذوریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے معاف فرمائیں گے۔

دو مہینے کے بجائے تین مہینے:-

پہلے اس نمبر کو رجب و شعبان صرف دو مہینے کا مشترک پرچہ قرار دینے کا خیال تھا اور جمادی الاخری میں یہی اعلان کیا گیا تھا لیکن اب چونکہ تیسرا مہینہ رمضان بھی گذر چکا ہی نیز اس پرچہ کی ضخامت بھی سابق اندازہ سے بڑھ گئی ہی اس لیئے مجبوراً اس کو ان تینوں مہینوں کا پرچہ قرار دیدیا گیا ہی۔ اس کے بعد شوال ذیقعدہ کا مشترک پرچہ انشاء اللہ بہت جلد حاضر خدمت ہوگا۔ ناظرین کرام اس کو نوٹ فرمالیں اور رمضان کے پرچہ کا انتظار نہ فرمائیں۔

موجودہ جنگ کی وجہ سے کاغذ کی بے انتہا گرانی
سخت مشکلات، اور دوستوں کا فریضہ

ہمارے قدیمی احباب کو یاد ہوگا کہ اب سے قریباً تین سال پہلے بھی یورپ میں جنگ کے کچھ آثار نمودار ہوئے تھے جسکی وجہ سے کاغذ سخت گراں ہوگیا تھا اس وقت ہم نے اعلان کیا تھا کہ اب آیندہ سے الفرقان بجائے ۵۶ صفحے کے ۴۸ صفحات پر نکلے گا۔ لیکن باوجودیکہ وہ گرانی عرصہ دراز تک رہی مگر تخفیف صفحات کی اپنی ہی اس تجویز پر عمل کرنے کے لیئے طبیعت آمادہ نہ ہوئی اور رسالہ برابر حسب دستور ۵۶ ہی صفحات پر نکلتا رہا اگرچہ اس کی وجہ سے کافی نقصان اٹھانا پڑا۔ پھر اس سال کاغذ کا نرخ جب کچھ اچھا نرم ہوگیا تو بلا کسی تحریک کے ہم نے خود ہی رسالہ کے صفحات بجائے ۵۶ کے ۶۴ کردیئے اور اسکے متعلق کوئی اعلان بھی نہیں کیا نہ خریداروں پر احسان جتلانے کیلیئے اس کا ذکر ہی کیا چنانچہ گزشتہ کئی مہینے کے پرچے ۶۴ ہی صفحات پر شایع ہوئے۔ مگر اب صورت یہ ہی کہ جس روز سے موجودہ جنگ شروع ہوئی ہی کاغذ بیحد گراں ہوگیا ہی اور برابر گراں ہوتا جارہا ہی یہاں تک کے وہ کاغذ جس پر الفرقان قسم دوم چھپتا تھا دگنی قیمت پر بھی اس نمبر کیلیئے دستیاب نہ ہوسکا اور اس لیئے مجبوراً یہ نمبر کُل کا کُل قسم اول ہی کے کاغذ پر چھپوانا پڑا اور اب قسم دوم کے خریداروں کو بھی وہی بھیجا جائے گا۔ اگرچہ قسم اول والا یہ کاغذ بھی کچھ کم گراں نہیں ہی مگر تاہم مل جاتا ہی۔ اسلیئے آیندہ کے لیئے بھی یہ طے کرلیا گیا ہی۔ کہ

سردست الفرقان صرف قسم اول ہی شایع ہوا کریگا اور قسم دوم ملتوی رہے گا۔

یہ بھی ظاہر ہی کہ پہلے ۴۸ صفحے کے رسالہ پر جتنی لاگت آتی تھی اب اُس لاگت میں ۴۸ صفحے کا رسالہ بھی تیار نہیں ہوسکتا؛ اِدھر صفحات کی تخفیف کے لیئے اب بھی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی اس لیئے رسالہ آیندہ بھی انشاء اللہ حسب سابق ۵۶ ہی صفحات پر شائع ہوگا۔ اور اس صورت میں لامحالہ ماہانہ مصارف میں قریباً ڈیوڑھی کا اضافہ ہوجائیگا۔ لہذا چاہیئے تو یہ تھا کہ چندہ میں کم از کم ایکروپیہ کا اور اضافہ کردیا جاتا اور بجائے تین روپیہ کے سالانہ چندہ چار روپئے کردیا جاتا لیکن ہم کو یہ بھی اندازہ ہی کہ الفرقان سے محبت رکھنے والے عموماً ہم ہی جیسے مفلوک الحال ہیں جن کے لیئے تین روپیہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ اسلیئے کسی معمولی اضافہ کیلیئے بھی طبیعت آمادہ نہیں ہوتی۔ پھر یہ بھی واقعہ ہی کہ "الفرقان" پہلے ہی سے اس قدر خسارہ دیں

کا مارا ہوا ہے کہ اب اس میں مزید کسی نقصان برداشت کرنے کی بالکل بھی تاب نہیں ہے۔ پس اس مشکل کا حل صرف بہی خواہوں کی ہمدردانہ مساعی ہی سے ہو سکتا ہے اور وہ بھی صرف اس قدر کہ تمام احباب اس وقت اس کی تکثیر اشاعت کے لیے خاص توجہ سے سعی فرمائیں اور کم از کم ایک نئے خریدار کا اضافہ اپنے لیے لازم فرمالیں جو یقیناً کوئی مشکل نہیں ہے۔

الفرقان کی مالی حالت:۔

اگرچہ یہ سال مالی حیثیت سے تمام گذشتہ سالوں کے لحاظ سے زیادہ صبر آزما رہا۔ لیکن چونکہ اس سال قطعی طور پر یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اس بارہ میں اب کچھ نہیں لکھا جائیگا اس لیے پچھلے نو ماہ کے عرصہ میں ہم نے الفرقان میں اس کا کبھی اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا اور اگر کاغذ کی اس گرانی نے ہمکو مجبور نہ کر دیا ہوتا تو اس وقت بھی اس بارہ میں کچھ عرض کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن ہم کو افسوس ہے کہ آج ہم اس ارادہ کو توڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ درحقیقت کاغذ کی گرانی نے اب یہ صورت پیدا کر دی ہے کہ اگر احباب کی ہمدردانہ مساعی نے خریداروں کی تعداد میں کافی اور معتد بہ اضافہ نہ کیا تو خطرہ ہے کہ "مشکلات" ہمارے "عزم" پر غالب نہ آجائیں کہنے والے نے بالکل صحیح کہا ہے۔

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج — احتیاج است، احتیاج است احتیاج

قسم دوم کے خریداروں سے گذارش:۔

آپ کو معلوم ہو چکا کہ رف قسم کے کاغذ کی بے حد گرانی بلکہ کمیابی و نایابی کی وجہ سے ہم مجبور ہو گئے ہیں کہ سر دست قسم دوم کے سسٹم ہی کو ملتوی کر دیں اسی لیے جناب کی خدمت میں یہ رسالہ قسم اول حاضر ہو رہا ہے اور آئندہ سے آپ قسم اول ہی کے خریدار متصور ہوں گے۔ یہ بھی جنابکو معلوم ہو گیا ہے کہ قسم اول کے مصارف بھی اب بہ نسبت پہلے کے ڈیوڑھے زیادہ ہو گئے ہیں اور اس لیے چندہ میں کسی کمی اور تخفیف کا اب کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ تاہم جو حضرات کسی طرح تین روپے ادا نہ کر سکتے ہوں وہ صرف ڈھائی روپیہ بھیجدیں ان سے اتنے ہی قبول کر لیے جائیں گے ہمارا دل گوارا نہیں کرتا کہ کوئی صاحب اپنی ناداری اور کم استطاعتی کی وجہ سے "الفرقان" سے اپنا تعلق منقطع کرنے پر مجبور ہوں۔ لیکن اس سے زیادہ رعایت کے لیے کوئی صاحب خط کتابت نہ فرمائیں ۔۔ اور ہمکو معذور سمجھیں ہمارا جی تو خود یہ چاہتا ہے کہ جو احباب ناداری اور کم استطاعتی کے باوجود الفرقان کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں ہم ان کی خدمت میں اس کو بالکل مفت ہی پیش کیا کریں مگر کیا کیا جائے کہ الفرقان کی چھ سالہ مدت میں ہم ایک دن بھی اس لائق نہ ہو سکے۔

فالی اللّٰہ المشتکی وھو المستعان

مولٰنا مودودی کے سنسر شدہ مضامین اور "الفرقان"

ہمارے ناظرین کرام کو معلوم ہوگا کہ قریباً ایک سال سے رسالہ "ترجمان القرآن" لاہور سے نکل رہا ہے اور محترم مولٰنا سید ابوالاعلیٰ مودودی مدیر "ترجمان" کا مستقل مقام اس وقت سے لاہور ہی ہے۔ جس وقت یورپ کی موجودہ جنگ شروع ہوئی اور ہر قوم کے سامنے یہ سوال آیا کہ ہمارا رویہ اس کے متعلق کیا ہونا چاہیئے؟ اور ملک کی مختلف جماعتوں نے اپنے قومی، وطنی، یا خالص سیاسی مسائل و مصالح کو پیش نظر رکھکر اس بارہ میں فیصلے کئے تو مولٰنا مودودی نے اس مسئلہ پر صرف اس نقطۂ نظر سے غور فرمایا کہ مسلمانوں کا رویہ بحیثیت مسلمان ہونے کے اس بارہ میں کیا ہونا چاہیئے اور قرآن پاک اس موقع پر ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے۔ اس غور و فکر نے انہیں جس نتیجہ پر پہونچایا اس کو انھوں نے پورے شرح و بسط کے ساتھ قلم بند کیا لیکن پنجاب کی اُس حکومت نے جس کو بہت سے سادہ لوح "اسلامی حکومت" کا نام دیتے ہیں اس مضمون کی اشاعت کی اجازت نہ دی کیونکہ اس کی اشاعت سے دنیا کی نظر میں "قرآن" اور قرآن والی اُمت کی پوزیشن اگرچہ بلند ہوسکتی تھی اور جنگ کے متعلق اسلام کا بے نظیر اور محیر العقول ضابطۂ اخلاق اگرچہ بہت سے قلوب پر اپنا سکہ جما سکتا تھا لیکن اندیشہ تھا کہ سر سکندر حیات خاں کے سفید فام خداوندان نعمت کیلئے وہ ناراضی کا باعث ہو جن کی رضا جوئی ان کا اور اُن کے رفقا کا دین و ایمان ہے۔ بہرحال جب مجھے اس کا علم ہوا کہ حکومت پنجاب نے اس مضمون کو ممنوع الاشاعت قرار دیدیا تو مولٰنا ممدوح سے میں نے اُسکو بایں خیال بلکہ بایں وعدہ حاصل کرلیا کہ الفرقان میں اُس کو شائع کردیا جائیگا اور یہاں کی کانگرسی وزارت سے بہت سی جائز شکایتوں کے باوجود یہ توقع تھی بلکہ اطمینان تھا کہ وہ اُس کی اشاعت پر معترض نہ ہوگی پھر بعض اخبارات میں یہ اطلاع شائع بھی ہوگئی کہ مولٰنا مودودی کے جن مضامین کو پنجاب میں شائع ہونے کی اجازت نہیں دیجائیگی وہ "الفرقان بریلی" میں شائع ہوا کرینگے۔ اور اسلئے ان مضامین ہی کے حوالے سے بہت سے حضرات الفرقان طلب بھی فرما رہے ہیں۔)

لیکن یہاں یہ صورت پیش آئی کہ قبل اس کے کہ الفرقان میں ان مضامین کی اشاعت کا وقت آئے یہاں کی کانگریسی وزارت مستعفی ہوگئی اور حکومت کی باگ خود گورنر بہادر نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس لئے اب یو۔پی میں "الفرقان" بھی اسی شکنجہ میں ہے جس میں لاہور میں "ترجمان" ۔۔۔ لہذا بصد افسوس اعلان کیا جاتا ہے کہ فی الحال "الفرقان" میں بھی ان مضامین کی اشاعت کی کوئی امید نہیں ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا ط

خاکسار تحریک اور ہمارا فرض

خاکسار تحریک کا مسئلہ اس وقت مسلمانان ہند کے اہم ترین مسائل میں سے ہوگیا ہے۔ اور وہ اُس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ اگر چندے یہی رفتار رہی تو پھر اُس کی مذہبی اور سیاسی مضرتوں اور ملت پر مرتب ہونے والے اس کے مہلک

اثرات اور بد نتائج کا انسداد و دفاع اگر محال نہیں تو قریب بہ محال ضرور ہو جائے گا۔ لیکن یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ اسکی اس اہمیت کو سمجھنے والے اور اس کے خطرناک عواقب کا ادراک رکھنے والے ہندوستان بھر میں شاید گنتی کے چند ہی ہیں۔ ہماری یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ ہم کسی فتنہ کی اہمیت کو اُس وقت تک محسوس نہیں کرتے جب تک وہ سیلابی کیفیت نہ اختیار کر لے۔ حالانکہ ؎ سرچشمہ باید گرفتن بہ بیل ؛ چو پر شد نہ شاید گذشتن بہ پیل

اس سلسلہ میں بڑی اور سب سے پہلی ضرورت ہے ایسے لٹریچر کی تیاری اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جس میں نہایت صحیح، سنجیدہ اور منقح طور پر اس تحریک کی حقیقت، اسکے مقصد و منتہا اور اسکے اثرات و نتائج کو بیان کیا جائے تاکہ جو مسلمان ابھی اس بارہ میں گمراہ نہیں کئے جا سکے ہیں یا جو صرف سرسری طور پر اس عام نظر سے اس کی مخالف ہیں کہ یہ بھی منجملہ دوسری گمراہ اور غلط رو مذہبی و سیاسی جماعتوں کے ایک جماعت ہے اور اس سے زیادہ کوئی غیر معمولی اہمیت انکے نزدیک اس کی نہیں ہے۔ وہ اس کی حقیقت اور خصوصی اہمیت کو سمجھ سکیں اور اس سلسلہ میں اُن پر حفاظتِ اُمّت اور حمایتِ دین و ملّت کا جو خاص وقتی فریضہ عائد ہوتا ہے اس کے ادا کرنے کیلئے کمربستہ ہو جائیں۔ نیز اللہ کے جو سادہ دل اور نیک نیت بندے "اسلامی فوجی تنظیم" کے فریب میں آکر اور اچھرہ کے "ادارہ علیہ" کے بے پناہ مگر محض خالی از حقیقت پروپگنڈے سے متاثر ہو کر اس میں شامل ہو گئے ہیں وہ بھی ٹھنڈے دل اور سنجیدہ دماغ کیساتھ اس کو دیکھکر اپنی رائے اور اپنے رویہ پر نظر ثانی کر سکیں ظاہر ہے کہ ایسے لٹریچر کی تیاری اور اشاعت ایک دو شخصوں کا کام نہیں ہے ضرورت ہے کہ جس سے بھی اس سلسلہ میں کچھ ہو سکتا ہو وہ کرے اور جس قدر ہو سکتا ہو اُس قدر کرے۔ اور جن اخبارات میں اس قسم کے مضامین شائع کرائے جا سکتے ہوں اُن میں کرائے جائیں اور اس کیلئے کوئی ممکن کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں میرا جو مقالہ اِسوقت آپ کے ہاتھ میں ہے، اُمید ہے کہ انشاء اللہ یہ اس مقصد کیلئے مفید ثابت ہو گا اور عام ناظرین کے علاوہ جو حضرات اس تحریک کے متعلق ضروری لٹریچر کی تیاری میں کوئی حصہ لینا چاہینگے انکو بھی اس سے "خاکسار تحریک" کی حقیقت سمجھنے میں اچھی مدد مل سکے گی۔ اس مقالہ میں میرا مطمحِ نظر صرف اِسی قدر رہا ہے کہ نفس "تحریک خاکساران" کا مقصد و منتہا، اسکے حالیہ اثرات اور آیندہ کے متوقع نتائج کو ناظرین علی وجہ البصیرت سمجھ سکیں۔ اسی لئے اس میں میں نے بانی تحریک علامہ مشرقی کے عقائد و خیالات سے براہِ راست تعرض نہیں کیا ہے۔ ہاں بہ تحریک کے رُخ، اس کے مقصد و منتہا اور اس کے پس منظر کو سمجھ لینے کے لئے ان کی جن خاص خیالات و نظریات سے واقفیت کی ضرورت تھی صرف انہی کو میں نے اس میں ذکر کیا ہے۔

آیندہ بھی "الفرقان" میں اس موضوع پر انشاء اللہ التزام اور تسلسل کیساتھ مضامین درج ہوا کرینگے۔ اس سلسلہ میں "علامہ مشرقی صاحب" کے تذکرہ پر جو دراصل ان کی دعوت کا سنگ بنیاد ہے، اور جس کے پیغام کی تصدیق و تکمیل ہی کیلئے "خاکسار تحریک" شروع کی گئی ہے۔ ایک مبسوط تبصرہ لکھنے کا بھی ارادہ ہے جو انشاء اللہ الفرقان ہی میں مسلسل شائع ہو گا۔ دوسرے اہل قلم حضرات بھی اگر "خاکسار تحریک" کے متعلق کچھ لکھکر بھیجیں تو شکریہ کے ساتھ الفرقان میں شائع کیا جائیگا

بشرطیکہ سنجیدگی اور ذمہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھا گیا ہو اور کوئی مفید تحقیقی بات کہی گئی ہو۔

عملی جدوجہد

یہ بھی ظاہر ہے کہ صرف اس مضامین نویسی اور لٹریچر کی اشاعت سے پورا کام نہیں چل سکتا اور مسلمانوں کو اس دام فریب سے نہیں بچایا سکتا بلکہ اس کے واسطے کچھ عملی جدّوجہد بھی کرنی ہوگی، کچھ ہی نہیں، بہت زیادہ کرنی ہوگی، "اور خاکسار تحریک کے بانی یا اُس کے حامیوں کی طرف سے جس چیز کا صرف نام لے کر مسلمانوں کو فریب دیا جا رہا ہے۔ اس کو حقیقی طور پر شروع کر دینا پڑے گا۔ اور خطرات و عواقب سے قطعاً بے نیاز ہو کر شروع کر دینا پڑے گا۔ اور یہ صرف اسی واسطے نہیں کہ ہمیں مسلمانوں کو اس تحریک کے دام تزویر سے بچانا ہے۔ بلکہ اس لیے بھی کہ اب وہ وقت کی پُرزور پکار، اور ماحول کا شدید تقاضا ہے۔ اور فی الحقیقت یہی احساس اُس کے لیے اصلی محرک ہے۔ یہ محض حُسنِ اتفاق ہے کہ "خاکسار تحریک" کے دام فریب سے بچنے کے لیے بھی اسی جد و جہد اور سعی و عمل کی ضرورت ہے۔ بلکہ وہی اس وبا کے حتمی نسخے کا آخری جزو ہے۔

اس سلسلہ میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کرنا ہوگا اور جس طرح کرنا ہوگا اُس کی تفصیلات انشاءاللہ آیندہ کسی اشاعت میں پیش کی جائیں گی۔

"ولی اللہ نمبر"

اس نمبر کے لیے مضامین و مقالات کی تیاری ہو رہی ہے۔ لیکن چونکہ مفصلہ بالا حوادث و عوارض کی وجہ سے یہی پرچہ تین ماہ کا مشترک نمبر کر دینا پڑا اور پھر بھی کافی تاخیر سے شائع ہو رہا ہے اور ابھی تک وہ عوارض و موانع فی الجملہ موجود ہیں۔ حتیٰ کہ کاتب کا مستقل انتظام ابھی تک نہیں ہو سکا ہے۔ اس لیے اب بظاہر آنے والے محرّم سے پہلے اس کی اشاعت نہ ہو سکے گی۔

تیاری برابر جاری ہے اور انشاءاللہ جاری رہے گی اور جس وقت اس کا کام بالکل قابو میں آجائیگا اُس وقت تاریخ اشاعت کے متعلق اعلان کر دیا جائے گا۔ تاکہ ناظرین کرام کو انتظار کی زیادہ زحمت نہ اُٹھانا پڑے۔

ضروری ہدایات

ترسیل زر اور خط و کتابت کیوقت اپنا نمبر خریداری اور اپنا مکمل پتہ صاف اور خوشخط لکھیئے۔

کتابوں کا آرڈر دینے سے پہلے رسالہ ہذا کے ٹائٹل کے آخری صفحہ پر قواعد ضرور دیکھیئے اور انکا لحاظ رکھیئے۔

ناظم الفرقان و مکتبہ الفرقان بریلی

چند ضروری گذارشات

(از ناظم الفرقان بریلی)

الفرقان کی مالی مشکلات کا کچھ حال جناب کو اس پرچہ کی نگاہ اولیں سے معلوم ہو چکا ہوگا۔ اُس سلسلہ میں اگر جناب کچھ توجہ فرمانا چاہیں تو اُس کے لیئے اس وقت اتنی صورتیں ہیں۔ جن میں سے کوئی نہ کوئی ضرور آپ کے مناسب حال ہوگی۔

(۱) اگر ممکن ہو تو الفرقان کی توسیع اشاعت کے لیئے کچھ سعی فرمایئے اور کم از کم ایک دو خریدار فراہم کرنے کی کوشش کیجئے۔ یہ الفرقان کی سب سے بڑی اور مستقل مدد ہے۔

(۲) کسی مدِ خیر سے کچھ حصہ بھیجکر ان ناداروں کی امداد کیجئے جو الفرقان جاری رکھنا چاہتے ہیں مگر اُس کا پورا چندہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ یا بالکل ہی نادار ہیں۔

(۳) اسی نمبر میں مکتبہ الفرقان کی رعایتی فہرست شائع ہو رہی ہے، اور باآنکہ کاغذ کی شدید گرانی کی وجہ سے کتابوں کے نرخ پر بھی کافی اثر پڑا ہے۔ مگر ہم نے اس وقت الفرقان کی فوری ضروریات کے لیئے روپیہ فراہم کرنے ہی کے واسطے وہ رعایت کی ہے جو کبھی پہلے بھی نہ ہوئی تھی حتی کہ باہر سے آنیوالی بعض کتابوں کی قیمت وہ رکھی ہے جسپر وہ خود ہمکو پڑتی ہیں۔ براہِ کرم اس فہرست کو ضرور ملاحظہ فرمالیجئے۔ یہ ملحوظ رہے کہ رعایات مندرجہ فہرست کی علاوہ کسی اور رعایت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے لہٰذا اس کے لیئے ہرگز خط و کتابت نہ فرمایئے۔ یہ رعایت تاخیر اشاعت کی وجہ سے اب اخیر ذیقعدہ تک رہے گی۔

(۴) اس فہرست میں ہر مذاق اور ہر قسم کی بہتر سے بہتر کتابیں درج ہیں پوری فہرست پر ایک نظر ڈالکر اپنے لیئے کتابیں منتخب کیجئے اور اس وقت خصوصی رعایت سے فائدہ اُٹھایئے پھر یہ موقعہ نہیں رہے گا۔

(۵) فہرست کے آخری ۸ صفحے جنکا کاغذ دوسری قسم کا ہے سالگذشتہ کے چھپے ہوئے ہیں انمیں کتابوں کی جو رعایتی قیمتیں درج ہیں اس وقت ان پر مزید رعایت کیجائیگی۔

(۶) جو کتابیں فہرست میں مندرج نہیں ہیں انپر بھی اسوقت آخری امکانی رعایت کی جائے گی۔

(۷) جن احباب کے ذمہ الفرقان یا مکتبہ الفرقان کا کوئی مطالبہ ہو وہ براہِ کرم اس وقت ادا فرماکر ممنون فرمائیں۔

(۸) حضرت مدیر الفرقان کی کتاب "دو خاکسار تحریک مذہب و سیاست کی روشنی میں" جو اس پرچہ میں بہ تمام و کمال شائع ہو رہی ہے "الفرقان" سے علیحدہ کتابی شکل میں بھی اس وقت کچھ زیادہ تیار کرائی گئی ہے جسپر مستقل کتابی ٹائٹل ہے اسکی اشاعت کیلئے فوری سعی فرمایئے!

ہم اپنے احباب اور عام مسلمانوں کے دینی احساس سے اُمید بلکہ اپیل کرسکتے ہیں کہ صرف دو ہفتے کے اندر یہ کل نسخے ختم ہو جانے چاہیں تاکہ اگلے مہینے تک اسکا دوسرا ایڈیشن تیار کرایا جاسکے قیمت فی نسخہ ۱ر ہے اسوقت رعایتی، محصول ڈاک بلا رجسٹری ۲ر رجسٹری ۵ر مفت تقسیم کرنیوالے حضرات سے صرف تیس روپے فی سیکڑہ

خاکسار تحریک

مذہب و سیاست کی روشنی میں!

از

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین

اِن اوراق میں

میں نے خاکسار تحریک پر مذہبی یا سیاسی نقطۂ نظر سے جو بحث کی ہے، اُس میں اپنے نزدیک پوری دیانت داری اور کامل احتیاط سے کام لیا ہے اور بانیٔ تحریک "علامہ مشرقی"، کی جن تصانیف، یا خاکسار تحریک کے لٹریچر کو سلسلہ کی جن چھوٹی بڑی کتابوں سے اس میں اقتباسات لئے ہیں ان کو اکثر مکرر سہ کرر دیکھا ہے اور اسکی پوری کوشش کی ہے کہ کوئی بات ایسی اُنکی طرف منسوب نہ رہے جس کے وہ قائل نہ ہوں۔

نیز بحث کو صرف اصول تک محدود رکھا ہے۔ اور ناظرین کے دماغ کو فروعی بحثوں میں اُلجھانے، یا اُنکی طبائع کو "علامہ مشرقی" یا اُن بیچارے خاکساروں کے خلاف خواہ مخواہ مشتعل کرنے کی کوشش نہیں کی ہے بلکہ حتی الوسع اس سے دامن بچانے کی سعی کی ہے۔ کیونکہ اس کاوش سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ سنجیدہ طبیعتیں اس تحریک کو صحیح روشنی میں دیکھ کر صحیح رائے قائم کرسکیں۔

اس مقالہ میں میرے خصوصی مخاطب

اسلامی اخبارات کے وہ محترم اڈیٹران کرام، اور وہ تعلیم یافتہ اصحاب ہیں جو خاکسار تحریک کے متعلق سرسری اور ناکافی معلومات رکھنے کی وجہ سے "اسلام" اور "مسلمانوں" کے حق میں اُس سے اچھی توقعات رکھتے ہیں۔ اور اسواسطے وہ اس تحریک کے حامی اور ہمدرد ہیں اُن سے میری عاجزانہ گذارش ہے کہ وہ ان صفحات کو ضرور ملاحظہ فرمائیں، نیز وہ خاکسار حضرات جو محض بمحبت خدا اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی نیت سے اس تحریک میں شامل ہوئے ہیں اُن سے بھی مخلصانہ التماس ہے کہ وہ میری ان معروضات کو ایمان وانصاف کی نظر سے دیکھیں اور سوچیں کہ جو راہ آپنے اختیار کی ہے وہ بجائے کعبہ کے ترکستان کو تو نہیں جاتی؟۔ خدا شاہد ہے کہ ان گذارشات کا مقصد صرف آپکی اور ملت اسلامیہ کی بہی خواہی اور اپنے فریضہ "اظہار حق" کی ادائیگی ہے۔ لا غیر۔
واللہ علیٰ ما اقول شہید۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

تقدمہ ضروریہ

دینِ اسلام اور مُسلم قوم

دینِ مقدس سے ناواقفی، اور اسلامی تعلیم سے عام بےخبری کے باعث، مسلمانوں میں بھی بدقسمتی سے، قوم، قومی مفاد قومی خدمت، قومی ہمدردی جیسے لفظوں کا وہی جاہلی تصوّر پھیلتا جارہا ہے جو دنیا کی دوسری قوموں کا ہے کہ انھیں حق و باطل، اور حلال و حرام سے کوئی بحث نہیں ہوتی، وہ اِن تمام چیزوں سے آزاد اور بالکل آزاد ہوکر اپنے قومی مسائل کو سوچتے ہیں اور جس راہ سے انھیں قوم کا فائدہ نظر آتا ہے وہ اسی پر چل پڑتے ہیں اور یہ اِس واسطے کہ انکے یہاں اس کے لئے کوئی مستقل قانون ہی نہیں ہے جس کے وہ پابند ہوں، —— بخلاف امتِ مسلمہ کے، وہ جس طرح عقائد اور طرزِ عبادت میں الٰہی ہدایات کی پابند ہے اسی طرح اپنے دوسرے انفرادی اور اجتماعی معاملات میں بھی احکامِ ربانی سے آزاد نہیں، —— پس اسلام کے نزدیک "مسلم قوم کا مفاد" اور "مسلم قوم کی خدمت" صرف وہی ہے جو اسلامی احکام کے خلاف، اور مقاصدِ اسلام کو پامال کرنیوالی نہو —— لیکن آج ہو یہ رہا ہے کہ ایک "مسلمان" کو دوسرے "مسلمان" سے کسی "غیر مسلم" کے خلاف جھوٹی گواہی دلوانی ہو تو وہ کہتا ہے کہ بھائی یہ مسلمان اور نامسلمان کا معاملہ ہے آپ کو اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ دینا اور اُس کی مدد کرنا چاہیئے —— گویا اسلام کا نام لیکر اسلام ہی کا واسطہ دیکر اسلام کے اصول "سچائی" کو ذبح کیا جاتا ہے —— اسی طرح سودی لین دین کے بینک کھولے جاتے ہیں اور ان کا نام "اسلامی بینک" اور "مسلم بینک" رکھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو اِن بینکوں سے معاملہ کرنا چاہیئے اسمیں اپنی قوم کا فائدہ اور اپنی قوم کی ہمدردی ہے —— گویا اسلام، سود کی جس لعنت کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتا تھا آج مسلمانوں میں اسی کی ترویج کے لئے "اسلام" اور "مسلم مفاد" کا نام لیا جارہا ہے —— علیٰ ہذا شراب اور دوسری اسی قسم کی محرمات کے ٹھیکے اور نیلام ہوتے ہیں، اگر بدقسمتی سے کوئی مسلمان افسر نیلام کرنیوالا ہے تو ایک "مسلمان" صاحب اُسکے پاس پہنچتے ہیں اور بلا ادنیٰ شرم محسوس کئے کہتے ہیں کہ دیکھئے میں مسلمان ہوں، آپ کا بھائی ہوں، براہ کرم اس نیلام کو میرے ہی نام ختم کردیجئے آپکا اسمیں کوئی حرج نہیں ہوتا کہ آپکے ایک مسلمان بھائی کا فائدہ ہوجائیگا، گویا شراب وغیرہ کے ٹھیکے کے لیے بھی اسلام ہی کو سفارشی بنایا جاتا ہے۔

پھر ان سب مثالوں سے زیادہ افسوسناک یہ ہے کہ "اسلام" اور "مسلم قوم" کا نام لیکر کوئی تحریک کھڑی کی جاتی ہے لیکن "عمل" اور "راہِ عمل" میں اسلامی اصول و احکام کی کوئی پروا نہیں کی جاتی بلکہ بسا اوقات وہ راستہ اور وہ طرزِ عمل

اختیار کر لیا جاتا ہے جس میں اسلامی تعلیمات اور دینی احکام سے براہ راست بغاوت ہوتی ہے مگر اس کے لئے دعوت پھر بھی "اسلام" اور "مسلم مفاد" کا نام ہی لیکر دیجاتی ہے ـــــ گویا اسلامی اصولوں کی صریح مخالفت اور اسلامی احکام و تعلیمات کو پامال کر کے ہی "اسلام کی خدمت" اور "مسلم قوم" کی فلاح و بہبود کے لئے جد و جہد کی جاتی ہے" ـــــ اور اگر بالفرض یہ غلط روگروہ اور اسلام کا نام لے کر اسلامی اصولوں کے خلاف چلنے والی یہ گمراہ جماعت کسی غیر مسلم قوم بالخصوص ہندوؤں کو گالیاں دینا، ان کے خلاف اشتعال انگیز باتیں کہنا اور لکھنا ہی اپنا شعار بنالے تو پھر تو اس کے علمبردار "اسلام" اور "خادم دین و ملت" ہونے میں شبہ کرنیوالا بھی یہاں کشتنی اور گردن زدنی سمجھا جاتا ہے ـــــ گویا کہ آج کل ہندوستان میں اسلام کوئی متعین اور مثبت حقیقت نہیں ہے، اور نہ اس کے کچھ اصول ہیں، بلکہ وہ نام ہے پس اس "عصبیت جاہلیہ" کا جو ایک جاہل قوم کو دوسری قوم کے مقابلہ میں ہوتی ہے"

افسوس یہ حال ہے آج اس امت کا جو دنیا کو اس جاہلیت کی تاریکی سے نکالنے ہی کے لئے مامور بلکہ مبعوث ہوئی تھی۔ (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر)

پس اگر خدا نخواستہ آپ بھی اس غلطی میں مبتلا ہیں اور "اسلام" و "مسلم قوم" کا تصور آپکے نزدیک بھی یہی ہے اور اس بناء پر "اسلامی خدمت" اور "مسلم مفاد" کو آپ بھی اسلامی احکام و قوانین سے آزاد سمجھتے ہیں تو مجھے آپ سے اس کے سوا کچھ کہنا نہیں کہ آپ اسلام اور مقتضیات اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں اور آپکو چاہیئے کہ جس اسلام کی پیروی اور جسکی خدمت و ہمدردی کے آپ مدعی ہیں پہلے اسکا صحیح علم حاصل کریں ـــــ اسلام اللہ کا سچا دین ہے ایک مستقل ضابطۂ حیات ہے، اس کے اصول متعین ہیں اور وہ اس "خدمت" اور اس "ہمدردی" سے قطعاً مستغنی بلکہ سخت بیزار ہے جو باطل طریقوں سے ہو، اور جسکی وجہ سے باطل کو فروغ ہو، اسلام ہر باطل کا دشمن ہے خواہ وہ ہندویت ہو، خواہ عیسائیت، اور خواہ کسی اور نام کی بد مذہبیت۔ اور مسلمان کیلئے اسکی تعلیم یہ ہے کہ وہ حق کے ساتھ اور ہر باطل سے کنارہ کش رہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ـــــ الغرض آجکل کے رائج شدہ "مسلم قوم" کے جاہلی تصور میں اگر آپ گرفتار ہیں تو اسکو پہلے دماغ سے نکالئے اور یقین کیجئے کہ "اسلامی خدمت" صرف وہی ہے جس سے اسلامی اصول پامال نہ ہوں اور جو ان اصولوں ہی کے بلند کرنے کے لیے ہو، اور جو "حرکت و عمل" اس رخ پر نہ ہو وہ اس نماز کی طرح ہے جو قبلہ سے منہ موڑ کے پڑھی جائے، پس جس طرح ایسی نماز و بال اور خدا سے مذاق کرنا ہے اسیطرح اسلام کے نام پر ایسی تحریکوں کی حمایت کرنا جو اسلام کیخلاف جانیوالی ہوں، اپنے نفس پر ظلم اور اسلام سے دل لگی ہے، جس کا انجام دنیا میں خسران اور آخرت میں حرمان ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

میں یہاں "خاکسار تحریک" کے متعلق جو کچھ لکھنا چاہتا ہوں اُسکی حیثیت "شہادت" کی ہے، اور شہادت بھی ایک جماعت اور ایک تحریک سے متعلق جس کی ذمہ داری شخصی گواہیوں سے یقیناً زیادہ ہے۔

ادائے شہادت کے متعلق اسلام کا جو قانون، اور قرآن پاک کی جو سخت ہدایات ہیں۔ الحمد للہ میرا دل اُن سے غافل نہیں ہے۔ بالخصوص حق جل جلالہ کا یہ ارشاد کہ۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے مسلمانو! اللہ کیلئے سچائی اور انصاف
کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ لِلّٰہِ	کیساتھ شہادت دینے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ۔ اور
شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا	کسی جماعت کی عداوت و مخالفت سے متاثر ہو کر
یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ	ہرگز عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑ و
عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا	بلکہ ہر حال میں عدل پر قائم رہو۔ خدا ترسی کی
ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا	بات یہی ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ
اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ	تعالیٰ تمہارے تمام (ظاہر و مخفی) اعمال سے
(مائدہ)	پوری طرح خبردار ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تہدید۔ کہ:۔

اَیُّھَا النَّاسُ عُدِلَتْ شَھَادَۃُ	اے لوگو!
الزُّوْرِ اِشْرَاکًا بِاللّٰہِ۔ الحدیث	جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی
(ابوداؤد و ترمذی)	گئی ہے۔

خاص طور پر میرے پیش نظر ہیں۔ اور میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں کہ اس ادائے شہادت میں مجھ سے کوئی تقصیر ہو۔

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَۃَ صَدْرِیْ

خاکسار تحریک کا آغاز اور اسکا پس منظر!

"علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی" نے اب سے قریباً ۷ برس پہلے سنہ ۱۹۳۳ء میں اس تحریک کو شروع کیا تھا وہی اس کے بانی ہیں اور آج کی تاریخ تک وہی اس کے "مختار مطلق امیر" اور لاشریک قائد ہیں۔ اس لئے تحریک کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ علامہ موصوف کی ذات اور ان کے حالات وخیالات سے بھی فی الجملہ واقفیت حاصل کی جائے۔

علامہ مشرقی اور ان کے عزائم وخیالات

علامہ صاحب آج کل کی اصطلاح میں ایک اعلےٰ درجہ کے تعلیمیافتہ شخص ہیں، پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد قریباً پانچ برس آپ کیمبرج یونیورسٹی (انگلستان) میں بھی رہے ہیں اور وہاں آپ نے چند مختلف علوم وفنون میں اعلےٰ امتحانات پاس کئے ہیں "السنہ شرقیہ" (عربی فارسی) کی تعلیم بھی آپ نے وہیں حاصل کی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اسلام اور قرآن کے مطالعہ میں بھی آپکا زاویۂ نظر سراسر "مغربی" ہے اور جو شخص آپ کی تصانیف بالخصوص اُن کی مایۂ ناز تصنیف "تذکرہ" کو دیکھے گا وہ محسوس کرے گا کہ وہ کسی مسلمان کی نہیں — بلکہ کسی غیر مسلم یوروپین مستشرق کی تصنیف دیکھ رہا ہے جو روحِ اسلام سے قطعاً نابلد ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے کو اسلام اور اسلامیات کا سب سے بڑا ماہر سمجھ رہا ہے۔

بہرحال ہمارے نزدیک علامہ کی ذہنی تربیت میں زیادہ حصہ اُن کے یورپین اساتذہ کا ہے اور یہ تربیت اُن کے رگ و ریشہ میں اس طرح پیوست ہوگئی ہے کہ وہ اب دیکھتے ہیں تو صرف یوروپین آنکھ سے سوچتے ہیں تو صرف یوروپین دماغ سے، اور کچھ سمجھتے ہیں تو صرف یوروپین عقل و ذہن سے، وہ اگرچہ اپنے کو کہتے اور لکھتے "مشرقی" ہیں لیکن ان کا دل و دماغ قطعاً "مغربی" ہے اور مغربی افکار ونظریات ہی ان کے نزدیک معیارِ حق وصداقت ہیں۔

اگر خالص نیک گمانی سے کام لیا جائے اور علامہ صاحب کی دعوت اور ان کی کھڑی کی ہوئی خاکسار تحریک کو کسی پُر اسرار سازش کا نتیجہ نہ سمجھا جائے (جیسا کہ اُن کے بہت سے مخالفین کا دعویٰ ہے) بلکہ ظاہری واقعات ہی کے تسلسل پر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو بلا کسی پیچیدگی کے ہمارا ذہن اس طرح راستہ

طے کرنا ہے ۔ کہ

یورپ کے طویل قیام کے زمانہ میں ایک طرف تو علامہ نے اہل یورپ کے عروج اور ان کی خیرہ کن مادی ترقیات کو دیکھا اور دوسری طرف "مسلمانوں" کے انتہائی تنزل اور ان کی بے پناہ پستی و زبوں حالی پر ان کی نظر پڑی اس المناک مشاہدہ سے ان کی حساس طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی اور ایک نسلی و جدی مسلمان ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کو بھی بلند دیکھنے کی آرزو ان کے دل میں پیدا ہوئی اور اس کے لئے یورپ کے قدم بہ قدم پیروی کے سوا ان کے نزدیک کوئی نسخہ نہ تھا۔ ادھر یورپ زدگی اور فلسفہ مغرب سے مرعوبیت نے ان کے اس وسوسہ کو یقین کی حد تک پہنچادیا تھا کہ انسانیت کا نصب العین "تمکن فی الارض" اور غلبہ و قوت ہے وہی انسان کی فلاح و خسران کا واحد معیار ہے جو زمین پر حکمران ہے اور غلبہ و علو دنیا میں جس کو بھی حاصل ہے بس وہی خدا کی مرضی کے مطابق چلنے والا اور حق پرست ہے بالفاظ دگر "غلبہ ہی حق ہے اور حق ہی غلبہ" ہے اس خالص مادہ پرستانہ منطق کے ذریعہ وہ بہت مختصر راستہ سے اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ "حق" اور "منشاء الٰہی" وہی ہے جس پر یورپ کی اقوام غالبہ عامل ہیں ۔۔۔ پھر اسی تخیل کی "روشنی" میں انھوں نے قرآن پاک کا "مطالعہ" کیا اور اس مطالعہ میں انھوں نے صرف احادیث نبوی یا اسلامی آثار و روایات اور سلف امت کے علوم ہی سے صرفِ نظر نہیں کیا بلکہ عربی لغت اور قواعد عربیت کو بھی پس پشت ڈال کر صرف اپنی یورپین سمجھ اور مغربی تخیل ہی کو شمع راہ بنایا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن پاک بھی از اول تا آخر آپ کو اپنی افکار و خیالات کا مجموعہ نظر آیا اور ان کو قطعاً محسوس نہ ہوا کہ میں جن تجلیات کو قرآن کے آئینہ میں دیکھ رہا ہوں یہ فی الحقیقت میرے ہی دماغ کے نقوش اور میرے ہی "صور ذہنیہ" ہیں ۔۔۔ آخر کار ان "تخیلات" اور "وساوس" نے ان پر پورا قبضہ کرلیا اور ان کو یقین ہوگیا کہ دور حاضر کے مسلمان جس اسلام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ غلط ہے ۔ اسی کا نتیجہ ان کی موجودہ ذلت و نکبت ہے اور صحیح دین و مذہب اور اصلی اسلام وہ ہے جس پر اہل یورپ عامل ہیں وہی "صراط مستقیم" اور "منشاء الٰہی" وہی "دین" اور "دین حق" ہے اور ان کی موجودہ "ترقیات" اور "حکومت ارضی" خدا کی طرف سے ان کی "نیک روی" ان کے "صادق ایمان" اور "اعمال صالحہ" ہی کا انعام ہے، خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا کے محبوب ہیں۔ نہ قرآن نے بھی دنیا کو اسی "اسلام" کی دعوت دی تھی اور اپنے اپنے وقت میں تمام اگلے انبیا بھی یہی دین لے کر آئے تھے اور قرن اول کے مسلمان اسی پر عامل تھے اسی واسطے وہ دنیا پر غالب اور دنیا کے حاکم ہوگئے تھے یہی تھے وہ عجیب و غریب اور نئے نرالے خیالات جن کو علامہ صاحب نے "نبأ عظیم" اور "حقیقت کبریٰ"

سمجھا اور سب سے پہلے ۱۹۲۴ء میں اپنی کتاب "تذکرہ" میں پورے بسط و تفصیل بلکہ فضول در فضول اطناب و تکرار کے ساتھ قلمبند کر کے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر علامہ صاحب کے ان خیالات کو خود انہی کے الفاظ میں ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جائے ــــ اگرچہ یہ داستان طویل ہے مگر ناظرین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ صبر کے ساتھ "علامہ صاحب" کے ان نظریات کو ملاحظہ فرمائیں اور کامل غور و فکر کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں یہاں ہم ان طول طویل اقتباسات کے نقل کرنے پر اس لئے مجبور ہیں کہ "خاکسار تحریک" اور علامہ صاحب کے ان خیالات میں گہرا ربط ہے اور ان سے واقف ہونے کے بعد ہی تحریک کے پس منظر اور اس کے عواقب کو ٹھیک طور سے سمجھا جا سکتا ہے۔

علامہ مشرقی کے نزدیک "اسلام" صرف غالب بن کر رہنے اور اس کے لئے جد و جہد کرنے کا نام ہے

دنیا میں جو غالب اور حاکم ہے وہی مسلمان ہے اور جو مغلوب و محکوم ہے وہی کافر و مشرک ہے۔

(۱) علامہ صاحب نے تذکرہ کے عربی افتتاحیہ میں اپنے اس نظریہ کو بہت تفصیل بلکہ طبیعت کو اکتا دینے والے اطناب کے ساتھ پیش کیا ہے اس کے آخر میں خلاصہ کلام اور حاصل پیغام کے طور پر لکھتے ہیں

افلم تومنوا من بعد ما بینت لکم ھھنا بان الاسلام ھو النظم والنسق والجد والجھد والسعی والعمل والقوۃ والاتحاد والغلبۃ والامن والاستبقاء من اللہ بل ھو فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ ٥ وانما ھو ھذہ بل کلہ ھذہ لا لشیئ من دون ذالک ولا وما یھجر بہ علماء کم الجاھلون"

کیا میری اس تبیین و توضیح کے بعد بھی تم اس پر ایمان نہیں لاؤ گے کہ "اسلام" "بس نظم و نسق" اور جد و جہد اور سعی و عمل اور قوت و اتحاد و غلبہ و امن اور طلب بقا من اللہ کا نام ہے' بلکہ وہی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔
اور بیشک اسلام بس یہی اور بالکل یہی ہے۔ اور اس کے سوا کچھ نہیں ــــ اور وہ وہ نہیں جو تمھارے جاہل علماء بکتے ہیں۔

اس کے بعد علامہ صاحب نے اپنے اس نظریہ کے ثبوت میں دکھلایا ہے کہ اسلام کے مشہور اصول و احکام کا مقصد و منشاء بھی یہی نظم و نسق اور غلبہ و اتحاد تھا مثلاً توحید کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعہ قوم میں یگانگت اور تخیل کی وحدت پیدا ہو، اور مثلاً نماز کا منشاء یہ تھا کہ اس کے ذریعہ قوم منظم ہو اور روزے کا حکم اس واسطے تھا کہ صبر و مشقت کی عادت پڑے اور زکوٰۃ اس لئے تھی کہ قوم میں زور اور قوت پیدا ہو جس کے ذریعہ سے غلبہ حاصل کیا جا سکے۔ اور علی ہذا حج کا منشاء یہ تھا کہ اس سے قوم میں ربط و تعلق پیدا ہو[۵]۔

بہرحال اسلام ان کے نزدیک غالب بن کر رہنے اور اس کے لئے جد و جہد کرنے ہی کا نام ہے۔ یہی ان کے خیال میں اصل اسلام اور منتہائے ایمان ہے اور تمام اصول و احکام اسلام کا مقصد و منشاء بھی یہی ہے اپنے اسی نظریہ کے مطابق دیباچہ تذکرہ اردو صلہ پر وہ فرماتے ہیں۔

جہاں فتح و ظفر کا پرچم لہرا رہا ہے جہاں ایک قوم کو دوسرے گروہ پر غلبہ حاصل ہو رہا ہے جہاں ایک طرف عجز اور بے بسی اور دوسری طرف قوت و استیلا قائم ہے وہیں ایک قوم انبیا کے خدا کے ہاں سے لائے ہوئے مشترک قانون کی صحیح معنے میں مومن ہے ۔۔۔۔

خدا کے قانون کی پہلی اور آخری دفعہ یہی ہے کہ ایمان بہر نوع فتح و نصرت کے مترادف ہے اور کفر بہرحال شکست اور زوال کے ہم معنیٰ ہے۔

پھر اسی دیباچہ کے صلہ پر لکھتے ہیں۔

الغرض جہاں کسی قوم میں قوت و زور ہے، امن اور قیام ہے، موت اور ہلاکت میں بہت کچھ ڈھیل ہے، وہیں توحید باقی ہے، وہیں صحیح معنوں میں میری عبادت ہو رہی ہے میرے قانون پر سچا عمل ہے۔ میرے آئین کا صحیح علم ہے، میری منشاء کی سچی درک ہے میری صحیح معرفت ہے، وہیں صراط مستقیم ہے، وہیں اسلام ہے، وہیں محمد پر سچا ایمان ہے (۔۔۔) اس کے لائے ہوئے قرآن پر ایمان ہے، انبیاء کی لائی ہوئی الکتاب پر ایمان ہے ۔۔۔ جہاں کوئی قوم مغضوب علیہ ہو رہی ہے۔ اس پر میرا دردناک عذاب نازل ہو رہا ہے

[۵] علامہ صاحب کے اصل الفاظ جن کا یہ خلاصہ پیش کیا گیا ہے یہ ہیں
وان هو الا ان تومنوا بالتوحید لتوحدوا انفسکم، وتصلوا لتنتظموا امتکم، وتصوموا لتصبروا و تقاسوا برواه وتحجوا لتربطوا وتحالفوا وتنفقوا لتنفقوا قومکم وتعاضدوا بینکم غالبین۔ بہرحال اقتباسات ہیں اور جگہ بھی علامہ صاحب نے اس مضمون کو زیادہ بسط اور تفصیل سے لکھا ہے

اس کے ملک یک بہ یک چھینے جا رہے ہیں - اس پہ میرے غیظ وغضب کا تنور جوش مار رہا ہے وہیں عبادت شیطان جاری ہے - وہیں توحید قطعاً نہیں، وہیں انعمت علیہم کا صراط گم ہو چکا ہے - کان اکثرھم مشرکین (روم) کے مصداق بن چکے ہیں - وہیں شرک قطعاً ہے، کفر قطعاً ہے، مجھ سے انکار قطعاً ہے، محمد سے انکار قطعاً ہے"۔

پھر اسی سلسلہ میں ص۱۱۲ پر لکھتے ہیں۔

کفر اور توحید کا صحیح معیار اس دنیا کے اندر حتماً یہی ہے کہ موحد اور مومن قوم ہر نوع غالب ہے، ہر حال ترقی کر رہی ہے اس کی دولت اور حکومت، عزت اور اقتدار سب کچھ بڑھ رہے ہیں، جماعت کی کثرت ہو رہی ہے جنات اور انہار مل رہے ہیں، نئی قوموں پر حکومت مل رہی ہے، الغرض وہ منعم لم یزل اس سے بحیثیت مجموعی راضی ہے، وہ بھی خدا سے راضی ہیں،

پھر اسی کے ص۱۳۱ پر فرماتے ہیں۔

"مومن وہی (قوم) ہے جس نے سب کو پچھاڑ دیا، کافر وہی ہے جو سب سے پچھڑ گئی"۔

اور اصل کتاب "تذکرہ" ص۱۸۲ پر اسی نظریہ کو ان زوردار الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔

"اسلام کا اس دنیا میں منتہائے وحید اعلون اور غالب بن کر رہنا ہے اور اسی واحد غرض و مطلب کے لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے تھے - قرآن کے طول و عرض میں رسول کے بھیجنے کی اس کے سوا کوئی اور غرض کہیں نہیں بتلائی گئی"۔

یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ "علامہ" صاحب کے نزدیک اور آپ کے خیال کے مطابق رسول اللہ صلعم کی نبوت (بلکہ دوسرے تمام انبیا کی بعثت کا مقصد وحید بھی "بس غالب" ہو کر رہنا تھا - علامہ صاحب کا خیال ہے کہ وہ سب اسی اور صرف اسی واسطے آئے تھے کہ اپنی اپنی قوموں کو حکومت و بادشاہت اور حصول غلبہ کی راہ پر لگادیں اور دنیا میں انہوں نے یہی کیا - اور اسی کے لئے ساری جد و جہد کی - چنانچہ دیباچہ اردو ص۲۲ میں فرماتے ہیں۔

بلا استثنا سب انبیا اپنی اپنی جماعت کو حین حیات میں قوت اور امن کی راہ پر لگا گئے، ان کو قعر عزل و جمود سے نکال کر اوج سعی و امن پر بلا واسطہ مشرف کر گئے - یہی انکے آنے کی واحد غرض تھی، اور اسی مطلب کے حاصل کرنے کے لئے ان کا بے مثال سعی و عمل تھا"۔

پھر حاشیہ میں اس عبارت کے لفظ "واحد غرض" پر یہ نوٹ بھی لکھا ہے۔

اس کتاب (تذکرہ) کا اہم مطمح نظر در اصل اسی امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا اور بتدریج تمام نبوت کی صحیح غرض و غایت کو منکشف کرنا ہے۔ اس دیباچہ کے صفحہ ۶۶ الخ پر اس مضمون کو پھر دہرایا گیا ہے اور اس کی قرآنی شہادت ایک حد تک پیش کی ہے لیکن مکمل شہادت اصل کتاب میں جابجا ملے گی۔ اگر انبیاء کرام کے مبعوث ہونے کا پیش نہاد ابتی اپنی قوموں کو قانون خدا سے آگاہ کر کے قوت اور امن کی راہ دکھانا نہیں تھا تو میرے نزدیک در اصل وہ کوئی پیغام نہیں لائے اور نہ ان کے پاس فی الحقیقت کوئی علم تھا" حاشیہ صفحہ ۲۶

حاشیہ کی اس عبارت میں صفحہ ۶۶ کی جس عبارت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں

جو بات میری دانست میں مسلّم ہے یہ ہے کہ سب انبیاء کرام بلا استثناء احدی اپنی اپنی امت کو اس زمین پر امن دینے آئے تھے اِنِّی لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ کا پیام لائے تھے، منصور اور غالب کرنے آئے تھے[1]

---

[1] علامہ صاحب کے پاس اس مدعا کے لئے بڑی دلیل انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے یہی قرآنی الفاظ "انی لکم رسول امین" ہیں ان کے نزدیک "امین" کے معنے۔ امن دینے والے کے ہیں۔ حالانکہ عربی زبان و لغت سے ہر واقفیت رکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر جاہلانہ دعوےٰ ہے محاورات عرب سے کہیں بھی "امین" کے یہ معنی ثابت نہیں اور نہ قواعد عربیت کی رو سے اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں بلکہ اس کے معنی "مامون" قابل اعتماد اور امانت دار" کے ہیں۔ لیکن علامہ صاحب کو کوئی کس اصول سے منوا سکتا ہے وہ تو قرآن سمجھنے کے لئے لغت عرب سے واقفیت کی ضرورت کے بھی قائل ہی نہیں (ملاحظہ ہو دیباچہ تذکرہ اردو صفحہ ۳۶ و ۴۷)۔ بہر حال یہ تو حال ہے علامہ صاحب کی قرآن دانی کا اور اس پر ادعا یہ ہے کہ مجھ سے پہلے تمام مفسرین نے "قرآن" کو غلط سمجھا اور (معاذ اللہ) انہیں تحریفیں کیں چنانچہ اسی صفحہ ۶۶ کے حاشیہ میں مندرجہ بالا عبارت پر یہی نوٹ لکھتے ہیں۔

"اس آیت شریفہ (انی لکم رسول امین) کے صحیح مفہوم کے متعلق شارحین قرآن نے حیرت انگیز غلطی کی ہے اور "امین" سے مراد امانتدار پیغمبر" لے کر کہا ہے کہ انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوم کو یہی کہا کہ میں تمہارے واسطے ایک امانت خدا کے ہاں سے لایا ہوں ... مجھے یقین ہو چکا ہے کہ امین کے لفظ سے الٰہی مراد "امن دینے والے پیغمبر" کی تھی اور پیغام یہ تھا کہ اے لوگو میں تمہیں اس دنیا کے اندر امن دینے کے لئے آیا ہوں، تمہاری کمزور اور شکستہ حالت کو قوت سے بدلنے کے لئے آیا ہوں"

علامہ صاحب نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں (کہ "امین" کے معنے "امانت دار" نہیں بلکہ امن "دینے والے" کے ہیں) کچھ نا قابل التفات محض لغو اور جہل انگیز بازیوں کے علاوہ ایک بات یہ بھی کہی ہے کہ

"امین کی الٰہی اصطلاح ان معنوں میں کئی جگہ قرآن میں استعمال ہوئی ہے مثلاً اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ (دخان)

ہم پورے دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ تمام قرآن میں از اول تا آخر کسی ایک جگہ بھی "امین" امن دینے والے کے معنی میں نہیں آیا اور نہ عربی زبان میں اس لفظ کے یہ معنی ہیں اور سورۂ دخان کی جو آیت اس موقع پر علامہ صاحب نے پیش کی ہے اس میں بھی "امین" کے معنی ہرگز امن دینے والے کے نہیں۔ بلکہ "مامون" کے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ "متقی لوگ ایک پُر امن اور محفوظ مقام میں ہوں گے جہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور نہ کوئی خطرہ ہوگا"۔ حضرات اہل علم اس سے قرآن کے بارہ میں علامہ صاحب کے جہل مرکب کا اندازہ فرمائیں ۱۲

پھر اسی بحث میں صئے پر کر فرماتے ہیں۔

"الغرض وراثت زمین اور تمکن فی الارض کا اہم نصب العین نشاء آفرینش سے اسلاف انبیا کے پیش نظر بلاشرکت غیرے رہا وہ تمام عمر اسی بات کے درپے رہے کہ اپنی امتوں کو اس لازوال قانون اس اٹل آئین عمل اس امر رب العلمین اس "العلم" سے آگاہ کر کے عمل پیرا کردیں جس کا نتیجہ اجتماعی بقا ہے۔ دوام فی الارض ہے' بادشاہت اور غلبہ ہے' یہی ان کا لایا ہوا دین تھا"

پھر اگلے صفحہ پر خاص طور سے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھتے ہیں۔

"اسلاف انبیاء سے قطع نظر خود نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واحد مطمح نظر روئے زمین پر غلبہ حاصل کرنا اور امت عرب کو بقا و دوام کے معراج پر پہنچانا تھا یہی ان کے مبعوث ہونے کی واحد اور صحیح غرض تھی (ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علے الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (صف) نہیں بلکہ اسی غالب ہوکر رہنے کے علم کو حاصل کرکے اس پر عامل ہوجانا عین اسلام اور عین دین بلکہ تمام اسلام اور تمام مذہب تھا"

پھر قریباً ڈیڑھ صفحہ میں اسی کی مزید تفصیل و تشریح کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"الغرض (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جس رنگ میں آسمانی پیغام دیا اس کا منتہائے جلیل یہی اجتماعی تمکن اور وراثت زمین ہی رہا' قرون اولیٰ کی اسلامی زندگی کے تمام عملی ماحول کو پیش نظر رکھ کر دقیقہ رس اور حقیقت شناس شخص کے لئے آج بھی اس امر کا اعتراف کچھ متعذر نہیں کہ عہد رسالت میں اور اس کے کئی برس بعد تک ہر مسلمان کی زندگی اسی واحد نصب العین کے لئے وقف رہی' ہر فرد اسی الاعلون بن کر رہنے کو عین اسلام بلکہ تمام ایمان سمجھتا رہا" دیباچہ تذکرہ اردو ص۳۳

مچھر کا سبق آموز اور قابل تقلید ایمان

علامہ صاحب کے نزدیک چونکہ غالب بن کر رہنے" اور دوسرے کو پچھاڑ دینے کا نام ہی اسلام و ایمان ہے اسلئے ہر وہ مخلوق ان کے نزدیک عنداللہ مومن ہے جس میں "نیش زنی" کی خصلت ہو حتیٰ کہ مچھر ان کے خیال میں اللہ کے نزدیک بڑا پکا اور راسخ مومن ہے کیونکہ وہ خواہ مخواہ انسان کو ستاتا اور اس کو گزند پہنچاتا ہے چنانچہ علامہ صاحب "منشاء الٰہی" کی ترجمانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی فرماتے ہیں:۔

مچھر کا نیش مار کر اپنے کو "اُعلون" ثابت کرنا میری ہی بنائی ہوئی نظرت ہے مجھے اس باایمان وجود کی مثال بیان کرتے ہوئے کچھ شرم نہیں آتی کیونکہ وہ بہر نوع مومن ہے اور اپنی ذراسی بساط کے مطابق "اُعلون" رہنے کی سعی کرتا ہے۔" (دیباچہ تذکرہ صث)

..یورپ کی غالب اور حکمران قومیں ہی مومن اور مسلم ہیں

اور اسی نظریہ کی بنا پر کہ غلبۂ و قوت اور اس کے لیے جد و جہد اور سعی و عمل ہی کا نام اسلام ہے اور وہی منتہائے ایمان اور اصل دین ہے علامہ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ یورپ کی موجودہ "ترقی یافتہ" اور حکمران قومیں مومن اور مسلم ہیں بلکہ فی زمانا صرف انہی میں صحیح ایمان اور "اصلی اسلام" پایا جاتا ہے اور اس لئے نجات و فلاح بس انہی کے لئے ہے خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا کے محبوب ہیں۔

اس مضمون کو علامہ صاحب نے "تذکرہ" میں اس قدر تکرار سے اور بار بار لکھا ہے کہ اگر ہم اُن تمام مقامات کو بالاستیعاب نقل کریں تو ایک مستقل کتاب صرف اُن اقتباسات کی تیار ہوسکتی ہے اس لیے ہم صرف چند ہی عبارات یہاں پیش کرتے ہیں، ناظرین کرام اُس کو محض "مشتے نمونہ از خروارے" تصور فرمائیں، تذکرہ کے عربی افتتاحیہ میں اہل یورپ کے "کارناموں" ان کی نظر و فکر اُن کی تحقیقات و اکتشافات ان کی ایجادات اور ترقیات اور ان پر خدا کے انعامات کا ذکر کرنے کے ساتھ ان کے بارہ میں علامہ صاحب نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

عبادہ اولو باس فضل اللہ بعضھم علے بعض درجٰت یرثون الارض علے سلطٰن منہ لانھم احسنوا فی ھذہ الدنیا واصلحوا واتقوا واسلموا وجوھھم لہ ولم یتخذوا اربابًا من دونہ ولم یعبدوا الا اللہ ولم یسجدوا لاحدٍ غیرہ ولم یتخذوا اھواءھم واولیاءھم اٰلھۃ"..... وجاھدوا باموالھم وانفسھم ولم یولّوا ادبارھم حین الباس ولم یحرفوا	وہ اللہ کے جنگ کرنے والے بندے ہیں خدا نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے، اور اسی کے حکم سے وہ زمین کے وارث ہیں کیونکہ انھوں نے اس دنیا میں اچھے کام کیئے ہیں اور اصلاح کی ہے اور تقویٰ اختیار کیا ہے اور انھوں نے اپنی ذوات کو خدا کے تابع فرمان کر دیا ہے اور سوائے خدا کے انھوں نے کوئی اور رب نہیں بنایا، اور بجز خدا کے کسی اور کی عبادت نہیں کی نہ کسی اور کو سجدہ کیا، اور نہ انھوں نے اپنی خواہشات اور اپنے متعلقین یا مددگاروں کو اپنا معبود بنایا . . . . اور انھوں نے اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور جنگ کے وقت انھوں نے

عن القتال و هاجروا من ملك الى ملك
لتقوية سلطنتهم واجراء حكمهم في
الدنيا... وتفكروا في خلق السموات
والارض حق امكانهم وساحوا في الارض
ومشوا في مناكبها حد سعيهم (وكل
هذا امنا امرنا الله في القرآن' حاشية منه)
و قدروا الله حق قدره بدرس اعماله
وعرفوه حق معرفته بدرس فطرته....
وصاروا من الذين احسنوا واصلحوا ا
فادخلهم الله في الصالحين المحسنين
العابدين واورثهم الارض ومسكنكم
التي كنتم فيها امنين وقد كتب الله في الزبور
من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي
الصلحون ٥ ان في هذا البلغاً لقوم عابدين
(٢١: ١٠٥-١٠٦) وقد قال لكم ان الارض
لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة
للمتقين (٧: ١٢٨) نفتشوا ارض الله و
درسوا صحيفة الفطرة وعلموا قانونه
وطالعوا احوال مخلوقاتها وطلعوا على عاداتها
وخصائصها.... واستقرءوا اليروا
ملكوت السموات والارض' وليطلعوا
على عاداته تعالى وسنته....
وتخلقوا باخلاق الله - وبما

پیٹھ نہیں دکھائی اور لڑائی سے نہیں ہٹے' اور اپنی سلطنت
کی تقویت اور دنیا میں اپنا حکم جاری کرنے کے لئے انھوں نے
ایک ملک سے دوسرے ملک کو ہجرت کی ....
اور زمین و آسمان کی تخلیق میں انھوں نے بقدر امکان خوب غور و
خوض کیا اور جہاں تک ہوسکا وہ زمین اور اسکے اطراف میں خوب چلے پھرے
اور انھوں نے دنیا کو چھان ڈالا اور یہ سب چیزیں وہ ہیں جن کا اللہ
تعالیٰ نے ہم کو قرآن میں حکم کیا ہی حاشیہ) اور اعمال خدا کا سبق حاصل
کر کے انھوں نے اللہ کی صحیح قدر جانی اور اس کی فطرت سے سبق لیکر
انھوں نے اللہ کی ایسی معرفت حاصل کی جیساکہ اُس کا حق ہی...
اور (یہ اہل یورپ) اپنے ان کارناموں کی وجہ سے ان لوگوں میں سے
ہوگئے جنھوں نے اچھے کام کیئے اور اصلاح کی' پس اللہ تعالیٰ نے
اُن کو "صالحین" "محسنین" "عابدین" کی جماعت میں داخل کیا اور انکو
زمین کا وارث بنایا اور تمھاری وہ ملک بھی اُن کے حوالے کردیئے'
جن میں تم امن سے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تو نصیحت کے بعد زبور
میں لکھدیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہونگے' اسمیں عابد
قوم کے لئے ایک واضح پیغام اور بڑا سبق ہی' نیز قرآن عزیز میں یہ بھی
فرمایا ہے کہ زمین اللہ کی ہی وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے
اُس کا وارث بنادیتا ہی' اور اچھا نتیجہ متقیوں کے واسطے ہی" بس دیکھو کہ
ان اہل یورپ نے خدا کی زمین کو کھنگال ڈالا اور صحیفہ فطرت کو خوب پڑھا
اور اسکے قانون قدرت کا اچھی طرح علم حاصل کیا اور اسکی مخلوقات کے
احوال کا مطالعہ کیا' انکے عادات وخصوصیات کو دیکھا بھالا...
اور سنۃ اللہ و فطرۃ اللہ کا علم حاصل کرنے کے لئے اور "ملکوت السموات
والارض" دیکھنے کیلئے انھوں نے تمام زمین و آسمان کو چھان ڈالا... اور
اخلاق خداوندی اپنے اندر پیدا کیے۔

صلح من عادات مخلوقاته السفلية
و ميّزوا الخبيث من الطيّب و حصّلوا الثواب
عن الخطاء بجدّ امكانهم و استعملوا سمعهم
و بصرهم و فؤادهم ليطلبوا العلم من
اعمال الله من دون الظن فعرفوا اعماله
تعالىٰ ليعرفوا ربّهم و ليعلموا ما يريد منهم
ربّهم و ما مشيته فيهم و لخّصوا حقائق
الفطرة و بيّنوا دقائق الاشياء ليستنبطوا
منها ما يضرّ الانسان، ثم استسلموا لها
و صاروا من المفلحين، درسوا كتاب الله
بل حجّته البالغة الكاملة و كنتم عن دراسته
لغافلين و قد قال الله لكم انّ فی السموات
والارض لآيات للمؤمنين (٤٥ : ٣)
(عربی افتتاحیہ تذکرہ ص ٣٧-٣٨)

اور اللہ کی مخلوقات سفلیہ میں جو صالح عادات تھیں اُن کو
اختیار کیا، پاک اور ناپاک یعنی اچھے بُرے میں تمیز کی،
اور بقدر امکان خطا و ثواب کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا،
اور ظنی باتوں کو چھوڑ کر اعمال خدا کا علم یقینی حاصل کرنے کے واسطے
انھوں نے اپنے کانوں، آنکھوں اور عقلوں کو استعمال کیا، پس
انھوں نے اعمال خدا کی صحیح معرفت حاصل کی اور یہ سب اس واسطے
کیا کہ وہ اس طرح اپنے خدا کو پہچان سکیں اور ان کو معلوم ہو سکے
کہ اللہ تعالیٰ اُن سے کیا چاہتا ہے اور اُن کے متعلق اس کا ارادہ
اور اس کی مشیت کیا ہے، اور انسان کا فریضہ معلوم کرنے کے لئے
انہوں نے فطرت کے حقائق کو نچوڑ ڈالا اور دقائق اشیاء
کو کھول ڈالا ہے پھر وہ خدا کے اس ارادہ و مشیت کے مطیع و منقاد
ہو گئے اور اس کی وجہ سے وہ اہل فلاح ہو گئے، انھوں نے خدا کی
کتاب فطرت کو پڑھا، اُس کی حجۃ بالغہ و کاملہ کا علم حاصل کیا، اور تم
(اے مسلمان کہلانے والو) اس سبق سے غافل رہے اور اللہ تعالیٰ
نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ زمین و آسمان میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اس کے بعد علامہ صاحب نے چند وہ آیات اور نقل کی ہیں جن میں ارشاد ہوا ہے کہ زمین اور آسمان اور اُن کے اندر کی کائنات میں اُن لوگوں کیلئے خدا کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں جو مومن ہیں، جو تفکر کرتے ہیں، جو علم اور عقل صحیح رکھتے ہیں جو اذعان و یقین والے ہیں اور جن میں تقوے کی صفت موجود ہے "

پھر علامہ صاحب نے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ چونکہ اہل یورپ نے کائنات کا علم خوب حاصل کیا ہے اور چونکہ حقائق طبیعہ کی دریافت میں انہوں نے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی ہے لہٰذا وہی ان تمام آیات کے مصداق ہیں وہی "مومنین" ہیں وہی "متفکرین" ہیں، وہی "عالمین" اور "عاقلین" ہیں۔ وہی "موقنین" اور "متقین" ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:-

فلا يزال الحكماء الطبيعيون
من المغرب يطلعون على سرائر

یورپ کے یہ ماہرین طبیعیات فلاسفر طبیعیات کے اسرار اور
فطرت کے اطوار اور موالید ثلثہ (جمادات، نباتات، حیوانات)

الطبیعۃ وعوائد العادۃ و احوال الموالید الثلاثۃ من الجماد والنبات والحیوان ..... وطلبو فیہا آیات اللہ البالغۃ النافعۃ التی تقدم ذکرہا فصاروا بالحق من عباد اللہ المومنین المتفکرین العالمین العاقلین الموقنین المتقین"

(ایضاً صفحہ ۳۰)

کی حالات کو ہمیشہ معلوم کرتے رہتے ہیں ..... اور ان چیزوں میں انہوں نے اللہ کی اُن زبردست اور نفع مند نشانیوں کو تلاش کر لیا ہے جنکا آیاتِ مذکورۃ الصدر میں ذکر ہو چکا ہے پس یوروپ کے یہ سائنسدان فی الحقیقت اللہ کے اُن بندوں میں سے ہو گئے جن کے اوصاف (آیاتِ مندرجہ بالا میں) یہ وارد ہوئے ہیں کہ وہ "مومنون" ہیں "متفکرون" ہیں "عالمون" ہیں "عاقلون" ہیں "موقنون" اور "متقون" ہیں۔

اس کے بعد علامہ صاحب نے مسلمانوں اور خاص طور پر علماء اسلام پر اپنا غصہ اُتارا ہے اور لکھا ہے کہ تم لوگ اس "اصل دین" اور "منشاء الٰہی" سے غافل ہو گئے اور تم نے "اپنی شریعت" کے علم کو ذریعۂ نجات سمجھ لیا۔ اور اہل یوروپ نے صحیفۂ فطرت کے مطالعہ سے اس منشاء الٰہی کو جان لیا، اور اس طور پر منشاء قرآن کو انہوں نے پورا کیا، اسی سلسلہ میں اُنکی ایجادات و مادی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے آیۃ کریمہ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ الآیہ) نقل کر کے لکھتے ہیں۔

والمغربیون کلہم صدقوا بہذہ الآیۃ بالعمل وآمنوا بہا ما استطاعوا وبدلوا خوفہم امنا منہا واطاعوا اللہ ورسولہ فصاروا من المفلحین فی الدنیا ولا شک انہم فی الآخرۃ من عبادہ المومنین (افتتاحیہ عربی صفحہ ۴۶)

اور تمام اہل یوروپ نے اپنے عمل سے اس آیۃ کی پوری پوری تصدیق کی ہے اور اپنی طاقت بھر وہ اسپر ایمان لائے ہیں اور اپنے خوف کو انہوں نے امن سے بدل دیا ہے اور اللہ و رسول کی انہوں نے اطاعت کی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ وہ دنیا میں فلاح پا گئے ہیں اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ آخرت میں بھی وہ اسکے مومن بندوں میں ہوں گے۔

پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں۔

فو اللہ ما جاہد قوم قط فی ہذہ الدنیا مثل ما جاہد الغرب فی زماننا ہذا ولم یعرفوا

خدا کی قسم اس دنیا میں کبھی کسی قوم نے ایسا جہاد نہیں کیا جیسا کہ ہمارے زمانہ میں یوروپ نے کیا ہے اور کسی کو خدا کی ایسی معرفت حاصل نہیں

الله مثل ما غرقوه ولم يقدروه
مثل ما قدروه فكيف لا يؤدي
الله اجورهم ويوفيهم حق
عبادتهم في الدنيا ويتم
نعمته عليهم ان كانوا شاكرين
وكيف لا يستخلف في الارض الذين
آمنوا بالله بالحق وعملوا الصالحات
انه شكور حليم (ایضاً صفحہ ۴۶)

ہوئی جیسی ان کو ہوئی ہے اور کسی نے خدا کی
قدر ایسے نہ جانی جیسی انہوں نے جانی ہے پس کیوں اللہ
ان کو اجر نہ دے اور کیوں دنیا میں اُن کی عبادت
کا حق بھرپور نہ دے اور جب وہ خدا کے شاکر بندے
ہیں تو کیوں اُن پر اتمامِ نعمت نہ کرے اور بھلا کیوں
زمین کی خلافت اُن کو نہ بخشے جو ٹھیک طور سے اللہ
پر ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے اللہ تو
شکور و حلیم ہے"

اس موقع پر علامہ صاحب نے حاشیہ پر لکھا ہے۔ الاشارۃ الی قولہ تعالیٰ وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنّھم الآیہ) (یعنی اس سے میرا اشارہ اس آیت کیطرف ہے جسمیں فرمایا گیا ہے کہ "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اعمال صالحہ کئے ہیں ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو ضرور زمین کی خلافت دیگا الخ")
گویا علامہ صاحب کے نزدیک اس آیت کے مصداق بھی اہل یورپ ہیں اور اُن کی یہ موجودہ حکومت اور اُن کا یہ غلبۂ و تسلط دراصل خلافتِ الہٰیہ ہے جو انکے ایمانِ صحیح اور اعمال صالحہ کا نقد انعام ہے۔ (معاذ اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ)

"اہل یوروپ زمین میں خدا کے "خلیفہ" ہیں" مسجودِ ملائکہ ہیں

مندرجہ صدر عبارت سے چند سطر بعد فرماتے ہیں۔

خلائف الارض حقاً فهم الذين
قال الملائكة لربهم فيهم حين
اراد الله ان يجعل في الارض خليفة
أتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك
الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس
لك (۲: ۳۰) فاجاب لهم ربهم
ناظراً الى اعمالهم الآتية وشاهداً
على افكارهم البالغة اني اعلم

وہ حقیقی خلفاءِ ارض ہیں وہی وہ ہیں کہ جب خدا نے
انکو زمین میں خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا تھا تو فرشتوں نے
اُن کے بارے میں کہا تھا کہ "کیا آپ زمین میں اُن کو
خلیفہ مقرر کریں گے جو فساد پھیلائیں گے اور خونریزی
کریں گے اور ہم تیری حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح و
تقدیس کرتے رہتے ہیں" تو اللہ تعالیٰ ان اہل یورپ
کے آئندہ کارناموں اور انکی اعلیٰ فکری ترقیات پر نظر
کرتے ہوئے ان ملائکہ کو جواب دیا تھا کہ تم کو ان باتوں کا

مَا لَا تَعْلَمُونَ (۲: ۳۰) فعلّمهم الاسماء اکثرها ومن حقائق الاشیاء معظمها واقدرهم علی استعمالها وملٰئکتہٗ یدخلون علیھم من کل باب سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ (۳: ۳۹) فی ھٰذہ الارض واحسنتم ارا حکم اللہ فالبثوا فیھا الی الحین. وھم الذین قال فیھم ربھم للملٰئکۃ و فی رجال مثلھم اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ○ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ (۳۰: ۷۱ - ۷۳) (ایضاً صفحہ ۴۷)

کا علم نہیں جو میرے علم میں ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان اہل یورپ کو اکثر اسماء اور حقائق اشیاء کا علم عطا فرما دیا اور ان کو انکے استعمال کی قدرت دی۔ اور اللہ کے ملائکہ اُن پر ہر دروازے سے "سلام علیکم طبتم" کہتے اور اُن کی نیک کرداری کا اعتراف اور اُن کے حق میں دعا کرتے داخل ہوتے ہیں اور وہی وہ ہیں جن کے متعلق اور انہی جیسے دوسرے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں پس جب وہ میرے حکم سے تیار ہو جائے اور اس میں روح پھونکدی جائے تو تم اسکے لئے سر بسجود ہو جانا۔

پس سارے ملائکہ نے اس حکم کے مطابق سجدہ کیا۔

اس موقعہ پر یہ ظاہر نہ کرنا بے انصافی ہوگی کہ "علامہ صاحب" کے نزدیک ملائکہ کا وہ تصور نہیں ہے جو جمہور مسلمین کے نزدیک ہے کہ وہ اللہ کی ایک مستقل نورانی اور محترم مخلوق ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک ملائکہ نام ہے بجلی اور اسٹیم جیسی کائناتی قوتوں کا اور وہی ان کے نزدیک خدا کے ان احکام کی مخاطب تھیں اور ان ہی سے گویا ان اہل یورپ کی اطاعت کا عہد کیا گیا تھا جو ان کے نزدیک زمین میں خدا کے خلیفہ ہیں۔ یہی اُن کے نزدیک حکم سجدہ کے معنی ہیں۔

پھر اسی سلسلۂ کلام میں اہلِ یوروپ کے بہت سے "مناقب و فضائل" بیان فرمانے کے بعد مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

یا ایھا المسلمون الم تسمون افلا انتم فی اسلامکم الضالون وعن الصراط لناکبون۔ افما انتم تفعلون ھو الاسلام ام ما یفعل

او رسمی مسلمانو! کیا تم اپنے اسلام کے بارہ میں گمراہ اور "راستہ" سے ہٹے ہوئے نہیں ہو؟ کیا اسلام وہ ہے جو تم کرتے ہو یا وہ ہے جسکو یہ "کافر" (اہل یوروپ) کر رہے ہیں (اور دیکھو اسکا معیار یہ ہے کہ

الکفر ون وقد قال اللہ لکم و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الآخرۃ من الخاسرین ۔ (۳: ۸۴)

فلم یقبل اللہ منھم ولا یقبل منکم ویتم نعمته علیھم ویعرض عنکم ویرفعھم ویخفضکم ، یقبض المسلمین ویبسط الکافرین فالحق انه ما فیکم من الاسلام من شئ وانھم ھم المسلمون (ایضاً صفحہ ۴۸)

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ "جو شخص اسلام کے سوا اور دین اختیار کریگا تو وہ ہرگز نہیں قبول کیا جائیگا اور آخرت میں وہ خسارہ والوں میں سے ہوگا"

پس سوچو کہ! کیوں اللہ تعالیٰ ان (اہل یورپ) سے قبول کرتا ہے اور تم سے کیوں نہیں قبول کر رہا اور کیوں ان کو اپنی نعمتوں سے مالامال کر رہا ہے اور تمہاری طرف سے کیوں بے رُخی برت رہا ہے، اور کیوں انکو بلند اور تم کو پست کر رہا ہے اور کیوں تم "مسلمانوں" کو تنگی میں ڈال رہا ہے اور ان "کافروں" (یعنی اہل یورپ کو) کیوں فراخی اور وسعت دے رہا ہے ۔ پس حق بات یہ ہے کہ تم میں اسلام کی کوئی چیز اور کوئی بات بھی نہیں پس یہ اہل یورپ ہی مسلمان ہیں ؎

اہل یورپ کے ایمان و اسلام کی عجیب توجیہہ

اہل یورپ کے "ایمان و اسلام" کے متعلق علامہ صاحب کا نظریہ ٹھیک طور سے سمجھنے کیلئے ناظرین کرام کو یہ بھی معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ انہوں نے "اسلام" کے دس بنیادی اصول" مقرر کئے ہیں وہی اُن کے نزدیک "ارکانِ

؎ ۔ گویا علامہ صاحب کے نزدیک اہل یورپ کی موجودہ حالت ان کے دین کی مقبولیت کی دلیل ہے اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کا موجودہ مذہب اور طریق عمل ہی اسلام ہے کیونکہ حسب فرمودۂ قرآن اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول ہی نہیں ہوسکتا یہ ہے علامہ صاحب کے نزدیک اہل یورپ کے "اسلام" کی بڑی دلیل ۔ اور یہ بعینہ وہی دلیل ہے جو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے برسرحق ہونے کے لئے پیش کی تھی ۔ اور رسول اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مکہ کے سرمایہ دار مشرکوں اور منکروں نے بھی اسی فرعونی منطق سے کام لیا تھا ۔ جیسا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب بہ تفصیل بیان کریں گے ۔ ۱۲

اسلام" اور" اصول ایمان" ہیں اور ان کا خیال ہے کہ جسطرح بھی کسی کو ان دس اصولوں کا علم ہوجائے اور وہ اُن پر عمل پیرا ہوجائے بس وہ مسلمان ہے۔ پھر ان کے نزدیک ان اصولوں کا علم حاصل ہونے کی چند راہیں ہیں۔ ایک ذریعہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی لائی ہوئی آسمانی کتابیں ہیں۔ دوسرا ذریعہ "صحیفہ فطرت" زمین اور آسمان اور دیگر کائنات کے احوال میں غور و خوض ہے۔ تیسرا ذریعہ چرندوں پرندوں وغیرہ حیوانات کے حالات و خصائل کا مطالعہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ساری کائنات بھی ان ہی اصولوں پر چل رہی ہے اور "مومن و مسلم" ہونے کے لئے بس اسکی ضرورت ہے کہ اپنی زندگی کو ان اصولوں کے مطابق کرلیا جائے خواہ ان اصولوں کا علم کسی نبی کے فیض اور اُس کی تعلیم سے حاصل کیا جائے یا دوسرے مذکورہ بالا ذرائع سے، اور اہل یورپ نے ان اصولوں کا علم موخر الذکر ہی ذرائع سے حاصل کرکے ان کو اپنا لائحہ عمل بنالیا ہے، لہٰذا وہ مومن ہیں، مسلم ہیں، "دین الحق" اور "دین فطرت" پر ہیں گویا علامہ کے نزدیک کسی کے "مومن" اور "مسلمان" ہونے کے لئے اسکی ضرورت نہیں کہ نبی اور رسول کی تصدیق ہو، انکی نبوت و رسالت کا اذعان و اقرار ہو۔ اُنکی تعلیم سے استفادہ ہو، بلکہ ایک شخص اللہ کے فرستادہ نبی و رسول سے منکر ہوتے ہوئے بھی "علامہ" صاحب کے اصول پر "مومن و مسلم" ہوسکتا ہے بشرطیکہ کسی ذریعہ سے ان کے مقرر کئے ہوئے ان "دس اصولوں" کا علم اسکو حاصل ہوجائے اور وہ ان کے مطابق عامل ہو۔ اور اسی لئے وہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے منکروں اور کھلے مخالفوں موجودہ اہل یوروپ کو "مومن و مسلم" کہتے ہیں۔ اور عہد حاضر کے مسلمانوں کو باوجود ایمان باللہ ایمان بالرسول، ایمان بالقرآن اور اقرار اسلام کے، جو وہ کافر و مشرک" کہتے ہیں تو صرف اسی لئے کہ ان کے مقرر کئے ہوئے دس اصولوں پر اُنکا عمل نہیں ہے۔

پھر یہ "دس اصول" جنکو علامہ صاحب نے "ارکان اسلام" ٹھیرایا ہے ان کی تشریحات کے مطابق وہی "غالب بنکر رہنے" کے ہتھیار ہیں غرض "اسلام و ایمان" کی روح اور اسکی اصل اُن کے نزدیک بس غلبہ و قوت اور دنیوی حکومت ہی ہے۔ لاغیر۔

سلسلہ کلام جب یہاں تک پہنچ چکا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کرام کو علامہ صاحب کے ان "اصول عشرہ" اور انکی حقیقت سے بھی آشنا کرا دیا جائے۔ ملاحظہ ہو وہ اصول یہ ہیں۔

علامہ صاحب کے مقرر کردہ "اسلام" کے دس بنیادی اصول

(۱) توحید فی العمل۔ (۲) وحدت اُمت۔ (۳) اطاعت امیر (۴) جہاد بالمال۔ (۵) جہاد بالسیف و الانفس (۶) ہجرت (۷) استقامت فی السعی مع التوکل فی النتائج۔ (۸) علم۔ (۹) مکارم اخلاق (۱۰) ایمان بالآخرت

(عربی افتتاحیہ صفحہ ۵ و دیباچہ اردو صفحہ ۱۲۶)

اِن "اصول عشرہ" کے متعلق علامہ صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ وہ دس عظیم الشان اصول ہیں جنپر میری دانست میں نبی آخرالزماں کے لائے ہوئے اسلام کی تمام بنیاد ہے۔" (دیباچہ اردو صفحہ ۱۲۷)

پھر چند سطر بعد لکھتے ہیں۔

"اصل دین" اور "الامر" یہی دس اصول ہیں، یہی عشرہ مبشرہ دینِ فطرت ہے۔ یہی "فطرۃ اللہ التی فطر النّاس علیھا" (روم) ہے یہی وہ لائحہ عمل ہے جسپر چلکر ہر قوم آرام پا رہی ہے۔ تمکن فی الارض ہے موروثِ زمین ہے۔ (ایضاً)

اِن اصولوں کی حقیقت

ان اصولوں کے عنوان تو اگرچہ اسلامی ہیں لیکن علامہ صاحب کے نزدیک ان کی حقیقت اُس سے بالکل مختلف ہے جو جمہور اہل اسلام سمجھتے ہیں اور جو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ سے معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً توحید کا جمہور امت کے نزدیک جو مفہوم ہے وہ سب جانتے ہیں۔ لیکن علامہ صاحب کے نزدیک "توحید" کی حقیقت اُس سے بالکل مختلف ہے، اس بارہ میں ان کا جو خود ساختہ نظریہ ہے وہ ذیل کے اقتباسات سے معلوم ہو سکتا ہے۔

علامہ صاحب کے نزدیک "توحید" کیا ہے

ما التوحید بما انتم تزعمون ان هو الا علمکم اعمال ربکم وھجرکم کل ما یشغلکم عن الھی والاستقامۃ الیہ لو کنتم تعلمون

(عربی افتتاحیہ صفحہ ۷)

توحید وہ نہیں ہے جو تم لوگ خیال کرتے ہو، توحید تو بس یہ ہے کہ اعمالِ خدا کا علم حاصل کیا جائے (جیسا کہ اہل یورپ نے حاصل کیا۔م) اور جو چیز سعی و کوشش سے تم کو روکنے والی ہو اسکو چھوڑ دیا جائے اور پوری استقامت سے کام کیا جائے، کاش تم اس حقیقت کو جان لیتے۔

اسی کے صفحہ ۲۱ پر یہ بھی لکھا ہے کہ۔

فما التوحید الا وحدۃ الامۃ لو کنتم تعلمون۔

بس "وحدتِ امت" اور قوم کا باہمی اتحاد ہی "توحید" ہے۔ کاش تم کو اسکا علم ہوتا۔"

اور دیباچہ اُردو کے صفحہ ۱۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"پس اس کارگاہ کسب و عمل کے اندر اگر کوئی شخص کسی مفید جماعت منتہا کو پیش نظر رکھ کر کڑیاں جھیل رہا ہے تو وہ ازروئے قرآن خدا کا عابد ہے۔ جو قوم تکلیف اُٹھا کر اپنے آپ کو بہتر بنا رہی ہے وہ فی الحقیقت توحید پر چل رہی ہے، جو کاہل اور بے عمل ہے، وہ مشرک ہے، منکرِ خدا ہے، عابدِ شیطان ہے، جو کام کر رہی ہے وہ حلقہ عبودیت میں شامل ہے...... توحید کا اصل اصول فی الحقیقت اَن لیس لِلانسان الّا ما سعیٰ (نجم) ہی کو تسلیم کرنا ہے، یہی خدا کو ماننا اور شیطان سے گریز کرنا ہے۔ یہی عبادت ہے، یہی توحید ہے۔"

اور چونکہ علامہ صاحب کے نزدیک توحید کی حقیقت اور اسکا معیار یہ ہے۔ اسلئے ان کے خیال کے مطابق۔

آجکل کی بت پرست قومیں اور "تین خدا ماننے والے نصاریٰ بھی موحد ہیں بلکہ اُن کی توحید بہ نسبت مسلمانوں کے اعلیٰ اور اصلی ہے

بت پرستی کا عقیدہ رکھنے یا عملاً بت پرستی کر لینے یا منہ سے تین خدا کہنے کی وجہ سے کوئی شخص یا کوئی قوم مشرک نہیں ہوتی۔ توحید سے خارج نہیں ہو جاتی

اس سلسلہ کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

اس کشت زار سعی و عمل کے اندر نہ اعتقادی بُت پرستی کوئی بت پرستی ہے۔ نہ قولی خدا پرستی کو عبودیت کہہ سکتے ہیں۔ (دیباچہ اردو صفحہ ۱۱۸)

ظاہری بت پرست مگر متحد قومیں اُسکی (یعنی خدا کی۔م) مطلق اصطلاح میں عابدِ خدا اسلئے ہیں کہ اسکے قانون پر عمل کر رہی ہیں، رسمی بت پرستی کے باوجود متحد ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۱۱۹)

اگر کوئی قوم یا فرد اپنے اعمال میں خدا کے احکام پر چل رہی ہے اُس کے قانون کی عملاً مطیع ہے لیکن رسماً یا عادۃً یا رواجاً کسی بت، کسی پتھر، کسی شمس و قمر کے آگے ماتھا ٹیک رہی ہے تو وہ درحقیقت خدا کی عابد ہے......

پتھر کی رسمی پرستش یا خدا کے آگے رسمی سجدے کر لینے سے کسی قوم یا فرد کے عابدِ خدا یا عابدِ ماسوا ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے مشرک یا موحد ہونے کا محاکمہ طے نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا نصیبِ عمل اور صرف عمل پر ہے۔ اس بات کو دیکھنا ہے کہ کس کے احکام کی تعمیل ہو رہی ہے! اگر خدا معبود ہے تو وہ قوم موحد ہے اگرچہ رسماً پتھروں کو کیوں نہ پوج رہی ہو۔ یا قولاً خدا کو تین یا دس، یا دس ہزار کہہ رہی ہو۔ (ایضاً صفحہ ۹۹)

اور انتاحیہ عربی صفحہ ۶۶ پر لکھتے ہیں۔

فواللہ ما جاھد قوم فی زماننا ھذا فی التوحید قطّ مثل ما جاھد الغرب۔	پس قسم بخدا کہ زمانہ میں کسی قوم نے توحید کے بارہ میں ایسا جہاد نہیں کیا جیسا کہ اہل یورپ نے کیا ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۱۴۸ پر ہے۔

القول الفیصل الذی لا یشک فیہ ھو ان علماء الطبیعۃ ھم الذین یومنون بتوحید اللہ تعالی بالحق	اور قول فیصل جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں یہ ہے کہ طبیعیات کے ماہرین ہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی معنی میں خدا کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔

پھر اسی کے صفحہ ۱۹ پر ہے۔

النصرانیون قد بلغوا شاواً مبلغہم فی العلم والعمل وما لکم لا تعلمون ولا تعملون۔ لقد ورثوا الارض صعیدھا وجزدھا وبرّھا وبحرھا فصاروا من عبادہ الصالحین۔ لقد آمنوا بالتوحید علماً وعملاً علی قولھم ثالث ثلثہ۔	زمانہ حال کے نصرانیوں نے علم و عمل میں زبردست ترقی کی ہے اور افسوس تم میں نہ علم ہے نہ عمل۔ وہ عیسائی آجکل ہر قسم کی زمینوں کے مالک ہیں بحر و بر پر ان کا قبضہ ہے پس اسواسطے وہ خدا کے صالح بندوں میں سے ہیں اور تین خدا کہنے کے باوجود علمی اور عملی دونوں طرح سے توحید پر انکا ایمان ہے۔

امید ہے کہ علامہ صاحب کی ان تصریحات سے ناظرین کرام نے توحید کے متعلق انکا نظریہ سمجھ لیا ہوگا اور اندازہ کر لیا ہوگا کہ اصل "اسلامی توحید" سے علامہ صاحب کی یہ "توحید" کسقدر مختلف ہے۔

"علامہ صاحب" کے مقرر کردہ دس اصولوں میں سے دوسرا اصول "وحدتِ اُمت" ہے لیکن اسکا بھی یہی حال ہے کہ ان کے نزدیک اسکی جو حقیقت ہے وہ اس سے بالکل جداگانہ ہے جو اسلام میں مطلوب ہے، دین الٰہی جس وحدت کا مطالبہ کرتا ہے وہ، وہ دینی اور مذہبی وحدت ہے جسکا مرکز "دین الٰہی" ہو اسی کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا، لیکن وہ وحدت اور اجتماعیت جسکا مرکز اور محور "دین الٰہی" نہو (بلکہ وطنیت یا نسلیت یا کوئی اور چیز اسکی محرک ہو) اسلام میں اسکی کوئی اہمیت نہیں اور علامہ صاحب کی مراد اس جگہ وہی "وحدت امت" ہے جسکا دوسرا نام آج "قومی اتحاد" ہے جو فی زماننا غیر مسلم اقوام بالخصوص اقوام یورپ میں بالغایت پایا جاتا ہے جیسا کہ علامہ صاحب نے عربی الفتیاحیہ کے

صفحہ ۳۷ پر اسکی تصریح کی ہے۔

علامہ صاحب کا تیسرا اصول "اطاعتِ امیر" ہے - اس بارہ میں بھی انکا نظریہ اسلامی نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ مگر چونکہ "خاکسار تحریک" کی بنیادی اصولوں میں سے وہ ایک اصول ہے اسلئے ہم آئندہ اوراق میں اسپر مستقل بحث کریں گے۔ اس سے ہمارے ناظرین کو انشاء اللہ معلوم ہو جائیگا کہ "اسلام کی تعلیم کردہ" اطاعتِ امیر" کی حقیقت کیا ہے اور علامہ صاحب کا نظریہ اس سے کسقدر مختلف بلکہ اسکے کتنا مناقض ہے۔

یہی حال ان کے باقی اصولوں "جہاد بالمال" جہاد بالسیف والانفس، ہجرت، اور پھر اس راہ میں صبر و استقامت وغیرہ کا ہے۔ اسلام کے نزدیک جانی یا مالی جہاد اور ہجرت وہی ہے جو فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے لیے اور اس کے بھیجے ہوئے قانون کے ماتحت ہو۔ لیکن علامہ صاحب کے نزدیک ایک قوم کا دوسری قوم سے لڑنا اور کسی قومی کام کے سلسلہ میں ایک ملک سے دوسرے ملک کو جانا۔ پس اسی کا نام "جہاد" اور "ہجرت" ہے۔ اسی بناء پر اہل یورپ کی لڑائیاں اور ان کا حکومت کرنے کے لئے دوسرے ملکوں کو جانا ہی اُن کے نزدیک جہاد اور ہجرت ہے۔ گویا ان کے اصول پر آج کی دنیا میں سب سے بڑے "مجاہدین"۔ "مہاجرین" اور پھر "صابرین" "سولینی اور ہٹلر اور انکی قومیں ہیں۔

اہل یورپ کے "جانی و مالی جہاد" ان کی "ہجرت" اور پھر اس راہ میں ان کی استقامت کے متعلق مشرقی صاحب کی بعض تصریحات صفحات ماسبق میں گذر چکی ہیں یہاں ایک عبارت اور ملاحظہ ہو۔

فواللہ ما ربکم لکم بغفور رحیم ان ھو لغفور الا للمغربیین النصرانیین المومنین الذین یداومون فی زماننا ھذا علی جہادھم بالسیف والانفس لیکفوا ایدی الاعداء عنھم والذین یھاجرون من ملک الی ملک لتقویۃ قومھم والذین یصبرون فی سعیھم صبرا تاما ۵۴ (عربی افتتاحیہ صفحہ ۹۳)

پس قسم خدا کی اللہ ہرگز تمہاری مغفرت یا تم پر رحم کرنیوالا نہیں ہے۔ وہ تو صرف ان یورپین عیسائیوں کی مغفرت کرنیوالا ہے۔ جو صحیح معنی میں "مومن" ہیں اور فی زماننا ہمیشہ تلوار اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں تاکہ دشمنوں کو اپنے سے دفع کریں اور جو اپنی قوم کو قوت پہنچانے کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک کو ہجرت کرتے رہتے ہیں۔ اور جو اپنی جد و جہد میں صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں۔

۵۴ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵-۱۶-۱۸ ۱۲

اسی ایک عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ صاحب کے نزدیک "اسلام" کی بنیاد جس "جہاد" یا "ہجرت" اور صبر استغا معتا پر ہے اُنکی حقیقت وہ نہیں ہے جو جمہور امت کے نزدیک ان اصطلاحوں سے مراد ہوتی ہے بلکہ ان کی مراد ان الفاظ سے وہ ہے جو اہلِ یورپ کا عمل ہے۔

اسی طرح "علم" اور "مکارمِ اخلاق"[۹] کا حال بھی ہے جس "علم" کو وہ بنیادِ "اسلام" بتلا رہے ہیں وہ اہل یورپ ہی کے موجودہ علوم ہیں اور وہی ان کے نزدیک "مکارم اخلاق" کے مالک ہیں۔ چنانچہ عربی افتتاحیہ کے صفحہ ۴۱ پر اہل یورپ کی موجودہ علمی و فکری ترقیات کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

افعلماءکم المتشرعون الحاضرون "العلماء بالحق" فی لغۃ القرآن۔ ام الحکماء الغربیون الطبیعون المعاصرون۔

کیا آجکل کے تمہارے علماءِ باشرع، قرآن کی زبان اور اسکی اصطلاح میں "علماء بالحق" (یعنی حقیقی علماء) ہیں یا یورپ کے یہ ماہرین طبعیات فلاسفر۔؟

پھر چند سطر بعد فرماتے ہیں۔

اھم حریون بان یسموا العلماء ام الغربیون (ایضاً صفحہ ۴۲)

کیا تمہارے یہ "مولوی" اس قابل ہیں کہ انکو "علماء" کہا جائے یا یہ اہل یورپ۔

پھر اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں۔

والمغربیون العالمون الذین عرفوا ربھم بوساطۃ صحیفۃ الفطرۃ ودرسوا کتاب اللہ۔ (ایضاً صفحہ ۴۳)

اور اہل یورپ ہی "وہ علماء" ہیں جنہوں نے صحیفۂ فطرت کے مطالعہ سے اپنے رب کی صحیح معرفت حاصل کی ہے اور انہوں نے کتاب اللہ کو پڑھا ہے (کتاب اللہ سے علامہ صاحب کی مراد جو ہے وہ ابھی صفحہ ۳۲ پر آتی ہے)

نیز کتاب ہٰذا کے صفحہ ۱ پر اسی افتتاحیہ عربی صفحہ ۳۷ و ۳۸ کی اور صفحہ ۲۵ پر افتتاحیہ صفحہ ۹۱ کی جو عبارات نقل ہو چکی ہیں ان میں بھی علامہ صاحب نے بڑے زور کے ساتھ اپنے اس خیال کو ظاہر کیا ہے کہ علم صحیح اور وہ علم جسکو قرآن نے "علم"[۵] کہا ہے بس ان اہل یورپ ہی کے پاس ہے اور وہ ہی حقیقی علماء ہیں

[۵] فان العلم فی لغۃ القرآن ھو الذی یترشح من درس الفطرۃ ومطالعۃ اعمالہ تعالیٰ" تذکرہ صفحہ ۴۵

علیٰ ہٰذا "مکارمِ اخلاق" کے متعلق اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر افتتاحیہ صفحہ ۳۷و ۳۸ کے حوالہ سے اہل یورپ ہی کے بارہ میں اُن کی یہ پرزور شہادت گذر چکی ہے کہ:۔

تخلقو باخلاق اللہ — انہوں نے اپنے اندر خدائی اخلاق

(عربی افتتاحیہ صفحہ ۳) — پیدا کرلئے ہیں۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُن کے نزدیک "مکارمِ اخلاق" کا معیار کیا ہے۔

ان کا دسواں اور آخری اصول "ایمان بالآخرۃ" ہے اسکی کوئی مستقل اور جداگانہ تشریح میری نظر سے نہیں گذری اسلئے مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ اسکی حقیقت "علامہ صاحب" کے نزدیک آیا وہی ہے جو جمہور امت کا اس بارہ میں عقیدہ ہے۔ یا توحید، جہاد، ہجرت، وغیرہ کی طرح اس لفظ اور اس عنوان سے بھی اُنکی کچھ اور مراد ہے۔ واللہ اعلم!۔

بہرحال یہ ہیں وہ دس اصول جنپر "علامہ صاحب" کے نزدیک اسلام کی "تمامتر بنیاد" ہے یہی اُنکے نزدیک "اصل دین" ہیں اور یہی اصول وہ "فطرۃ اللہ" ہیں جسکے متعلق قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے، فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔

علامہ صاحب کا خیال ہے کہ جو ان اصولوں کے موافق چلے بس وہ "مومن اور مسلم" ہے۔ اور موجودہ یورپین اقوام ان کے نزدیک اسی لئے "مومن اور مسلم" ہیں کہ انہوں نے طبعیات اور سفلی مخلوقات کے احوال کے تجسس اور پرندوں چرندوں وغیرہ حیوانات کے عادات و خصائل کے گہرے مطالعہ سے ان "اصولِ اسلام" کو دریافت کرلیا ہے اور انہی کو اپنا لائحہ عمل بنالیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

فالذین جاھدوا فی ھٰذہ الاصول حق جھادھا	پس جن لوگوں نے ان دس اصولوں میں کما حقہٗ جدوجہد کی اور بقدر امکان و
وبلغوا اشد مبلغھم فیھا	وسعت انکے لئے انتہائی سعی و کوشش کی۔
وسعوا فیھا ما استطاعوا	اور استقلال کے ساتھ اسپر چلتے رہے۔ بس
ولم یتزلزلوا عنھا فاولٰئک	وہی فلاح پانے والے ہیں اور وہی "مومن" اور
ھم المفلحون۔ و اولائک ھم	"مسلمان" ہیں۔ اور بیشک دانایانِ یورپ نے

المومنون المسلمون - وقد استنبط
الحکماء من المغرب کل ھذا الاسلام
من دراسة احوال الطبعیة و
عوائد المخلوقات السفلیه ومن
مطالعة ما یماثل ویشاکل بین
مجامع الناس وامم الطیور والدواب
(عربی افتتاحیہ صفہ ۵۸)

طبیعت کے احوال اور مخلوقاتِ سفلیہ کے اطوار
میں غور وفکر کرکے اور پرندوں چرندوں کی
امتوں ، اور انسانی گروہوں کے درمیان جن
چیزوں میں مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے
ان کا گہرا مطالعہ کرکے اس پورے اسلام
کو دریافت کرلیا ہے ۔

پھر قریبًا تین ورق میں اسکی تفصیل کی ہے —— اسی سلسلہ میں انکے انکشافات کا ذکر کرکے لکھتے ہیں ۔

وھم الذین ھدوا الی الصراط
المستقیم صراط الذین انعم
اللہ علیھم غیر المغضوب
علیھم ولا الضالین۔
(ایضاً صفہ ۶۴)

اور یہی وہ ہیں جنکو "صراطِ مستقیم" (سیدھے راستے)
کی ہدایت ہوئی جو ان لوگوں کا راستہ ہے جنپر
اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور جنپر خدا غضب نہیں
ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے ۔

پھر اسی سلسلۂ بحث میں اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں - کہ :-

ونظرًا الی کل ما تقدم من اجتھادھم
فی اشیاء الفطرة ومبلغھم
من عادة اللہ واستقصائھم فی
قانونہ واستقرائھم سنتہ
القول الحق الذی لاریب فیہ
ھوان کل ھذہ ماذھب الیھا
الغرب من اصول الاسلام بل
دینہ تعالیٰ بل فطرة اللہ التی
فطر الناس علیھا، والدین الذی

ان اہل یورپ نے اشیاءِ فطرت کی دریافت میں
جو فکری جدوجہد کی اور اللہ کی سنت وعادت
اور اسکے قانونِ قدرت کو جسطرح چھانا اور پھر جانا
ان سب چیزوں پر نظر کرکے کہا جاسکتا ہے اور
بلا کسی شک وشبہ کے سچائی کے ساتھ کہا جاسکتا
ہے کہ یہ سب کچھ جسکو یورپ نے اختیار کیا اسلام کے
اصولوں میں سے ہے ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا
دین ہے ۔ اور اسکی بنائی ہوئی وہ فطرت
ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہو

وصّی بہ النبیون لانھم افلحوا
بہٰذا القانون واصلحوا بالھم بہٰذا
المسنون فمن اتّقیٰ واصلح فلا
خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون
(۷: ۳۵) واما الاختلاف بین
القرآن وبینھم فی اسالیب نفاذھا
وطریق اتباعھا فھو من الفروع
لیس باصل الدین ولذالک یجزیھم
اللّٰہ بما کسبو ویستخلفھم فی
الارض ویمکن لھم دینھم الذی
ارتضیٰ لھم (۲۴: ۵۵)
انّ اللّٰہ لا یُضیع اجر المحسنین
(عربی افتتاحیہ صفحہ ۶۶)

اور وہی وہ دین ہے جس کی وصیت تمام نبیوں
نے کی تھی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان
اہل یورپ نے اسی قانون سے فلاح پائی ہے
اور اپنی حالت کو انہوں نے اسی دستور کے ذریعہ
درست کیا ہے اور (قرآن پاک میں ہے کہ) "جن
لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی ان کو نہ
خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے" اور ان اہل
یورپ اور قرآن کے درمیان جو کچھ اختلاف ہے
وہ صرف ان "اصول اسلام" کے نفاذ اور ان کے
طریق عمل میں ہے اور وہ محض فروعی ہے جسکا
اصل دین سے تعلق نہیں اور اسی واسطے اللہ
اُن کے اعمال کا بدلہ دے رہا ہے اور انکو زمین کی
خلافت حوالہ کر رہا ہے اور ان کے لئے جو دین اس نے
پسند کیا اس کو ان کے لئے مستحکم اور مضبوط کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ نیک کرداروں کے
اجر کو رائگاں نہیں کرتا۔

یورپین عیسائیوں کے ایمان اور علم بالقرآن پر خدا کی گواہی

اسی افتتاحیہ کے صفحہ ۵ پر ان ہی اہل یورپ کے "فضائل و مناقب" بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولاشک فی انھم ھم الابرار الذین
آمنوا وعملوا الصالحات۔ فی ھذہ
الارض فی زماننا ھذا ولاشک
انھم ھم المفلحون ولا نظنوا انہ ما
کان للمضی اثنین الغربیین المعاصر
ان یومنوا بالقرآن کما ھذا وان لھم

اور اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہی لوگ وہ
نیکوکار ہیں جو اس زمانہ میں اور اس دنیا میں ایمان
لائے ہیں اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے ہیں اور ہمیں
کوئی شک نہیں کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں
اور مت خیال کرو کہ یورپ کے آجکل کے یہ عیسائی
"مومن بالقرآن" نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اگرچہ

يرو ادياں رسوہ کل رسکہ فاللہ
شھیدٌ علی ایمانھم بہ وعلمھم
فی القرآن فی ما یلی الایات التی
تقدم ذکرھا وقال وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ
الْکِتَابِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ
اِلَیْکُمْ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ الآیہ)
(افتتاحیہ عربی صفحہ ۸۵)

قرآن کو دیکھا نہیں اور یہ تمہارا طرح پڑھا ہے، لیکن
اللہ اُن کے ایمان بالقرآن اور "علم بالقرآن" کی گواہی
خود قرآن میں دے رہا ہے (اُن بعض آیات میں بھی
جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں اور اُن کے علاوہ ایک یہ آیت ہے)
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اہل کتاب میں سے بعض وہ بھی
ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو تمہاری طرف
نازل کیگئی اور اسپر بھی جو انکی طرف نازل ہوئی۔ الخ

اگرچہ یہاں ہم علامہ صاحب کے ان خیالات پر علمی تنقید کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں اور یہ فرض ہم انشاءاللہ آئندہ کسی صحبت میں مستقل طور سے ادا کریں گے تاہم ناظرین کرام کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے اس موقع پر اتنا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صفحہ ۸۵ کی مندرجہ صدر عبارت میں یورپین عیسائیوں کا "ایمان بالقرآن" ثابت کرنے کے لئے انہوں نے جو آیت (وَاِنَّ من اھل الکتاب لمن یومن باللہِ الآیہ) پیش کی ہے اسکے معنی میں انہوں نے نہایت افسوسناک اور باطل ترین تحریف کی ہے۔ اس آیت میں درحقیقت ان خوش نصیب اہل کتاب (نصاریٰ یا یہود) کا ذکر ہے جنکو اسلام قبول کرنے کی توفیق ہوئی، مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ اور حضرت کعب احبار رضؓ جیسے وہ نومسلم حضرات جو پہلے یہودی یا نصرانی تھے اور انہوں نے اپنی فطری سعادت کے باعث اسلام کو حق سمجھ کر قبول کیا اور وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اسلام یعنی قران مجید پر ایمان لائے، بس اس آیت کو موجودہ یورپین عیسائیوں پر چسپاں کرنا ایسی شرمناک تحریف ہے جس کی جرأت صرف "مشرقی صاحب" جیسے بہادر علاموں کو ہی ہو سکتی ہے۔

"علامہ صاحب" نے موجودہ یورپین اقوام کو، مومن و مسلم اور صالح و متقی، ثابت کرنے کے لئے تذکرہ بالخصوص اس کے عربی افتتاحیہ میں اتنا زور لگایا ہے اور اس مقصد کے لئے قرآن پاک میں ایسی باطل اور شرمناک تحریفیں کی ہیں کہ ان کو دیکھ کر "علامہ صاحب کی جرأت علی اللہ پر حیرت ہوتی ہے اور خیال ہوتا ہے کہ شاید "تذکرہ" کی تصنیف سے علامہ صاحب کا مقصد ہی یہ ہے کہ کسی طرح مسلمانوں میں موجودہ اہل یورپ کے "مومنین"، "صالحین" ہونے کا یقین پیدا کر دیا جائے۔ ناظرین کرام نے بھی اُن کی بیسیوں مذکورہ صدر عبارات سے اس کا اندازہ فرمایا ہوگا۔ پھر یہ خیال نہ فرمایا جائے کہ اس بارہ میں علامہ صاحب کی تصریحات بس یہی ہیں۔ یقین فرمائیے کہ ابھی تو ان کا عشر عشیر

بھی نقل نہیں ہوا۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ صرف افتتاحیہ کے قریباً ستر ورقوں میں کم از کم ستر ہی جگہ انہوں نے اہل یورپ کے "مومن وصالح" ثابت کرنے کی کوشش کی ہو گی چونکہ مضمون بہت طویل ہوتا جارہا ہے اسلئے اب ہم چند تصریحات اور نقل کر کے اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔ افتتاحیہ کے ہی صفہ ۸۶ پر فرماتے ہیں۔

والمغربیون ھم الذین یومنون بالقرآن العظیم بعلمھم وعملھم فی زماننا ھذا ولو کرہ المسلمون المرتسمون الا انھم خاضوا فی السموات والارض اشد خوضا فی ھذا الزمان و استنبطوا من ھذا الکتاب الجلیل المبین آیات اللہ البالغہ النابغة التی ھم بھا متمسکون فلا شک فی انھم ھم المومنون۔ (افتتاحیہ صفہ ۸۶)

اور اہل یورپ ہی وہ لوگ ہیں جو فی زمانا قرآن عظیم پر علمی اور عملی طور سے ایمان رکھتے ہیں۔[۱] اگرچہ یہ بھی مسلمانوں پر یہ چیز گراں ہو اور ان اہل یورپ کے ایمان بالقرآن کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے زمین و آسمان کی کائنات میں خوب غور و فکر کیا ہے اور قدرت کی اس عظیم الشان کتاب کے مطالعہ سے انہوں نے اللہ کی زبردست اور نفع بخش آیات کو دریافت کر لیا ہے اور وہ ان پر عامل ہیں۔ پس بلاشک وہی "ایمان والے ہیں"۔

پھر اسی کے صفہ ۸۹ پر فرماتے ہیں۔

فالمغربیون ھم الذین آمنوا باللہ علی علمھم وعملوا الصالحات بایدیھم وارجلھم بالحق فاولئک ھم المفلحون۔

پس اہل یورپ ہی وہ لوگ ہیں جو علم کے ساتھ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ہاتھ پیروں سے حقیقی معنوں میں اعمال صالحہ کئے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

---

[۱] اس موقعہ پر ہر شخص کو یہ شبہ ہو گا کہ یورپ والے جب قرآن کو جانتے اور مانتے ہی نہیں تو قرآن پر اُن کے ایمان کے کیا معنی؟ علامہ صاحب نے عربی افتتاحیہ صفحہ ۵۰ پر اسکا جو عجیب و غریب جواب دیا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ۔ "قرآن درحقیقت خاص اس کتاب کا نام نہیں ہے جسکو مسلمان حفظ کرتے ہیں اور جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی اور نہ اس خاص عربی کتاب پر دین کا مدار ہے بلکہ "کتاب اللہ" نام ہے صرف اُس ہدایت اور اُس اصول و آئینِ حق کا جو خدا کے رسول اس واسطے لیکر آئے تھے کہ تم کو اسکے ذریعہ سے غالب کر دیں اور وہی سارے نبیوں اور رسولوں کا مشترک دین و آئین تھا۔ بس اسی مشترک پیغام کا نام قرآن ہے اور یورپ نے اپنی غور و فکر سے اسکو دریافت کر لیا ہے لہٰذا وہ مومن بالقرآن ہیں"۔ ملخصا از مشرقی تذکرہ۔ صفہ ۵۰-۵۲ ۱۲ منہ

پھر اس سے اگلے صفحہ پر مسلمانوں کو خطاب کر کے لکھتے ہیں۔

فلا شک انکم لا تومنون ولا تعملون الصلحت ولا تعبدونه بل تشرکون به واکثرکم الفاسقون، والمغربیون هم الذین آمنوا وعملوا الصالحات فی زماننا هذا فیستخلفهم و یستدرجکم من حیث لا تعلمون۔ (عربی افتتاحیہ صفحہ ۹۰)

اور اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ تم میں نہ تو ایمان ہے اور نہ تم اعمالِ صالحہ کرتے ہو اور خدا کی عبادت بھی تم نہیں کرتے بلکہ اسکے ساتھ شرک کرتے ہو۔ اور تم میں زیادہ تر "فاسقون" ہیں۔ اور اہل یورپ ہی وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور جنکے اعمال صالح ہیں اسی واسطے اللہ انکو خلافت دے رہا ہے اور تمہیں اسطرح ڈھیل دے رہا ہے کہ تمہیں

پھر اس سے ایک ورق کے بعد صفحہ ۹۳ پر مسلمانوں ہی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

فواللہ ما ربکم لکم بغفور رحیم ان هو لغفور الا للمغربیین النصرانیین المومنین الذین یداومون فی زماننا هذا علی جهادهم بالسیف والانفس لیکفوا ایدی الاعداء عنهم والذین یهاجرون من ملک الی ملک لتقویة قومهم والذین یصبرون فی سعیهم صبرا تاما فانه قال۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۱۶: ۱۱۰) وقال اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ایضاً صفحہ ۹۳)

خدا کی قسم تمہارا رب ہرگز تمہاری مغفرت کرنیوالا اور تم پر رحم کرنیوالا نہیں، وہ تو صرف یورپ کے ان نصرانیوں کی مغفرت کرنیوالا ہے جو صحیح معنی میں ایمان والے ہیں اور جو فی زماننا دشمن کی دراز دستیوں کو روکنے کیلئے برابر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جو اپنی قوم کو طاقتور بنانے کیلئے ایک ملک سے دوسرے ملک کو ہجرت کر جاتے ہیں اور جو کامل صبر و استقلال سے اپنی جد و جہد میں لگے رہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے مصیبتیں جھیلنے کے بعد ہجرت کی اور پھر جہاد کیا اور اس راہ میں صبر و استقامت دکھائی تمہارا خدا ان آزمائشوں کے بعد انہی کی مغفرت کرنیوالا اور انہی پر رحمت کرنیوالا ہے۔ نیز دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی خدا کی رحمت کے امیدوار ہو سکتے ہیں اور اللہ انکے لئے غفور و

اس عبارت میں ان "علامہ صاحب" نے جو دو آیتیں نقل کی ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے اپنی راہ میں ہجرت و جہاد کرنیوالوں اور پھر اسکی مصائب و مشکلات کا صبر و استقامت سے مقابلہ کرنے والوں کے لئے مغفرت و رحمت کی بشارت دی ہے ، ان مقدس آیتوں کو اہل یوروپ پر چسپاں کرنے میں علامہ صاحب نے جو حیرت ناک بلکہ شرمناک تحریف کی ہے اسکو ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے۔ یوروپ کی موجودہ جنگیں اور اپنے مقبوضات کی توسیع کے لئے ان کی خونریزیاں "علامہ صاحب" کے نزدیک "ہجرت" اور "جہاد فی سبیل اللہ" کا مصداق ہوں تو ہوں لیکن اسلامی اصول بلکہ انسانی نقطۂ نظر سے بھی وہ سراسر درندگی اور شیطنت ہے۔

اہل یوروپ کے "ایمان و اسلام" اور ان کے "صلاح" و "تقوے" کے متعلق علامہ صاحب کی تصریحات ابھی بہت کچھ باقی ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس بارہ میں انکا نقطۂ نظر سمجھنے کیلئے منقولہ بالا عبارات بہت کافی ہیں نیز یہ بھی خیال ہے کہ اس سلسلہ کو اب اس سے زیادہ طول دینا غالباً ہمارے ناظرین کرام کی حد برداشت سے باہر ہوگا۔ لہٰذا اب انہی عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ اور امید ہے کہ محترم ناظرین نے "تذکرہ" کے ان اقتباسات سے "ایمان" و "اسلام" اور "دین و مذہب" کے متعلق علامہ صاحب کا یہ نظریہ اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ ان کے نزدیک یہ سب عنوانات ہیں۔ "تمکین فی الارض" "غلبہ و قوت" اور "سلطنت و حکومت" کے اور اس کے لئے جدوجہد کرنے کے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے بس وہی ان کے نزدیک ارکان اسلام اور اصول ایمان ہیں ، اُن ہی پر دین و مذہب کی تمامتر بنیاد ہے ، وہی عناصر فطرت ہیں۔

یوروپ کی موجودہ قومیں جو "غالب" ہیں "حکمران" ہیں اور اس غلبۂ و حکومت کیلئے جدوجہد کر رہی ہیں ، خوب انسانوں کا خون بہا رہی ہیں۔ بم بار طیاروں سے انسانی آبادیوں پر بے دریغ آگ برسا رہی ہیں ، پُر رونق اور آباد شہروں کو برباد کر رہی ہیں ۔ اور اسطرح اپنی حکومتوں کی حدود کو وسعت دیکر بقول "علامہ صاحب" اپنے کو "اعلون" ثابت کر رہی ہیں۔ وہی ان کے نزدیک "مومن" ہیں "مسلم" ہیں "صالح" ہیں "متقی" ہیں۔ "دین فطرت" اور "صراط مستقیم" پر ہیں۔ خدا کی "محبوب" اور "منعم علیہم" ہیں۔ "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کی صحیح مصداق ہیں۔

علامہ صاحب کے اس نظریہ کو ذرا اور زیادہ وضاحت اور یقین کے ساتھ سمجھنے کے لئے ان کی ذیل کی عبارات اور ملاحظہ فرمایئے۔

دُنیا میں غالب ہوکر رہنا ہی "صراطِ مستقیم" ہی جسکے لیے ہر نماز میں دُعا کیجاتی ہی

فما الصراط الا ان تغلبوا فی الدنیا وتمشوا فی الارض آمنین ۔
(عربی افتتاحیہ صفحہ ۱۳۵)

"صراطِ مستقیم" اسکے سوا کچھ نہیں کہ دُنیا میں تمہارا غلبہ ہو اور زمین میں تم بااَمن ہو ۔

پھر اسی صفحہ پر چند سطر بعد لکھتے ہیں ۔

فما دعاءکم فی الصلوٰۃ للصراط المستقیم الا ان یغلبکم اللہ فی الدنیا من فور ولھذا ترکعون و تسجدون ۔

نماز میں "صراطِ مستقیم" کے لئے جو دعا کیجاتی ہے (اھدنا الصراط المستقیم) اسکا مطلب یہی ہے کہ اللہ تم کو جلدی دُنیا میں غالب کردے اور اسی مقصد کے واسطے تمہارا رکوع سجدہ ہوتا ہی

"دینِ الحق" اس دُنیا میں قوی بنکر رہنے کی راہ کا نام ہے"

اصل کتاب "تذکرہ" صفحہ ۱۸۳ پر فرماتے ہیں ۔

"دینِ الحق" اس دنیا میں قوی بنکر رہنے کے لئے وہ صحیح راہِ عمل ہے جو عربی رسول خدا کی سیادت میں اختیار کی تھی۔ جب تک مسلمان غالب آتے رہے یہ راہِ عمل از روئے قرآن درست رہی۔ جب "اعلون" بنکر رہنے کا نصب العین نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تو مسلمانوں کا طرزِ عمل بھی "دینِ الحق" نہیں رہا"

سیاسی تمکن ہی کو قرآن میں "نور اللہ" کہا گیا ہے

فرماتے ہیں ۔

"سیاسی تمکن" ہی کو "نور اللہ" کہا گیا ہے جس کے اتمام کا وعدہ خدائے عزوجل کر رہا تھا"

(ایضاً صفحہ ۱۸۴)

جس قوم کا سیاسی اقتدار گھٹ رہا ہے وہی "ظالم اور فاسق" ہے

فرماتے ہیں ۔

"جس قوم کا سیاسی اور اجتماعی اقتدار گھٹ رہا ہے، جو ہلاکت کے قعرِ مذلت کیطرف بڑھ رہی ہے وہ شارع کائنات کی نظروں میں بلا لحاظ مذہب و ملت ظالم اور فاسق ہے ۔ (ایضاً صفحہ ۱۸)

آخرت میں جنت انہی کیلئے ہے جو اس دُنیا میں زمین کی بادشاہی اور دوزخ اُن کے لئے ہے جن کی حکومت زمین کے کسی گوشہ پر نہیں

فرماتے ہیں۔

فان "الجنة" لوارثی جنات الارض...... وبرزت الجحیم، للغوین الضالین الذین لم یرثوا من الارض قطعة وکانوا مستضعفین ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الآخرة اعمی (۱۷: ۷۲) ومن الضالین.... فالضالون ھم الذین لم یقدروا علی النعم ربھم فی ھذہ الدنیا واولئک ھم المغضوبون، والمغضوبون ھم الذین لم یرثوا من الارض قطعة فصاروا مستضعفین والمستضعفون ھم الھالکون المغضوبون ۔ (عزبی افتتاحیہ ۱۱)

پس "الجنة" (یعنی اُخروی جنت) ان ہی کے لئے ہے جو "جنات الارض" (یعنی اس زمین اور اسکے باغوں اور مرغزاروں) کے مالک و وارث ہوں اور دوزخ ان گمراہوں کے لئے تیار ہوئی ہے جنکا قبضہ زمین کے کسی گوشہ پر نہیں اور وہ کمزور ہیں ۔ اور جو اس دنیا میں محروم ہے وہ آخرت میں بھی محروم رہے گا اور گمراہوں میں ہوگا ۔ پس گمراہ وہی ہیں جو اس دنیا میں خدا کی نعمتوں کو نہ پا سکے اور وہی وہ بدنصیب ہیں جنپر خدا کا غضب ہے ۔ اور یہ وہی ہیں جو زمین کے کسی ٹکڑے پر بھی حکمران نہیں اور اسی لئے کمزور اور دبے ہوئے ہیں ۔ اور یہی ہلاک ہونے والے ہیں اور ان ہی پر خدا کا غضب ہے ۔

نیز اسی افتتاحیہ کے صفحہ ۹۷ پر فرماتے ہیں ۔

واللہ لا یفلح احد منکم فی الآخرة حتی یفلح قومہ فی الدنیا

اور خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی آخرت میں نجات حاصل نہیں کر سکتا جبتک کہ اسکی قوم دُنیا میں فلاح یاب نہو۔

اگر آپ نے "علامہ صاحب" کی ان تمام تصریحات پر کچھ غور فرمایا ہوگا تو اُمید ہے کہ ان کا نظریہ اچھی طرح واضح ہو کر آپکے سامنے آگیا ہوگا اور ہمارے اس دعوے کی صداقت آپ پر واضح ہوگئی ہوگی کہ "علامہ صاحب" کے نزدیک "ایمان و اسلام" کی روح اور اسکا حاصل صرف "غلبہ و قوت" اور "سلطنت و حکومت" ہے ۔ نیز ان کے نزدیک تمام انبیاء علیہم السلام کی

آند کا مقصد بھی یہی قیامِ حکومت وسلطنت تھا یہی اُن سب کا واحد نصب العین تھا اور اسی کے لئے اُن کی ساری جدوجہد تھی، نیز ارکانِ اسلام (نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ) کی مشروعیت بھی اسی وجہ سے ہے کہ یہ قیامِ سلطنت وحکومت اور حصولِ غلبۂ وقوت کے اچھے ہتھیار ہیں اسکے سوا کچھ نہیں، غرض اُن کے نزدیک اصل دین اور منشاءِ الٰہی اس دُنیا کی کامیاب اور غالبانہ زندگی ہی ہے۔ اور یہاں کی "بلندی وپستی" اور "زبردستی" "وزیردستی" ہی ایمان وکفر کا معیار اور حق وباطل کا نشان ہے بلکہ وہی بعینہٖ کفر وایمان اور حق وباطل ہے جو زبردست اور غالب ہے بس وہی مومن ومسلمان ہے۔ اور جو زیردست اور مغلوب ہے وہی کافر اور مشرک ہے مثل مشہور ہے "جسکی لاٹھی اُسکی بھینس" لیکن "علامہ مشرقی صاحب" کا "مغربی نظریہ" یہ ہے کہ:-

جسکی لاٹھی اسی کا "ایمان" جسکی توپ وہی مسلمان
جسکا ملک اور جسکی حکومت بس اسی کا خدا اور اسی کی جنّت

اگرچہ علامہ صاحب کے ان "نظریات" کا ابطال اسوقت ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس فرض کو انشاءاللہ آئندہ کسی فرصت میں مستقل طور سے ادا کریں گے تاہم مختصراً اتنا عرض کر دینا یہاں بھی ضروری ہے کہ "اسلام" کی یہ تشریح جوانِ "علامہ صاحب" نے کی ہے اس سے زیادہ باطل اور اس سے زیادہ گمراہ کن ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی یہ دعویٰ کرے کہ "اسلام" یہودیت یا نصرانیت" ہے یا کوئی سماجی پنڈت یہ کہے کہ "اسلام" "ویدک دھرم" کا دوسرا نام ہے۔

"اسلام" اور "دُنیوی غلبۂ وقوت کو باہم مرادف اور ہم معنی کہنا، اور پھر اس تخیّل کو قرآنِ حکیم کیطرف منسوب کرنا "اسلام" اور "قرآن" دونوں پر ظلمِ عظیم ہے جہل مبین ہے، افترا علی اللہ اور سخت ناخدا ترسی ہے۔

اسلام اور حکومت کا صحیح تعلق

ہاں اس میں شک نہیں کہ اسلامی دعوت کی آزادی شعائرِ دینیہ کے قیام اور احکامِ الٰہیہ کے نفاذ کے لئے "اُمتِ مسلمہ" کا اجتماعی غلبہ اور سیاسی اقتدار بھی دینی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت ہے، لیکن اسی کو اصلِ دین" اور مقصود بالذات ومنتہائے اسلام سمجھنا اور یہ کہنا کہ تمام انبیاء اسی مقصد (غلبۂ وقوت) کی تحصیل کے لئے آئے تھے اور اسی پر انسانی سعادت وشقاوت کا مدار ہے اور جسکو یہ حاصل نہیں اسکے پلے ایمان واسلام بھی نہیں۔ وہ "مغضوبین" اور "ضالّین" میں سے ہے۔ ———— انتہائی گمراہی ہے

علامہ صاحب کے اس اصول پر تو بہت سے وہ انبیاء علیہم السلام جنکو اس دُنیا میں تمکن فی الارض اور

حکومت ایک دن کیلئے بھی حاصل نہیں ہوئی بلکہ وہ ہمیشہ دشمنوں اور منکروں کے ہاتھوں سے دُکھ ہی اُٹھاتے رہے بلکہ ان میں سے بعض شہید بھی ہوئے معاذاللہ "مغضوب" اور "غیر مومن" ٹھہریں گے۔ اور فرعون وہامان، نمرود و شداد، جیسے طاغوت پرست بادشاہ جنہوں نے مدتوں اس زمین پر حکومتیں کیں۔ اور بڑے کرّ و فر اور دبدبہ و طنطنہ کے ساتھ کیں۔ وہ سب "مومنین" "صالحین" اور "محسنین" و "متقین" قرار پائیں گے۔

مشرقی نظریہ، فرعونی منطق

اور یہ تو بالکل وہی منطق ہے جو خدا کے مشہور باغی فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے کو اعلیٰ و افضل اور برتر و بہتر ثابت کرنے کیلئے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی۔ قرآنِ پاک میں ہے ۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ	اور فرعون نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے کہا۔ دیکھو!
قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ	کیا پورے ملکِ مصر پر میری حکومت نہیں ہے اور میرے
مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ	نیچے یہ کیسی نہریں بہہ رہی ہیں کیا یہ سب کچھ تمہیں نظر
مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؕ	نہیں آتا۔؟ بیشک میں ہی بہتر اور برتر ہوں اس
اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ	(موسیٰ) سے جو ایک معمولی اور ذلیل حیثیت کا آدمی ہے
مَهِیْنٌ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ۔ فَلَوْلَاۤ	اور جو اچھی طرح بات بھی نہیں کر سکتا اگر وہ خدا کا رسول
اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ ۔	ہے اور خدا کیطرف سے ہے) تو اسکو (میری طرح) سونے
الآیہ (زخرف ع ۶)	کے کنگن کیوں نصیب نہیں ہوئے ۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ نبوّت سپرد ہوا اور آپ نے خدا کا پیغام اپنے ہمعصر اور ہم وطن مشرکوں کو پہنچایا تو ان میں سے بعض فرعونی دماغ رکھنے والوں نے بھی آپ سے کہا تھا ۔

لولا نزل هذا القراٰن علیٰ رجل	یہ قرآن "مکہ" یا "طائف" کے کسی "بڑے شخص"
من القریتین عظیم ؕ	پر کیوں نازل نہیں ہوا۔"

اُن کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں بستیوں میں بڑے بڑے امیر کبیر موجود ہیں جن کی دولت و ثروت اور عظمت و رفعت اسکی دلیل ہے کہ خدا ان سے راضی ہے اور انکو اپنی نعمتوں سے نواز رہا ہے، پس اگر خدا کو کسی کو رسول بنانا تھا، اور کوئی کتاب کسی پر نازل کرنی تھی تو وہی اسکے زیادہ مستحق تھے، تم جیسے مفلسوں، ناداروں کا رسول ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔"

فرعونی منطق کا خدائی جواب اور "الٰہی نظریہ"

حق تعالیٰ نے اس "فرعونی منطق" کا جو جواب دیا ہے اُسکا آخری حصّہ یہ ہے - کہ
ناحق شناسو! تم تو یہ سمجھتے ہو کہ کسی کے پاس مال و دولت کا ہونا اُسکی مقبولیت اور افضلیت کی دلیل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ :-

ولولا ان یکون الناس امۃً واحدۃً لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتھم سُقفًا من فضۃٍ ومعارج علیھا یظھرون ، ولبیوتھم ابوابًا وسررًا علیھا یتکئون ، وزخرفًا ، وان کل ذالک لما متاع الحیوۃ الدنیا والاٰخرۃ عند ربک للمتقین -

(زخرف ع ۳)

اگر بنی آدم کی کمزوریوں سے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ وہ سب کفر ہی کیطرف آجائیں گے تو ہم ان منکروں کافروں کو اس حیاتِ دُنیا میں اتنا مال اور اسقدر چاندی سونا دیتے کہ انکے گھر کی چھتیں اور حتیٰ کہ اُوپر چڑھنے کے زینے اور اُن کی کواڑ سب چاندی سونے کے ہوتے اور گھروں میں اُنکے آرام کے لیے چاندی سونے ہی کے تخت پڑے ہوتے - اور یہ سب کچھ تو صرف دنیوی زندگانی کی سامان ہیں اور آخرت کی نعمتیں خدا کے یہاں صرف متقیوں کیلئے ہیں۔

اس آیت میں واضح کردیا گیا ہے کہ چند روزہ دُنیا کے ساز و سامان اور یہاں کا مال و دولت کافروں منکروں کے لئے زیادہ شایان ہے اور اگر لوگوں کی غلط فہمی میں پڑ کر کفر ہی کیطرف جھک جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو سب کافروں کو یہاں مال و متاع سے بے طرح پاٹ دیا جاتا اور چاندی سونے سے اُن کے گھر بھر دیئے جاتے - البتہ آخرت کی اچھی زندگی صرف مومنین متقین کے لئے ہے -

ایک دوسری آیت میں نعماء دنیا و آخرت کی عطا کے فرق کو اسطرح بیان فرمایا گیا ہے :-

من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیھا ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا لہ جھنم یصلٰھا مذمومًا مدحورًا ، ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لھا سعیھا وھو مومن ، فاولٰئک کان سعیھم مشکورًا ،

جو لوگ اپنی جد و جہد سے صرف اس دُنیا کی نعمتیں ہی چاہیں گے ہم ان میں سے جس کیلئے مناسب سمجھیں گے جتنا چاہیں گے فی الحال ہی دیدیں گے - لیکن اس دُنیا کے بعد ہم اسکا مقام جہنم بنائیں گے جسمیں وہ بُرے حال میں دھکّے دیکر داخل کیا جائیگا - اور جو لوگ ثوابِ آخرت کا ارادہ کریں گے اور اسکے لیے جیسی سعی

كَلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَآءِ
وَهٰؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ
وَمَا كَانَ
عَطَآءُ رَبِّكَ
مَحْظُوْرًا ۝
(بنی اسرائیل ع ۲)

ہونی چاہئے ویسی سعی کریں گے اور ساتھ ہی وہ
مومن بھی ہونگے تو اُنکی یہ سعی شکور و مقبول ہوگی۔
یعنی اُن کو آخرت کی مراد مل جائیگی ۔ اور دنیوی عطا
کا دروازہ تو اِبر بھی کھلا ہوا ہے اور اُبر بھی (یعنی یہ
مسلمانوں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ یہ سب کے لئے ہے) اور
اسکا دروازہ کسی پر بند نہیں ہے

اس آیت سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ دنیوی عیش و راحت اور یہاں کی دولت و ثروت صرف اہل ایمان کے لئے نہیں ہے بلکہ اسکا دروازہ کافروں، مشرکوں، خدا و رسول کے منکروں کیلئے بھی کھلا ہوا ہے، لہٰذا یہاں کسی کو اچھے حال میں دیکھ کر یہ رائے قائم کرنا کہ یہ عند اللہ مقبول ہے "منعم علیہ" اور خدا کا محبوب ہے محض گمراہی، اور قرآنی فلسفہ سے بیخبری ہے — اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس حیاتِ دُنیا اور یہاں کی "عاجل نعمتوں" ہی کو نصب العین بنانا مومن کا کام نہیں ۔ اور ایسے لوگوں کیلئے آخرت میں صرف دُکھ اور رسوائی ہے ۔ ایمان والوں کا "پیش نہاد" اور مقصدِ حیات بس رضائے الٰہی اور دار آخرت ہونا چاہئے اور دُنیا کو صرف "متاع" سمجھ کر برتنا چاہئے ۔ اس سلسلہ میں ذیل کی آیت اور ملاحظہ فرمائیے ۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ
النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَ
الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ
اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ
اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

لوگوں کو مرغوبِ نفس چیزوں کی محبت مثلاً
عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے ڈھیروں
گھوڑوں اور دیگر مویشیوں اور کھیتوں کی محبت
اچھی معلوم ہوتی ہے (لیکن) یہ سب اسی دُنیا
کا سامان ہے اور اللہ کے پاس لوٹ کر جانے کی
اچھی جگہ ہے، اے رسول ان لوگوں سے کہیئے!
کیا میں تمکو ایسی چیز بتلاؤں جو ان سب چیزوں سے
(بدرجہا) بہتر ہے۔ (لو سنو!) ان لوگوں کے لئے
جو متقی ہیں ان کے مالکِ حقیقی کے پاس ایسے باغ
ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیش

وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ط (آل عمران ع ۲)

رہیں گے اور پاک صاف بیبیاں ہیں اور اس کے ساتھ اللہ کی خوشنودی ہے اور وہ اپنے بندوں کو خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔

ضروری انتباہ

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور پھر مکرر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو دنیا اور اسکی نعمتوں سے بالکل قطع تعلق کر کے بس "تارک الدنیا" اور "راہب" ہو جانا چاہئے۔ اسلام ہرگز اسکی تعلیم نہیں دیتا بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا اور اسکا ساز و سامان حتیٰ کہ اسکی بادشاہت مومن کا "نصب العین" اور مقصد حیات نہیں ہے چہ جائیکہ وہی "اصل ایمان" اور "منتہائے اسلام" ہو ـــ دُنیا تو صرف ہمارے برتنے کی چیز ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ "ہدایت ربانی" کے پابند ہو کر اسکو ہم اسطرح برتیں کہ مالک حقیقی ہم سے خوش ہو۔ اور آخرت کی لازوال نعمتوں اور راحتوں کے ہم مستحق ہو سکیں۔

اُمّتِ مسلمہ کو حکومتِ اور تمکن فی الارض کی عطا سے الٰہی منشاء کیا ہوتا ہے؟ ہمکو اس سے بھی انکار نہیں ہے کہ "ہدایت ربانی" کی اس پابندی کے انعام میں "رب العالمین" کیطرف سے کبھی کبھی اس دنیا کی نعمتیں اور یہاں کی حکومت و بادشاہت بھی دی جاتی ہے اور دی گئی ہے لیکن کسی چیز کے "انعام" اور "نصب العین" و "مقصد حیات" ہونے میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ پھر یہ "بادشاہت" بھی صرف "بادشاہت کرنے" اور "اعلون" بنکر رہنے کیلئے نہیں دی جاتی۔ بلکہ اسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس ذریعہ سے ان بندگانِ خدا کو "اعلاء کلمۃ الحق" اور دین الٰہی کی خدمت کا اور زیادہ موقع ملے۔ یہ "امر بالمعروف" "نہی عن المنکر" اور زیادہ وسیع پیمانہ پر کر سکیں، اور بادشاہت ملنے کے بعد "اللہ کے فقیر" اور اُسکے "عاجز و مسکین بندے" بنے رہنے کی بلند ترین نیکی بھی اُن کے "اعمال صالحہ" کی فہرست میں درج ہو جائے اور دنیا ان بادشاہت کرنے والے فقیروں کی زندگی کو دیکھ کر اس حقیقت کو سمجھ سکے کہ "دنیوی حکومت و سلطنت"، "حقیقت شناس" اور "ربانی انسانوں کا نصب العین نہیں ہوتی، نہ وہ اسکو اپنی معراج سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ اس سے بھی صرف خدا کا نام بلند کرنے، اسکو راضی کرنے اور اپنی اُخروی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور اسی نقطۂ نظر سے حکومتِ ارضی حاصل کرنے اور اُسکے واسطے جد و جہد کرنے کا مسلمانوں کو حکم ہے۔ اور اسی کا نام . . . . اسلامی اصطلاح میں جہاد ہے۔ اگر کوئی جماعت یا کوئی قوم یہ نیت نہیں

رکھتی، ملکہ ان کا مطمحِ نظر صرف کسی ملک پر قبضہ کرنا اُسکے منافع سے تمتع حاصل کرنا اور بس۔ "اعلون" بننا ہی اور اسی واسطے وہ جدوجہد کرتے اور دوسروں سے لڑتے بھڑتے ہیں۔ (جیسا کہ آجکل اہل یورپ کا حال ہے) تو انکی یہ جدوجہد ہرگز اس لائق نہیں کہ اُسکو "جہاد" کا مقدس نام دیا جائے، ایسوں کے حق میں تو صاف اعلانِ خداوندی ہے کہ دار آخرت کی نعمتوں میں اُن کا کوئی حصہ نہیں ہو گا۔ (ما لھم فی الآخرۃ من خلاق) - نیز ارشاد ہے۔

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً ط والعاقبۃ للمتقین۔ (قصص ۹ع)

یہ عالمِ آخرت ہم صرف اُن کے لئے مقرر کرتے ہیں جو دنیا میں نہ "بڑا بننا" چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور عاقبتِ حسنہ صرف متقی لوگوں کے لئے ہے۔

ہمارے اس دعوے کی (کہ مسلمانوں کے جہاد اور انکو حکومتِ ارضی عطا فرمانے سے منشاءِ الٰہی یہی تھا جو اوپر مذکور ہوا) واضح تر دلیل سورۂ حج کی یہ مندرجہ ذیل آیات ہیں جنمیں پہلے پہل مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے اور نصرتِ خداوندی اور تمکین فی الارض کے وعدہ کے ساتھ اس جہاد اور حکومتِ ارضی کی غرض و غایت کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً ط ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز ط

جن بیچاروں سے ظالم کافر برابر لڑتے رہتے اور اُن کو ستاتے رہتے ہیں چونکہ انکی مظلومیت کی انتہا ہو چکی ہے اسلئے اب انکو بھی جنگ کی اجازت دیجاتی ہے اور (وہ مطمئن رہیں کہ) اللہ انکو غالب کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جنکو ناحق صرف اس بات پر گھروں سے بے گھر کیا گیا ہے کہ وہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ "ہمارا رب صرف اللہ ہے" اور اگر یہ قانونِ جہاد نہ ہوتا اور ظالموں کی دست درازیوں کو اللہ اپنے دوسرے بندوں سے نہ رکواتا تو ہر زمانہ میں امتوں کی عبادت گاہوں اور ذکرِ خدا کے مرکزوں کو ظالم لوگ برباد کر دیا کرتے۔ اور جو اللہ کے دین کی مدد کریگا،

الذین ان مکنٰھم	اللہ اسکی ضرور مدد کریگا، بہ تحقیق اللہ ہی
فی الارض اقاموا	غلبہ اور قوت والا ہے ۔ یہ مظلوم جن کو
الصلوٰۃ و اٰتو الزکوٰۃ	ہم جنگ کی اجازت دے رہے ہیں اور جن سے
وامروا بالمعروف	نصرت کا وعدہ کیا جارہا ہے ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو
ونھوا عن المنکر ط	زمین کی حکومت دیں تو یہ خود بھی نماز کی پابندی
وللہ عاقبۃ الامور ۝	کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور دوسروں کو بھی
(حج رکوع ۶)	اچھے کاموں کی ہدایت کریں گے اور برائیوں سے

روکیں گے۔ اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے علم میں ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ اسلامی جہاد کا اصل مقصد نشر دین اور اہل دین اور مراکز دین کی صیانت و حفاظت اور دشمنانِ دین کی دراز دستیوں کو روکنا ہے ۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اہلِ ایمان کو حکومت ارضی کی ضرورت صرف اسلئے ہے کہ وہ آزادی سے شعائرِ الٰہیہ کو قائم اور احکامِ خداوندی کو نافذ کرسکیں ۔ حق کی دعوت پوری قوت کے ساتھ دی جاسکے ۔ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اعلیٰ پیمانہ پر ہوسکے ۔

بہر حال ان چند آیات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حکومتِ ارضی اور غلبہ وقوت مسلمانوں کے لئے بذاتِ خود مطلوب نہیں ۔ اُن کا اصل "نصب العین" اور مقصدِ حیات بس اعلاءِ کلمۃ الحق، اقامتِ دین، اور اسکے ذریعہ سے رضاءِ الٰہی اور پھر حُسنِ عاقبت ہے ۔ اور اقتدار وحکومت وغلبہ وقوت جس درجہ میں مقصود ومطلوب ہی وہ صرف اسی مقصد کیلئے ۔

ہم عرض کر چکے ہیں کہ "علامہ مشرقی" صاحب کے نظریات کا ابطال یا ان پر تنقید اسوقت ہمارا اصل مقصد نہیں ہی یہ جو کچھ بھی تھوڑا سا کلام اس سلسلہ میں کیا گیا محض استطراداً اور تکمیل بحث کے لئے، ورنہ یہاں تو ہم اپنے ناظرین کے سامنے صرف اُن کے نظریات ہی کو اُنکی اصلی شکل میں پیش کرنا اور یہ بتلانا چاہتے تھے کہ ان کے نزدیک "ایمان" و "اسلام" کیا ہے، سو بحمد اللہ ایک حد تک کافی تفصیل کے ساتھ ہم اسکو پیش کر چکے ۔ اور توقع ہے کہ ناظرین کرام نے انکی منقولہ تصریحات سے اُن کے نقطۂ نظر کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا اور اندازہ فرمالیا ہوگا کہ "ایمان واسلام" کی حقیقت اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور اسکی غرض وغایت کے سمجھنے میں اُنکی گمراہی کس انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی ہے اور وہ کس طرح فرعونی کیش اور چنگیزی طریقِ عمل کو "الٰہی دین" اور "اصل ایمان" و "منتہائے اسلام" قرار دے رہے ہیں، اور کیسی بلند آہنگی

کے ساتھ عام مسلمانوں کو اسی فرعونیت اور چنگیزیت کی دعوت دے رہے ہیں۔

علامہ صاحب کیطرف سے اِن گمراہانہ خیالات کے پھیلانیکی پہلی کوشش
"تذکرہ" کی تصنیف اور اسکی اشاعت

انسان کی فطری خاصیت ہے کہ وہ خود جن صحیح یا غلط خیالات کا حامل ہوتا ہے اُسکی سعی وکوشش یہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسکے ہمنوا اور ہم خیال ہوں۔ اگر علامہ صاحب کے متعلق نیک گمان ہی سے کام لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اس فطری داعیہ کے ماتحت علامہ صاحب نے بھی چاہا کہ وہ اپنے ہم خیالوں کی ایک دُنیا پیدا کریں۔ اسکے لئے پہلی کوشش اُنکی طرف سے "تذکرہ" کی تصنیف واشاعت کی شکل میں ظاہر ہوئی جس کے ذریعہ سے انہوں نے مسلمانوں کو اس "اسلام" کے اختیار کرنے کی دعوت دی جو اُن کے نزدیک "اصلی اسلام" تھا۔

"تذکرہ" کیساتھ علماءِ اسلام اور دیگر دینی شعور رکھنے والے حضرات کا سلوک

علامہ مشرقی صاحب کا "تذکرہ" جب شائع ہوا تو قریباً ہر طبقہ کے ان علماء کرام نے جن کی نظر سے وہ گذرا اپنی دینی بصیرت کی روشنی میں علامہ صاحب کو سخت گمراہ، اور اُن کے "تذکرہ" کو "سخت گمراہ کُن کتاب" قرار دیا۔ اسی زمانہ میں اگست ۱۹۲۶ء میں اتفاق سے ہندوستان کی سب سے بڑی مذہبی نمائندہ جماعت "مرکزی جمعیۃ علماء ہند دہلی" کی مجلسِ منتظمہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا اُس میں بھی "تذکرہ" پیش ہوا اور کافی غور وخوض کے بعد مندرجہ ذیل تجویز باتفاقِ آراء پاس ہوئی۔

مجلس منتظمہ جمعیۃ علماء ہند کی تجویز

"جمعیۃ منتظمہ کے اجلاس میں عنایت اللہ مشرقی ایم، اے کی کتاب "تذکرہ" پیش ہوئی۔ اسکے متعلق باتفاق رائے قرار پایا کہ کتاب مذکور میں الحاد وزندقہ کے جراثیم اسلامی عنوانات میں پیش کئے گئے ہیں اور اسکا مؤلف جسطرح مذہب اور دین سے قطعاً آزاد ہے۔ اسی طرح کسی خاص اصول کا بھی پابند نہیں۔ اسلامی فرائض پر استہزاء اور توہین۔ اور آسمانی عقائد کا ابطال اسکا خاص مطمح نظر ہے۔ اور ان تمام قابلِ نفرت مقاصد کیساتھ نصاریٰ کی مدح سرائی اور انکی نصرت واعانت اور اُن کے اغراض کی حمایت مقصدِ اعلیٰ ہے ــــ پس جمعیۃ منتظمہ کا یہ اجلاس اس کتاب کو جسطرح مذہب کے لئے زہر سمجھتا ہے اسی طرح اسلامی سیاست کے لئے بھی

بدترین دشمن یقین کرتا ہے۔ اور تمام مذہبی و قومی اور سیاسی مرکزوں کو توجہ دلاتا ہے

کہ وہ اس فتنہ کو روکنے میں پوری قوت صرف کریں "

نیز ان ہی دنوں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی مدظلہ نے اپنے رسالہ "معارف" بابتہ ماہ اگست ۱۹۲۴ء میں اس "تذکرہ" پر ایک مستقل تبصرہ لکھا جسکو زمیندار (۳۵ء سے پہلے زمیندار) اور دیگر اخبارات نے بھی شائع کیا ــــ اسکے علاوہ جناب چودھری محمد حسین صاحب ایم اے، (سکریٹری علامہ اقبال مرحوم) نے بھی اسپر اپنا تبصرہ لکھا۔ غرض جس جس صاحبِ نظر کی نظر سے وہ گذرا انہوں نے اسکے خلاف نہایت سخت رائے کا اظہار کیا اور اسکو نہایت "گمراہ کن کتاب" قرار دیا۔ اور اس "ردِ عام" ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ "تذکرہ" مسلمانوں کے کسی طبقہ میں بھی کوئی مقبولیت حاصل نہ کرسکا۔ اور اسطرح علامہ صاحب کی وہ آرزوئیں جو انہوں نے تذکرہ کی تالیف و اشاعت سے وابستہ کی تھیں سب خاک میں مل گئیں

علامہ صاحب کیطرف سے اپنے مشن کو کامیاب بنانیکی دوسری کوشش
خاکسار تحریک کا آغاز

ہمارا خیال ہے کہ "علامہ صاحب" نے اپنی توقعات کے خلاف "تذکرہ" کا یہ حشر دیکھا تو وہ اس سے مایوس ہوگئے کہ صرف قلم کے زور اور اشارات کی طاقت سے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا سکیں گے اسلئے بہت غور و خوض کے بعد انہوں نے مسلمانوں، بالخصوص اُن کے نوجوانوں میں سپاہیانہ جذبات اور اسی کے ساتھ اُن کی تماشا پسندی کا صحیح اندازہ کرکے "خاکسار تحریک" شروع کی۔ اور مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے انہوں نے یہ عملی راستہ اختیار کیا۔

تذکرہ کی تالیف اور خاکسار تحریک کے اجراء کا واحد المقصد ہونا

ہمارے اس خیال کی تصدیق (کہ خاکسار تحریک علامہ صاحب نے اسی مقصد کیلئے شروع کی ہے جس مقصد کے لئے پہلے "تذکرہ" لکھا تھا۔ اور یہ کہ اُنکی یہ دونوں کوششیں ایک ہی سمت میں ہیں) خود علامہ صاحب کی تحریروں اور خاکسار تحریک کے لٹریچر سے ہوتی ہے، تحریک کے واحد آرگن "الاصلاح" مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں علامہ صاحب نے صاف اعلان کیا تھا۔ کہ:۔

"تذکرہ" "تحریک خاکساران" کے لئے آواز کی قوت تھا اور "اشارات" اُسکے لئے لائحہ عمل "

نیز علامہ صاحب کی جو مختصر سوانح حیات اُن کے "قولِ فیصل نمبر" کے آخر میں چھپی ہوئی ہے اور جسکا اعلان تحریک کے لٹریچر کے

سلسلہ میں ادارہ علیہ کیطرف سے برابر ہوتا رہتا ہے۔ اسمیں بھی پوری وضاحت کےساتھ یہ اعلان موجود ہے کہ خاکسار تحریک کا مقصد "تذکرہ" کے پیغام کی عملی تصدیق" ہی ہے چنانچہ اسکے صفہ ۲۴ کالم ۲ میں زیرعنوان "خاکسار تحریک اور "اشارات" کی تصنیف"۔ علامہ صاحب کے متعلق لکھا ہے۔

"سنہ ۱۹۲۴ء میں جو پیغام دُنیائے اسلام کو "تذکرہ" کی صورت میں دیدیا گیا تھا اُسکی تصدیق کے لئے سنہ ۱۹۳۱ء میں "اشارات" کے نام سے قوم کی اصلاح کیلئے عملی پروگرام پیش کردیا اور سنہ ۱۹۳۳ء میں خود میدانِ عمل میں مجاہدانہ اُتر آیا اور خاکسار تحریک کے نام سے موت کی نیند سونے والے بے عمل مسلمانوں کو دعوت دی"

خاکسار تحریک کا واحد مقصد

نیز تحریک کے لٹریچر کے سلسلہ میں خود علامہ صاحب نے بار بار اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسکا مقصد مسلمانوں کو اس راستہ سے ہٹا کر جسپر وہ مولویوں کے بتلانے سے چل رہے ہیں اُس مذہب پر لگانا ہے جو علامہ صاحب کے نزدیک صحیح مذہب، اصلی اسلام اور سارے نبیوں کا لایا ہوا دین ہے (اور وہ وہی ہے جو ہمارے ناظرین کو گذشتہ اوراق میں "تذکرہ" کے منقولہ اقتباسات سے معلوم ہو چکا ہے) ـــ البتہ اس مقصد کے اظہار کے لئے علامہ صاحب نے الفاظ ایسے اختیار کئے ہیں جن سے عام مسلمانوں کو کچھ زیادہ وحشت نہ ہو بلکہ ایک مخصوص طبقہ کے لئے کبھی قدر کشش بھی پیدا ہو سکے۔ وہ صاف یہ نہیں کہتے کہ "مسلمانوں کا اسلام غلط ہے اور ہم خاکسار تحریک کے ذریعہ سے اسکو مٹا کر "اپنا والا اسلام" رائج کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اب وہ یوں کہتے ہیں کہ "مولویوں" کا اسلام غلط ہے اور ہم خاکسار تحریک کے ذریعہ سے اسکو مٹانا چاہتے ہیں۔

"تذکرہ" میں بھی انہوں نے یہی کیا ہے کہ "اسلام" کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہ "مولویوں" کا اسلام کہہ کر لکھا ہے اور اپنی طرف سے انہوں نے جو عجیب وغریب "اسلام" پیش کیا ہے (جسکی رو سے بس انگریز اور دورِ حاضر کی دوسری ترقی یافتہ قومیں ہی مومن و مسلم ٹھیرتی ہیں) اسکو انہوں نے اصلی اسلام، قرآن کا تعلیم فرمودہ اسلام، اور نبی علیہ السلام کا لایا ہوا اسلام کہہکر پیش کیا ہے۔ غرض اسی فریب کو وہ تحریک میں بھی استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ تحریک کے جو چودہ نکات انہوں نے مقرر کئے ہیں ان میں کا تیسرا نمبر یہ ہے۔

"مولوی کا آجکل کا بتایا ہوا راستہ غلط ہے، خاکسار سپاہی اس غلط مذہب کو صفحہ زمین سے مٹانے کے لئے اور اُسکی جگہ نبوی اسلام پھر رائج کرنے کے لئے اُٹھا ہے" (غلط مذہب نمبر ۷ صفحہ ۲۶)

یہاں یہ نہ بھولیئے گا کہ ان علامہ کے نزدیک "اصلی نبوی اسلام" کیا ہے، نیز ستمبر ۱۹۳۶ء کے لاہور کیمپ پر علامہ نے جو ایڈریس دیا تھا اس میں تحریک کے مقصد کی وضاحت اسطرح کی ہے ۔

"میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خاکسار ہندوستان میں صرف اسلئے اُٹھے ہیں کہ مولوی" کا اسلام غلط ہے ۔ خاکسار نے خوش قسمتی سے کئی برسوں کے بعد قرآن کو خود کھولا ہے دینی اور دنیوی پیشواؤں کے رنگ ڈھنگ مدت تک دیکھ کر کئی مجبوریوں کے بعد قرآن کو خود پڑھنے کا تہیہ کیا ہے ۔ اور اس قرآن کو براہِ راست پڑھنے کا نتیجہ خاکسار سپاہی کا وجود ہے " (غلط مذہب نمبر ۱ صفحہ ۶)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ صاحب نے قرآن سے جو کچھ براہ راست سمجھا ہے (اور وہ وہی ہے جس کا کچھ نمونہ گذشتہ اوراق میں پیش کیا گیا ہے) وہی ان کے نزدیک صحیح اور اصلی اسلام ہے اور مولوی جو کچھ کہتے اور سمجھتے ہیں وہ غلط ہے اور اس کو مٹانے کے لئے ہی خاکسار تحریک اٹھائی گئی ہے ۔

غور فرمائیے ! ان تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ خاکسار تحریک کا مسلمانوں کے مذہب اور ان کے عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ صرف ایک سیاسی تحریک اور فوجی تنظیم ہے کیا سراسر فریب اور کھلا مکر نہیں ہے ؟ ۔

خاکسار تحریک کے ذریعہ اس مقصد میں علامہ کی کامیابی کا راز ؟؟

اس چیز کے سمجھنے کے لیئے کہ اس تحریک کے ذریعہ کیوں کر علامہ کا یہ منشا پورا ہو سکتا ہے جب کہ بظاہر خاکساروں کو علامہ کے مخصوص خیالات وعقائد سے موافقت نہ کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے امور ذیل پر غور فرمائیے ۔

(۱) خاکسار تحریک اور علامہ صاحب کا اختیار ناطق

علامہ صاحب نے "خاکسار تحریک" کا بنیادی اصول" امیر جماعت کی (یعنی خود اپنی) غیر مشروط فرمانبرداری اور بلاقید واستثنا اطاعت مقرر کیا ہے، تحریک میں انکا اختیار، اختیار ناطق ہے اور وہ مختار ناطق امیر اور پیغمبر کی طرح مطاع مطلق امام ہیں ان کا ہر حکم ہر خاکسار کے لیئے بلا استثنا واجب العمل ہے ۔ اگرچہ وہ اپنی ذاتی رائے میں اُسکو غلط اور خلاف شرع بھی سمجھے، لیکن جبتک وہ خاکسار ہے اور علامہ مشرقی اُس تحریک کے امیر ہیں اُس کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اُن کے اس حکم کی بھی بلاچون وچرا تعمیل کرے ـــــ اس اصول کی پوری تشریح علامہ صاحب نے اپنے اُس ایڈریس میں کی ہے جو آپ نے ۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء کے لاہور کیمپ پر دیا تھا، اُس کا موضوع بحث ہی

اختیارِ امیر" اور "اطاعت مطلقہ ہے" اس میں آپ نے صاف لکھا ہے کہ امیر جماعت کی اطاعت نبیوں اور رسولوں ہی کی طرح طلق اور بلا قید و شرط ہے، بلکہ وہ تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں جو اطاعتِ رسول کا حکم ہے اس سے مراد بھی اُنکی اطاعت بحیثیت امیر جماعت ہونے کی ہے۔ نہ کہ بحیثیت "رسول اللہ" ہونے کے۔ اس ایڈریس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"اطاعتِ رسول" کے معنی رسول کے وقتی، زبانی، ہنگامی، مصلحتی، فوری، اور بالمشافہ احکام کی تعمیل بہ حیثیت امت کے زندہ امیر ہونے کے ہیں اس کے سوا "حتماً" اور "لازماً" اور "قاطبتہً" کچھ نہیں۔ ہاں لیکن آج رسولوں کا زمانہ مدت ہوئی گذر چکا، نبوت پہ مہر لگ چکی۔ قانونِ خدا اکمل اور مفصل مل چکا، سب رسول جو کسی زمانہ میں امتوں کے زندہ اور ناطق (یعنی بولنے والے) امیر تھے گذر چکے سب "مات" اور "قتل" کے ماتحت آچکے اب رسولوں کے بعد انسانی امتوں میں جماعت کے قیام کی کوئی صورت ماسوا اس کے نہیں کہ ان کے بعد بھی ایک زندہ امیر ہر وقت موجود ہو جس کے منہ سے نکلے ہوئے حکم اسی شدت سے مانے جائیں" (مولوی کا غلط مذہب صلا)

پھر اسی کے صفحہ ۱۵ پر ہے۔

"اسلام میں امیر کی اطاعت مطلق اور بلا قید و شرط ہے"۔

پھر صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں۔

"الغرض مسلمان کا امیر امیر ناطق ہے، امت کی ہر گرفت سے آزاد ہے اس کا معاملہ صرف خدا اور رسول سے ہے صرف خدا اور رسول ہی اس سے نبٹ سکتے ہیں، اس کو چاہیئے کہ مشورہ کرے" "لیکن خود خدا کی مانند وہ لا یشرک فی حکمہ احداً کا مصداق ہے لاشریک حاکم ہے۔ صرف اللہ، شریعت رسول، سنت کا پابند ہو اور وہ پابندی بھی امت کی رائے سے نہیں خود اس کی اپنی تمیز سے ہے"

پھر اسی کے صفحہ ۲۳ پر ہے۔

جب تک انسانی اقوام میں رسول رہنما رہے پیغمبروں کی اطاعت غیر مشروط رہی، پیغمبروں کے مقرر کردہ حاکموں کی اطاعت بلا قید و شرط رہی، اب رسولوں کے بعد امیر جماعت کی اطاعت بلا قید و شرط ہے، مسلمان کو اختیار نہیں کہ اپنے امیر کے خلاف حرف زنی کر سکے ... مسلمان کا امیر اگر کوئی خلاف مرضی بات کرے تو مسلمان کا منصب صرف اس قدر ہے کہ اس معاملہ کو صرف خدا اور

رسول پر چھوڑ دے۔ اس حاکم کی مطلق اطاعت کرے۔

امیر کی غیر مسئولیت بلکہ معصومیت کے اس عقیدہ کا اصلی ماخذ

اسی ایڈریس کے ص۱۲ پر فرماتے ہیں۔

"دور کیوں جاؤ انگریز قوم کا ایک مسلّم قانونی مسئلہ ہے کہ انگریزوں کا بادشاہ قانون کی ہر گرفت سے آزاد ہے خطا اور گناہ کرنے کے ناقابل ہے (INFALLIBLE)

مسلمانوں جب تک کسی قوم کے امیر میں کم از کم یہ خدائی خاصیتیں یہ ربانی اوصاف، یہ الٰہی تحکم، یہ اخلاق۔۔ خدا سے تخلّق فرض نہ کر لیا جائے قوم اس امیر کی قیادت میں کسی بلند مقام، کسی ادنیٰ سے نظام کسی معمولی سی طاقت تک نہیں پہنچ سکتی۔"

امید ہے کہ ان تصریحات سے ہمارے ناظرین نے علامہ صاحب کے اصطلاحی "اختیار ناطق" اور "اطاعت مطلقہ" کی حقیقت اچھی طرح سمجھ لی ہوگی۔

اختیار ناطق کا نظریہ اور قرآن

اب قبل اس کے کہ ہم اس "نظریۂ امارت" کے مقاصد اور مضار پر بحث کریں اپنے ناظرین کو یہ بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ علامہ صاحب نے جس طرح اپنے دوسرے مغربی نظریات کو قرآن اور اسلام میں فٹ کرنے کی خوب خوب کوششیں کی ہیں اسی طرح انھوں نے اس غیر مسئولانہ امارت کے تخیل کو بھی اسلام اور قرآن میں جگہ دینے کے لئے بڑا زور لگایا ہے۔ اور غضب یہ کہ قرآن مجید کی اسی آیت سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو اس گمراہی کی براہ راست بیخکنی کر رہی ہے، وہ آیت کریمہ یہ ہے، یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر و احسن تاویلا ط (سورۂ نساء ۸۶)

بلا کسی ایرپھیر کے اس آیت کا صاف اور واضح مطلب بلکہ لفظی ترجمہ یہ ہے۔

"مسلمانو! اللہ پاک کی اطاعت کرو اور اس کے فرستادہ نبی کی اطاعت کرو اور تم میں جو صاحب امر ہوں انکی، پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارے اور ان کے درمیان نزاع واقع ہو جائے تو اس اختلافی معاملہ کو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو تمھارے لئے یہی راہ عمل بہتر ہے اور اسی کا انجام اچھا ہے۔"

یہ ہے اس آیت کا خالص لفظی ترجمہ جس سے اس کا مطلب اور مقصد بھی بالکل واضح ہے اور ہر معمولی سمجھ رکھنے والا بھی

سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم تو مطلق اور بلا قید و شرط دیا گیا ہے لیکن صاحبان امر کی اطاعت کا حکم اس طرح مطلق نہیں دیا گیا بلکہ اس کے ساتھ یہ قید لگا دی گئی ہے کہ اگر ان سے کسی معاملے میں اختلاف رائے ہو مثلاً وہ کوئی حکم دیں اور تم اپنی بصیرت سے اس کو قانون آلٰہی اور دستور اسلام کے خلاف سمجھتے ہو تو پھر اس کی اطاعت تمھارے لئے ضروری نہیں بلکہ ایسی صورت میں دونوں فریق امیر و مامور کا فرض یہ ہے کہ اس خاص معاملہ کا فیصلہ کتاب اللہ اور اسوۂ حسنہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ) کی روشنی میں کریں۔

اللہ و رسول کی اطاعت اور امراء کی اطاعت کا فرق

الغرض قرآن کی نظر میں مرجع الیہ صرف اللہ و رسول اور ان کے احکام ہیں اور انہی کی اطاعت بلا قید و شرط ضروری ہے۔ باقی امیر کی اطاعت اسی حد تک ہے کہ اس کا حکم صحیح ہو خلاف خدا و رسول نہ ہو۔ اور عقل و فطرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جو پوزیشن اللہ و رسول کے ان احکام کی ہے جن میں کسی غلطی اور خطا کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا وہ پوزیشن کسی خلیفہ، کسی امیر، کسی پیر، کسی عالم، کسی مرشد کے حکم کی نہ ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں جہاں مطلق اطاعت اور بلا قید و شرط فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے وہاں اللہ و رسول کے سوا کسی کا ذکر نہیں کیا گیا چند آیات ملاحظہ ہوں (۱) قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین (آل عمران ع ۴)

(۲) و اطیعوا اللہ والرسول واحذروا (المائدہ ۱۲)

(۳) واطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ان کنتم مومنین (انفال ع ۱)

(۴) اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون (״ ۳)

(۵) اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا (״ ع ۶)

(۶) قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (النور ع ۷)

(۷) ومن یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً (احزاب ع ۹)

(۸) یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم (محمد ع ۴)

(۹) ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتہا الانہر (الفتح ع ۲)

(۱۰) واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین (تغابن)

اس قسم کی قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں صرف اللہ و رسول ہی کی اطاعت کا حکم بلا قید و شرط دیا گیا ہے۔

اور اطاعت امیر کا حکم صرف ایک جگہ سورۂ نساء کی مندرجۂ بالا آیت ہی میں دیا گیا ہے اور وہیں یہ تشریح کر دی گئی ہے کہ اگر کسی معاملہ میں تمھارے اور تمھارے امیر کے درمیان اختلاف رائے ہو جائے تو پھر امیر کا حکم فیصلہ کن نہیں ہے بلکہ ایسی صورت میں معاملہ کو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ گویا قرآنی نقطۂ نظر میں حکومت اصلیہ صرف اللہ و رسول کی ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ صرف اللہ کی ہے (ان الحکم الا للہ) اور آیات بالا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر صرف اس حیثیت سے کیا گیا ہے کہ اللہ پاک کے احکام ہم کو آپ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں، پس فی الحقیقت اطاعت رسول سے مراد آپ کے لائے ہوئے احکام الٰہیہ کی ہی اطاعت ہے، نہ یہ کہ اللہ کے احکام کے علاوہ آپ کے کچھ اور احکام ہیں جن کی اطاعت احکام الٰہی کی طرح حتماً ہم پر لازم ہو، قرآن پاک نے اس احتمال کی خود ہی نفی کر دی ہے ۔۔۔ فرمایا ۔۔ ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ (النجم ع ۱) اور دوسری موقع پر اسی حقیقت کو قرآن حکیم نے اس طرح بے نقاب کیا ہے "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے، بہرحال اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت حقیقت اور مآل کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہے اور یہی اطاعت اسلام میں مطلق اور بلا قید بشرط فرض ہے۔ . . . .

. . . اس کے علاوہ اُمرا کی اطاعت ہرگز مطلق اور بلا قید شرط نہیں بلکہ اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ "معروف" میں ہو کتاب وسنت اور منشار الٰہی کے خلاف نہ ہو۔

قرآن جو غیر اللہ کے تعبد کی جڑیں ہی کاٹنے کے لئے آیا اس کے متعلق یہ بہتان کہ اس نے ایمان والوں پر اللہ و رسول کی طرح بلا قید بشرط "امیروں" کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور امرا امّت، امّت کی ہر گرفت سے آزاد ہیں، امت اگر اُن کو غلطی پر بھی سمجھے تو بھی اس کو حرف زنی کی گنجائش نہیں" اور نہ خود خدا کے مانند لا یشرک فی حکمہ احداً کے مصداق اور لا شریک حاکم ہیں" یا انتہائی درجہ کی سفاہت اور جہالت ہے اور یا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے سخت ابلیسانہ شیطنت ۔!

قرآن میں علامہ مشرقی صاحب کی خطرناک تحریف

ہمارے ناظرین کو شاید حیرت ہوگی کہ سورۂ نساء کی اس آیت کے آخری حصہ میں "فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول الآیۃ فرما کر جب اس حقیقت کا صاف صریح اعلان کر دیا گیا کہ اولوالامر کی اطاعت مطلق نہیں تو پھر علامہ صاحب نے اس آیت سے "اُمرار" کا اختیار ناطق اور اللہ و رسول کی طرح بلا قید شرط انکی "مطلق اطاعت" کس طرح نکالی؟

لیجئے سُنئے! وہ آیت کے اس آخری حصہ کا ترجمہ کیا فرماتے ہیں
لاہور کیمپ ۳۷ کے جس ایڈریس میں انھوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اسکی لوح پر آیت کا یہی آخری حصہ (فان تنازعتم الایۃ) درج فرمانے کے ساتھ اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔
"اور اے مسلمانو! اگر کسی معاملہ میں تم اور تمھارے امیر کے درمیان کھینچا تانی ہو جائے تو اس معاملہ کو خدا اور رسول پر چھوڑ دو اور اس امیر کا حکم مانو"۔
اب علامہ صاحب سے یہ کون پوچھ سکتا ہے کہ آپ نے خدا اور رسول پر چھوڑ دو اور اس امیر کا حکم مانو، کس لفظ کا ترجمہ فرمایا ہے؟ ۔۔۔ پھر اسی ایڈریس میں صلا سے صفحہ ۱۴ تک اس آیت پر لغو اور مہمل کلام کیا ہے اور جس طرح اس کو اپنی منشار کے مطابق ڈھالنے اور اس سے امیروں کی "مطلق العنانانہ آمریت" ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ اور بھی زیادہ مضحکہ خیز اور اسلام کا درد رکھنے والوں کے لئے عبرت انگیز ہے۔

قرآن کے ساتھ اسلامی تاریخ پر بھی علامہ صاحب کی مشق ستم

پھر علامہ صاحب نے یہ مشق ستم صرف قرآن ہی پر ختم نہیں کر دی ہے کہ جس آیت کو اپنی خواہشات و اغراض کے خلاف پایا اسی میں تحریف کر ڈالی بلکہ اسلامی تاریخ کے جن زریں واقعات سے ان کے اس ٹھلوانہ نظریہ کا ابطال ہوتا تھا ان کو بھی مجروح کرنے کی انھوں نے پوری پوری کوشش کی ہے اس سلسلہ کا ایک مشہور ترین واقعہ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کہیں سے کچھ چادریں آئیں جو مسلمانوں میں تقسیم کیگئیں اور ہر ایک کے حصے میں صرف ایک ایک آئی اور اس ایک چادر میں اتنی گنجایش نہ تھی کہ پورا جوڑا (ازار و ردا) ہوسکتا ۔۔ اس کے بعد جب جمعہ آیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انہی چادروں میں کا پورا جوڑا پہنے تشریف لائے جب خطبہ شروع کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ "اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا" تو حضرت سلمان فارسی رض کھڑے ہو گئے اور آپنے فرمایا کہ پہلے ایک شک کو رفع کر دیجئے اسکے بعد ہم آپکی سنیں گے اور وہ شک یہ ہے کہ سب مسلمانوں کے حصے میں جو ایک ایک چادر آئی ہے اس میں تو پورا جوڑا نہیں ہوسکتا، آپ کا یہ پورا جوڑا کس طرح تیار ہو گیا؟
حضرت فاروق اعظم رض نے فرمایا کہ اس کا جو واقعہ ہے وہ میرے لڑکے عبد اللہ بیان کریں گے۔
چنانچہ عبد اللہ بن عمر کھڑے ہوئے اور انھوں نے بیان دیا کہ امیر المومنین کے پاس آج کے پہننے کے لئے کوئی جوڑا نہ تھا میں نے اپنے حصے کی چادر ان کی خدمت میں پیش کر دی کہ وہ اس کو اور اپنی والی چادر کو ملا کر جوڑا پورا کر سکیں چنانچہ جو جوڑا اس وقت امیر المومنین کے جسم پر ہے وہ ان کی اور میری چادر سے ملا کر بنا ہے"۔

حضرت سلمان فارسی نے اس کے بعد فرمایا "الآن نسمع ونطیع" اب فرمایئے ہم سنیں گے اور بخوشی دل اسکی تعمیل کریں گے)

تاریخ اسلام کا یہ ایک مشہور ترین واقعہ ہے جس سے کم مسلمان بے خبر ہوں گے، علامہ صاحب نے اس ہٹلریت شکن واقعہ کو جب اپنے مقاصد کے لئے مزاحم پایا تو خالص ہٹلرانہ انداز میں شک پیش کرنے والے صحابی (یعنی حضرت سلمان فارسی رض) کو بدبخت اور جہنمی تک بنا ڈالا تاکہ علامہ صاحب کی آمریت اور ہٹلریت کے خلاف کوئی مسلمان اس تاریخی واقعہ سے سند نہ پکڑ سکے چنانچہ قول فیصل نمبر صلا۱۳ پر اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

یمن کی چادروں اور حضرت عمر کا قصہ مشہور ہی ہے وہ بدبخت جہنمی اعرابی چونکہ خود چور ہوگا اس لئے حضرت عمر کی دیانت پر حملہ کیئے بغیر نہ رہ سکا"

نیز مارچ ۱۹۳۷ء کے لاہور کیمپ والے ایڈریس (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۱) میں اس واقعہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

یمن کی چادروں کے متعلق حضرت عمر رض پر سر عام اعتراض کرنے والا اعرابی انتہائی طور پر بدبخت اور بدنیت تھا" (صلا۱)

غرض علامہ صاحب نے اپنی لامشترک آمریت اور اپنے اختیار ناطق کے تحفظ کے لئے قرآن پاک اور اسلامی تاریخی دونوں پر بیک وقت یغ مشق ستم کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ علامہ صاحب اور ان جیسے اور دوسرے "علاموں" کی اس قسم کی کوششوں سے نہ قرآن کے معانی بدل سکتے ہیں اور نہ وہ تمام تاریخی واقعات کتابوں سے دھل سکتے ہیں جو اس بارہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔

قرآن پاک کا جو غیر مشکوک اور قطعی فیصلہ اس بارہ میں ہے وہ تو ہمارے ناظرین کو صفحات ماسبق میں معلوم ہو چکا اب حدیث نبوی اور تعامل امت و تاریخ اسلام کی روشنی میں اس مسئلہ پر غور فرمایئے۔

اختیار امیر و اطاعت امیر کے متعلق فیصلہ نبوی

صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوجی دستہ کسی مہم پر روانہ فرمایا اور ایک انصاری صحابی کو اس کا امیر مقرر فرمایا روانگی کے وقت اہل لشکر کو ان انصاری امیر کی اطاعت کی خاص ہدایت بھی فرمادی ـــــ سفر ہی میں کسی وجہ سے یہ امیر لشکر اپنے ماتحت مجاہدین پر غضبناک ہو گئے اور ان کو حکم دیا کہ لکڑیاں جمع کرو، جب لکڑیوں کا بڑا ڈھیر جمع ہو گیا تو حکم دیا کہ ان میں آگ لگا دو، جب آگ لگ

گئی اور شعلے خوب اُٹھنے لگے تو اپنی امارت، اور اطاعت کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی یاد دہانی کرتے ہوئے ان انصاری امیر نے اپنے اُن فوجیوں کو حکم دیا کہ اس دہکتی آگ میں کود جاؤ بعض اس کے لیے تیار بھی ہو گئے لیکن کچھ ٹھٹھک گئے اور انھوں نے آپس میں کہا کہ ہم نے آگ کے عذاب سے بچنے ہی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لی ہے اور آپ کا دین اختیار کیا ہے پھر ہم کیوں جیتے جاگتے آگ میں کود پڑیں، ہم تو اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کریں گے۔ یہ بات سُن کر وہ لوگ بھی رُک گئے جو کودنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جب یہ لشکر واپس آیا اور معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا لو دخلوها ما خرجوا منها الی یوم القیمة انما الطاعة فی المعروف (جمع الفوائد ص۳۶)

یعنی اگر یہ لوگ اپنے امیر کے اس حکم کے مطابق آگ میں کود پڑتے تو گویا خودکشی جیسے سخت گناہ کے مرتکب ہوتے اور اس کی سزا میں قیامت تک ان پر آگ ہی کا عذاب مسلط رہتا۔ امیر کی اطاعت تو صرف امر معروف میں ہے" یعنی اگر وہ کوئی غلط اور خلاف شرع حکم دے تو پھر اس کی اطاعت نہ کی جائے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری ارشاد اس بات کا ناطق فیصلہ ہے کہ امیروں کی اطاعت ہرگز مطلق اور بلا قید و شرط نہیں حتی کہ اُن امیروں کو بھی یہ حیثیت حاصل نہیں جن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر مقرر فرمایا ہو۔

صحابہ کرام اور "اطاعت امیر"

کتاب و سنت کے ان صریح فیصلوں کے ہوتے ہوئے "اطاعت امیر" کے بارہ میں صحابہ کرام کا طرز عمل لازمی طور پر یہی ہونا تھا اور صدر اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ انھوں نے امیر کی اطاعت کو "امر معروف" ہی کے ساتھ مشروط سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے پہلے امیر حضرت ابو بکر صدیق مقرر ہوئے اگرچہ آپ کا انتخاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض قریب بصراحت ارشادات کی روشنی میں ہوا تھا اور انتخاب کرنے والی وہ مقدس جماعت تھی جس سے افضل و بہتر جماعت کبھی زمین کی سطح پر پیدا نہ ہوئی اور نہ اُن جیسوں کو چشم فلک نے کبھی دیکھا، بایں ہمہ "مطلق" اور بلا قید و شرط اطاعت کا تصور اُن کے متعلق بھی نہیں کیا گیا حتی کہ انتخاب کے بعد "امیر امت" اور "خلیفہ رسول" ہونے کی حیثیت سے جو پہلا خطبہ آپ نے مسلمانوں کے سامنے دیا اس میں پہلی ہدایت آپ کی یہ تھی۔

ان احسنت فاعینونی	لوگو! اگر میں اچھا اور نیک کام کروں تو میری مدد اور میرے ساتھ تعاون کرنا
وان اسأت فقوّمونی	اور اگر میں ڈگمگا جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا۔

پھر اس خطبے کے آخری لفظ یہ تھے۔

اطیعونی ما اطعت اللہ و رسولہ	جب تک میں اللہ و رسول کا مطیع رہوں اُس وقت تک تم
فاذا عصیت اللہ و رسولہ	میری اطاعت کرنا اور جب (خدانخواستہ) میں اللہ و رسول کی
فلا طاعۃ لی علیکم (تاریخ الخلفا)	معصیت کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔

علیٰ ہذا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا اُس میں بھی بڑی وضاحت کے ساتھ اس امر کا اعلان فرمایا کہ میری اطاعت تمہارے ذمہ اُسی وقت تک لازم ہے جب تک میں سیدھی راہ چلوں اور تم کو معروف کا حکم دوں۔

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے ممبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ صاحبو! اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں اور غلط راہ پر چلنے لگوں تو میرے ساتھ تمہارا کیا طرز عمل ہوگا؟ فوراً مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اپنے تلوار میان سے نکال کر کہا کہ اس تلوار سے تمہارے بل نکال دیئے جائیں گے اور تم کو سیدھا کر دیا جائیگا یا تمہارا سر اڑا دیا جائیگا حضرت عمر رضہ نے مزید آزمایش کے لیئے اس کو ڈانٹ کر کہا کہ کیا تو میری (امیر المومنین کی) شان میں یہ لفظ کہتا ہے؟ اُس نے پوری جرأت اور دلیری سے کہا ہاں ہاں تمہاری ہی متعلق کہتا ہوں، حضرت فاروق اعظم بہت خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا چلنے لگوں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں گے۔

چنانچہ اُن کے دور خلافت میں بکثرت اسکی نظیریں ملتی ہیں کہ انھوں نے ایک بات فرمائی اور جن مسلمانوں نے اس کو غیر صحیح سمجھا انھوں نے کھلکر اس سے اختلاف کیا، کتب سیر میں عام طور پر یہ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عامل عراق حضرت حذیفہ رضہ کو ایک مرتبہ لکھا کہ میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ مسلمان عیسائی عورتوں سے نکاح کریں لہذا مسلمانوں کو روک دو کہ وہ ایسا نہ کریں، انھوں نے جواب میں لکھا کہ یہ آپکی ذاتی رائے ہے یا اسکی بنا کسی نص شارع پر ہے آپ نے ان کو لکھا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ حضرت حذیفہ نے صاف لکھ بھیجا کہ ہم آپ کی ذاتی رائے پر عمل پیرا ہونے کے مکلف نہیں ہیں، چنانچہ آپ کے دور خلافت میں بھی مسلمانوں نے عیسائی عورتوں سے نکاح کیئے اور آپکی اس رائے کی پیروی ضروری نہیں سمجھی گئی۔ اور بارہا ایسا ہوا ہے کہ حضرت فاروق رضہ نے ایک معاملہ میں کوئی فیصلہ کیا اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ کے علم میں جب وہ آیا تو انھوں نے خود امیر المومنین کے سامنے اپنا خلاف ظاہر کیا اور جب دلائل سے اس فیصلہ کی غلطی واضح کر دی گئی تو آپنے فوراً اپنے سابقہ فیصلہ سے رجوع فرمالیا۔

حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو تو چند بار ایسا موقع پیش آیا اور حضرت فاروق اعظم نے نہ صرف یہ کہ انکی بات مالی

بلکہ اعترافِ ممنونیت کے طور پر فرمایا "لولا علی لھلك عمر" (اگر اس معاملہ میں علیؓ نے بروقت رہنمائی نہ کی ہوتی تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا)

علیٰ ہذا ایک بار حضرت معاذ رضؓ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آیا تو آپ نے بلا تکلف اپنی غلطی تسلیم فرمالی اور فرمایا "لولا معاذ لھلك عمر" (یعنی اگر معاذ کی رہنمائی نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا"۔

اور آپ کا عام اعلان تھا احب الناس الیّ من دفع عیوبی الیّ (یعنی مجھے وہ شخص سب سے زیادہ محبوب ہے جو میری کمزوریوں پر مجھے آگاہ کرتا رہے۔)

ان مشہور و مسلم تاریخی واقعات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صدر اسلام میں علامہ مشرقی صاحب کے تراشیدہ "اختیار ناطق" اور اطاعت مطلق کا مسلمانوں میں تصور بھی نہیں تھا۔

پھر اس کے بعد بھی ہر دور میں ایسا ہوا کہ اعیانِ امت نے "امراء و خلفاء" کے جس حکم کو غلط سمجھا اس میں کبھی انکی اطاعت نہ کی بلکہ پوری قوت اور عزم کے ساتھ ان کے خلاف اپنی آواز بلند کی اور کسی جابر کا جبر و قہر ان کو اس "جہاد حق" سے نہ روک سکا۔

"ائمۂ امت اور خلفائے اسلام"

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ کو خلیفہ وقت نے بعض ایسے کاموں کے لئے کہا کہ جنکو حضرت امام اپنے لئے صحیح اور مناسب نہیں سمجھتے تھے، آپ نے ان احکام کی تعمیل سے صاف انکار فرما دیا تا آنکہ اس عدول حکمی ہی کی پاداش میں بالآخر آپ کو قید و بند کی مصیبت بھی برداشت کرنی پڑی، لیکن جس چیز کو آپ اپنی بصیرت سے حق سمجھے ہوئے تھے خلیفہ وقت کے انتہائی اصرار کے باوجود اس سے ایک انچ نہ ہٹے اور اپنی عزیز جان تک دیدی

علیٰ ہذا حضرت امام مالکؒ پر خلیفہ وقت نے زور ڈالا کہ وہ طلاق مکرہ کے بارہ میں اپنی تحقیق کا اظہار و اعلان نکریں (کیونکہ اُس کے نزدیک اِس سے اُسکی خلافت کے استحکام پر بُرا اثر پڑنے کا خطرہ تھا) مگر حضرت امام نے اس خلافِ حق پابندی کے قبول کرنے سے انکار فرما دیا، یہاں تک کہ بحکم سلطانی آپکی مشکیں کسی گئیں جس میں ایک ہاتھ بازو سے اُکھڑ گیا اور اخلاقی مجرموں کی طرح صورت بگاڑ کے آپ کی تشہیر کرائی گئی، لیکن ٹھیک اُس وقت بھی وہ کلمہ حق کہنے سے نہ رُکے، جہاں لوگوں کا مجمع ہوتا وہیں پکار کر کہتے ۔

من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالك بن انس اقول طلاق المکرہ لیس بشئ

جو مجھے پہچانتا ہو وہ پہچانتا ہی ہے اور جو مجھے نہ جانتا ہو تو میں خود اس کو بتلاتا ہوں کہ میں انس کا بیٹا مالکؒ ہوں، میں صاف کہتا ہوں کہ طلاق مکرہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں۔

"خلق قرآن" کے مسئلہ میں **امام احمد بن حنبل**ؒ اور خلیفہ وقت کا ٹکراؤ اور اس سلسلہ میں ان کا ابتلاء حبس و قید کے علاوہ کوڑوں کی مسلسل مار اور کوڑوں کی بارش کے دوران ہی میں ان کا مستانہ نعرہ "القران کلام اللہ غیر مخلوق" تاریخ اسلام کا ناقابل فراموشی واقعہ ہے۔

اسلام کی پہلی دوسری صدی کے ان زرّیں واقعات کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ آج "ہٹلر" کے کسی شاگرد رشید کا یہ ادعا کہ "صدر اسلام میں امراء کا اختیار" "اختیار ناطق" تھا اور انکی اطاعت "مطلق" اور "بلا قید و شرط کی جاتی تھی" کیسا جیتا جاگتا افتراء ہے۔

رجع الحدیث

خیر! "اطاعت امیر" کی یہ بحث تو ضمناً و استطراداً آگئی ــــ ورنہ ہم نے کلام اس پر شروع کیا تھا کہ "علامہ مشرقی" اس خاکسار تحریک کے ذریعہ مسلمانوں میں اپنے مخصوص خیالات پھیلانے میں کامیاب کیونکر ہو سکتے ہیں؟ اور تحریک میں وہ کونسے رازدارانہ خطوط ہیں جو عام شرکار تحریک کو علامہ صاحب کا ہم خیال بنانے میں مددگار ہو سکتے ہیں؟

یہ تھا وہ اصل سوال جس پر ہم نے گفتگو شروع کی تھی اور بحث کے اسی گوشہ کو روشنی میں لانے کے لئے ہم نے خاکسار تحریک کے بنیادی اصول "اختیار ناطق" اور "مطلق و بلا شرط اطاعت" کا ذکر کیا تھا اب وہی اصل بحث ملاحظہ فرمایئے

اختیار ناطق اور مطلق اطاعت کے نتائج

اس اصول کی جو تشریح علامہ صاحب کی تصریحات اور خاکسار تحریک کے لٹریچر سے ہم نے چند صفحے پہلے پیش کی ہے اگر اس کو آپ نے غور سے ملاحظہ فرمایا ہوگا تو اس چیز میں آپ کو بھی تامّل نہ ہوگا کہ اس اصول کا کم از کم تقاضا بلکہ لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر خاکسار کو "علامہ صاحب" کے ساتھ غایت درجہ کا حسن ظن پیدا ہوگا وہ انکی ذات کو "غلطی" اور "خطا" سے بالاتر سمجھے گا اور کم سے کم یہ کہ وہ اپنے کو ان کی کسی بات سے اختلاف کرنے کے قابل کبھی بھی نہ سمجھے گا بلکہ اس کا تصور بھی نہ کر سکے گا۔

ایک طرف تو علامہ صاحب نے اس اصول کے ذریعہ ہر خاکسار کے دل و دماغ اور اس کی نظر و فکر پر قبضہ کر لیا، اور دوسری طرف انھوں نے تحریک کے آرگن اخبار "الاصلاح" اور اپنے مستقل ایڈریسوں کی وساطت سے اپنے انھیں مخصوص خیالات کو کچھ سنوار سدھار کر خاکساروں کے سامنے پیش کرنا شروع کیا ــــ علامہ صاحب کا "تذکرہ" دیکھنے کے بعد تحریک خاکساران کا عام لٹریچر (اشارات، قول فیصل، اصلاح وغیرہ کا

مطالعہ جو شخص غور سے کریگا وہ تذکرہ اور اس لٹریچر میں ایک خاص قسم کی یکسانیت اور ہم آہنگی پائیگا، اور محسوس کریگا کہ "اسلام" کی جو عجیب و غریب شرح انھوں نے تذکرہ میں فرمائی ہے طرز بیان کو کسیقدر سنوار کے اسی کو وہ تحریک کے لٹریچر کے ذریعہ خاکساروں میں پھیلا رہے ہیں، اسکی شہادت میں سیکڑوں اقتباسات تحریک کے لٹریچر سے پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن ہم طول سے بچنے کے لئے صرف چند ہی چیزیں پیش کرتے ہیں ـــ

قول فیصل جو صرف خاکسار تحریک کے اغراض و مقاصد کی تشریح ہی کے لئے لکھا گیا ہے اور جس کو بجا طور پر تحریک کا آئینہ کہا جاسکتا ہے اس میں وہ صاف فرماتے ہیں :ـــ

"ہاں خاکسار تحریک تیرہ سو پچاس برس کے بعد جس سچے اور اصل مذہب کی طرف ہر مسلمان کو پھیر لے جانے کے لئے تیار ہوئی ہے وہ خدا اور اسلام کے باہتھیار سپاہی بننا ہے یہی سچا اور اصلی اسوۂ رسول ہے، اسی کے متعلق لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ قرآن میں لکھا ہے اسی سپاہیانہ زندگی کو ہم خاکسار اسوۂ رسول سمجھتے ہیں اور اس کے سوا ہم تمہارے بتائے ہوئے کسی "اسوۂ رسول" کو چلنے نہیں دیں گے"

پھر اسی مضمون کو ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں :ـــ

خاکسار تحریک نے تیرہ سو پچاس برس کے بعد پہلی دفعہ دنیا کو بتایا ہے کہ "اسوۂ حسنہ رسول" دین اسلام، الغرض خدا کا سچا مذہب صرف اور صرف سپاہیانہ زندگی ہے"۔ (قول فیصل نمبر ۳)

لاہور کیمپ منعقدہ ۱۴ مارچ ۳۷ء کے موقع پر جو ایڈریس انھوں نے اپنے خاکساروں کے سامنے دیا تھا اور جو مولوی کا غلط مذہب نمبر ۲ کے نام سے شائع ہو چکا ہے اسمیں انی لکم رسول امین وغیرہ وہی چند آیتیں ذکر کرنے کے بعد جو "تذکرہ" میں بھی انھوں نے اس مدعا کے لئے پیش کی ہیں، لکھا

یہ سب قرآنی الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ خدا کے بھیجے ہوئے انسانوں کے آنے کا مقصد قیام جماعت اور غلبہ کے سوا کچھ نہ تھا"۔ (غلط مذہب ۲ ص ۹)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ علامہ صاحب نے "اسلام" اور "مقصد بعثت انبیا" کے متعلق جن خیالات کا اظہار اپنے تذکرہ میں فرمایا ہے جن کو ابتدائی بحث میں ہم نقل کر چکے ہیں کیا ان سطور میں انہی خیالات کو کسی قدر خوبصورتی کے ساتھ نہیں پیش کیا گیا ہے؟

علےٰ ہذا قرآن کے "عمل" کے متعلق جو تشریح انھوں نے تذکرہ میں پیش کی ہے اسی کو انھوں نے تحریک کے لٹریچر میں بھی

پیش کیا ہے اور جا بجا پیش کیا ہے۔ نومبر ۱۹۳۶ء کے سیالکوٹ کیمپ کے موقع پر انھوں نے خاکسار تحریک کے واحد اور لاشریک قائد ہونے ہی کی حیثیت سے جو خطبہ اپنے خاکساروں کے سامنے دیا تھا اس کا موضوع ہی قرآنی عمل کی تشریح ہے، اس کی ابتدا میں چند وہ آیات نقل کرنے کے بعد جن میں مختلف عنوانوں سے مومنین کو "اعمالِ صالحہ" کی ترغیب دی گئی ہے فرماتے ہیں :۔

"میں تمھیں اس کیمپ میں کئی قرنوں کے بعد پھر بتلانا چاہتا ہوں کہ از روئے اسلام عمل کیا شے ہے کس قطع کے عمل سے خدا کے یہاں جزا ملتی ہے، اور کس طرح کا عمل ہے جس کا لازمی نتیجہ خدا کی سزا ہے" (صفحہ ۱)

پھر عمل کی وہی "تذکرہ" والی تشریح کرنے کے بعد فرمایا

عمل کے اسلامی معنی اگر سمجھنا چاہتے ہو تو جاؤ مصطفےٰ کمال کو دیکھو کہ کیا کر رہا ہے امان اللہ کو دیکھو کہ اس نے کیا کیا تھا الخ (صفحہ ۲)

پھر اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں

الغرض قرآن کا عمل صرف ہاتھوں اور پیروں کا عمل ہے، جنگی اور فوجی عمل ہے، خدا کا بندہ بن کر زمین پر حکمران ہونے کا عمل ہے، اللہ کا سپاہی بن کر زمین پر غالب ہونے کا عمل ہے، (صفحہ ۴)

پھر چند سطر کے بعد لکھتے ہیں :۔

نماز نفل، درود تسبیح، دعا از روئے قرآن کسی معنوں میں عمل نہیں نماز صرف مسلمانوں کی دنیا میں ایک ناقابل شکست اور عالمگیر جماعت پیدا کرنے کا ہتھیار ہے (صفحہ ۸)

پھر اسی سلسلہ میں انگریزوں کے متعلق لکھتے ہیں :۔ کہ ـــــ انگریزوں کو دیکھ لو ان میں "قیام جماعت" موجود ہے انکی نماز تمہیں نظر بھی نہیں آتی لیکن خدا کی بخشش کا بے پناہ ہاتھ ان کو دنیا پر غالب کر رہا ہے ـ (صفحہ ۱۲)

اور اگست ۱۹۳۶ء کے گجرات کیمپ والے ایڈریس میں عبادت کی وہی تذکرہ والی تشریح کرنیکے بعد بطور حاصل لکھتے ہیں۔

الغرض عبادت کے قرآنی معنی غلام بننا ہے، مسلمان جب تک اللہ کے غلام بنے رہے دنیا کی سب نعمتیں ان کو ارزانی ہوئیں جب اس مشکل غلامی کو چھوڑ کر آسان پانچ منٹ کی نماز کو عبادت بنالیا خدا اگر ملگیا اسلامی قوت کا شیرازہ اس اخلاق پر بندھا تھا جو قرآن میں درج تھا جب مسلمان اس اخلاق کے عامل نہ رہے شیرازہ بکھر گیا ادھر انگریزوں اور ہندوؤں نے خدا کی عملی غلامی اختیار کر لی خدا انگریز اور ہندو کا طرفدار ہو گیا انگریز، ہندو، مسلمان سب خدا کی مخلوق ہیں، سب پر اس کا فیض عام جاری ہے

وہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے وہ رب العٰلمین ہے، پس یاد رکھو جو اس کا بندہ بن گیا خدا اس کا ہو گیا (ص۸)

بلا مبالغہ اس قسم کی سیکڑوں عبارات ہیں سے یہ چند ہیں اگر ناظرین کرام کے اُکتا جانے کا خیال ہم کو اختصار کے لئے مجبور نہ کرتا تو علامہ صاحب کے اُن ایڈریسوں ہی سے جو مختلف مقامات کے کیمپوں پر انھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے خاکساروں کے سامنے دیئے ہیں اسی نوع کی پچاسیوں عبارتیں اور پیش کر سکتے تھے، تاہم جو چند عبارتیں یہاں ہم نے پیش کی ہیں وہ بھی اتنا اندازہ کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں کہ علامہ صاحب "الاصلاح" اور اپنے ایڈریسوں کے ذریعہ دین و مذہب کے متعلق اپنے اسی نظریہ اور فلسفہ کو خاکساروں میں پھیلا رہے ہیں جس کو انھوں نے پہلے "تذکرہ" میں پیش کیا تھا اور خاکسار جب کہ ان کو "مختار ناطق امیر" اور "مطاع مطلق امام" تسلیم کر چکے ہیں اور انکی بلا شرط اور خاموش اطاعت کا عہد کر چکے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ علامہ صاحب کی آواز پر آمنّا وصدّقنا ہی کہیں گے اور اسی کو دین و ایمان سمجھیں گے، اور یہ صرف ہمارا قیاس ہی قیاس نہیں ہے بلکہ ہماری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ یہی ہو رہا ہے

خاکسار تحریک کی رفتار اور اس کے اثرات کے متعلق یو۔پی، اور پنجاب سے بلوچستان تک چل پھر کر جو تحقیقی معلومات خود میں حاصل کر سکا ہوں انکی بنا پر وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ خاکساروں میں غالب اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو پہلے علامہ صاحب کے مخصوص عقائد و خیالات سے قطعاً واقف نہ تھے اور اگر ابتداءً اُن کے سامنے یہ خیالات و عقائد پیش کیے جاتے تو وہ ان سے کامل بیزاری ظاہر کرتے بلکہ ایسے عقائد والے پر بھی چار حرف نہ بھیجتے، لیکن وہ اپنی اُس سادہ لوحِ دل کو لیکر "اسلامی فوجی تنظیم" کے نیک جذبہ کے ماتحت خاکسار تحریک میں شامل ہو گئے، علامہ صاحب کو انھوں نے اپنا "مختار ناطق امیر" اور "مطاع مطلق امام"۔ بنایا اور پھر "الاصلاح" کے مسلسل مطالعہ اور علامہ صاحب کے "ہدایت ناموں" کے اثر سے ان پر آہستہ آہستہ وہ رنگ چڑھنا شروع ہوا اور اب صورت یہ ہے کہ وہ علامہ صاحب کے نہ صرف ہمنوا بلکہ اُن کے مخصوص خیالات کے پر جوش حامی اور مبلغ بنے ہوئے ہیں ذرا اُن کے سامنے علامہ کے عقائد کے خلاف کچھ کہیئے اور پھر دیکھیے کہ ان کی پیشانی پر کتنے بل پڑتے ہیں، اور اگر اُن کا بس چل سکے تو وہ بجائے خاکساریت کے کیسی خونخواریت کا مظاہرہ کرتے ہیں —— بہرحال خاکساروں کا عقائد و خیالات میں بھی مشرقی صاحب کے ہمخیال، یا اُن سے قریب تر ہو جانا "خاکسار تحریک" کے اصول اور اس کی رفتارِ عمل کا لازمی اور بدیہی نتیجہ ہے اور اسمیں شک صرف بے خبری اور ناواقفیت ہی کی وجہ سے کیا جا سکتا ہے۔

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر بالفرض علامہ صاحب کا مقصد بھی خاکسار تحریک سے یہ نہ ہوتا اور وہ خاکساروں

کو انسے ہم خیال بنانے کی کوئی خاص جد وجہد بھی نہ کرتے جب بھی تحریک کے ان اصولوں اور موجودہ نظام کا نتیجہ یہی ہوتا۔

علامہ صاحب کی پیشبندی اور علما کا قتلِ عام

علامہ صاحب کو اپنی اس کوشش کے سلسلہ میں کاوٹ اور مزاحمت کا سب سے زیادہ خطرہ "علمارِ حق" سے تھا وہ سمجھتے تھے کہ یہ گروہ ضرور میری راہ میں مزاحم ہوگا۔ اور میری دعوت آسانی سے مسلمانوں میں نہ پھیلنے دیگا اس لیے انہوں نے بطور پیشبندی و حفظ ماتقدم "علماء" کے وقار کو گرانے اور عام مسلمانوں کو ان کے اثر سے آزاد کرنے بلکہ اُن کے دلوں میں علمار کے خلاف جذبۂ نفرت و حقارت پیدا کرنے کی جدوجہد کو اپنے پروگرام کا مستقل جزو بنایا اور عملاً اس کو اتنی اہمیت دی کہ بلا کسی مبالغہ کے کہا جا سکتا ہے کہ خاکسار تحریک کے سارے لٹریچر میں جتنا زورِ قلم "علمار" کے خلاف صرف کیا گیا ہے اتنا کسی دوسرے موضوع پر نہیں لکھا گیا۔

علامہ صاحب کا کوئی قابلِ ذکر مقالہ اور کوئی ایڈریس ایسا نہیں جسمیں آئینِ شرافت و حدود انسانیت سے بالکل آزاد ہو کر "علمار" کے خلاف دلیدہ دہنی نہ کیگئی ہو، دوسرے عام بازاری ملحدوں اور مذہب کے دشمنوں کی طرح وہ بھی اپنے قلم سے "علما" کی تصویر ایسی بھیانک اور قابلِ نفرت کھینچتے ہیں کہ اس سے زیادہ بدتر اور پست تر کسی مخلوق کا شاید تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور پھر اس سلسلہ میں تو وہ خالص جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے میں بھی کوئی کمی نہیں کرتے، اگرچہ انکی تمام تصانیف اور مقالات اس دشنام طرازی اور بہتان تراشی سے لبریز ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ایک ضخیم کتاب اُن کی صرف ان گالیوں سے مرتب کر سکتے ہیں لیکن یہاں عدم گنجائش کی وجہ سے صرف چند اقتباسات ہی پر اکتفا کرنے کے لئے مجبور ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔ قول فیصل نمبر صفحہ ۳ پر فرماتے ہیں

مسجد کے ملانوں، اور نفل اعوذیوں، مکار پیشواؤں، اور خود غرض رہنماؤں کا پیش کیا ہوا اسلام ہم اس لیے نہیں مانتے کہ اس کی سند قرآن، حدیث، روایت اور تاریخ میں کہیں نہیں.....

غریب مولویوں اور باسی ٹکڑے کھانے والے بیچارے ملانوں کو کیا خبر کہ اسلام کیا ہے۔

پھر چند سطر بعد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں

جو ملا اور مولوی گھر گھر کے باسی ٹکڑے اور پس خوردہ سالن میلے اور بدبودار کٹوروں میں کھا کھا کر اپنی مسجد کے میلے اور بدبودار حجرے میں چھپا بیٹھا ہے، مہینوں کی میل اور جراثیم سے بھری ہوئی مسواک سے دانت صاف کرنے کا دعوی کرتا ہے، میلے اور بدبودار پسینے میں لتھڑے ہوئے بخس

کپڑوں کو پہن کر اور مہینوں تک سردیوں میں غسل نہ کرکے "پاکیزہ اور مقدس" بنا بیٹھا ہے۔ ناف کے بال خدا کے گھر میں پھینک کر بڑے حاکم کی گستاخیاں اور بڑی گھر کو ناپاک کر رہا ہے، لیکن شرم وحیا نہیں کرتا، ہندوستان میں دنیا کے سب سے لمبے دریا ہو اگر اپنے جسم کی گندگی کو پانی سے صاف نہیں کرتا اور مذہب کے بہانے بے حیاؤں کی طرح اپنی شرمگاہ کو پکڑ کر لوگوں کو دکھاتا پھرتا ہے، نہیں جس ملا اور مولوی نے تاریخ کا ایک صفحہ عمر بھر نہیں پڑھا..... جس کو قرآن حکیم کی ایک آیت کا صحیح مطلب معلوم نہیں جو اس کو طوطے کی طرح رٹ رٹ کر اور گدھے کی طرح لاد لاد کر 'حافظ' اور عالم بنا بیٹھا ہے..... وہ مولوی اور ملا کیا اس بات کا اہل رہ گیا ہے کہ آج ہم اس سے اپنا مذہب سیکھیں؟..... اس جاہل کے ماتھے کی سیاہی اس کی محتاجی اور کم علمی، اس کی ذلت اور مسکنت، اس کی درماندگی اور سکون، اس کی گندگی اور چیتھڑے صاف بتلاتے ہیں کہ یہ اور کچھ بھی ہو قوم کا سردار نہیں رہا جو مسکین اپنا پیٹ بھی عزت سے بھر نہیں سکتا اس کو کیا پتہ کہ ساٹھ کروڑ کی امت کس قوت اور عزت کی طالب ہے"

۲۹ دسمبر ۱۹۳۶ء کے سیالکوٹ کیمپ والے ایڈریس (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۲) میں فرماتے ہیں:۔

"مسجد کا مولوی اور ملا جو بے چارہ اپنے تنگ و تاریک حجرے میں روٹی کے غم میں پھنسا ہے اور جس کے داؤ اور جال میں تم مسلمان کم از کم ایک سو سال سے پھنسے بیٹھے ہو قرآن کی عظیم الشان کتاب کو جو کوہ طور بلکہ کوہ ہمالیہ سے بڑی اور بھاری کتاب ہے کچھ نہیں سمجھتا" (ص ۳)

اور مارچ ۱۹۳۷ء کے لاہور کیمپ والے ایڈریس معروف (بہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۴) میں لکھتے ہیں:۔

"مسلمانو! مولوی کی قرآن کے متعلق اکثر تشریحیں غلط ہیں اکثر اپنے نفس کی خواہشوں کے مطابق ہیں، اکثر مکر و فریب پر ہیں، مولوی نے قرآن کے حکموں کو چھپانا اور شیر مادر کی طرح قرآن کے احکام کی روح کو ہضم کر جانا اپنا شعار بنا لیا ہے، مولوی نہ صرف قرآن چھپا رہا ہے بلکہ قرآن کے خلاف آہستہ آہستہ ایک ایسے نئے دین کی عمارت کھڑی کر رہا ہے جس کا لازمی نتیجہ امت کی کامل تباہی ہے"

مولوی کا غلط مذہب نمبر ۴ ص ۲۵

"الاصلاح" مجریہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۷ء ص ۵ کالم ۱ و ۲ میں علما کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے تہذیب و شرافت پر یوں نشتر زنی کی ہے۔

ہندوستان کا ادنیٰ قسم کا تنخواہ خور مولوی پانچ روپیہ ہو اور یہ بھی ہر قسم کے آقا کی خایہ مالی کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔"

جن حضرات نے خاکسار تحریک کا لٹریچر دیکھا ہے اُن کو تو خود ہی معلوم ہوگا اور ہمارے جن ناظرین کو اس کا موقع نملا ہو وہ باور فرمائیں کہ اس سلسلہ کی کوئی کتاب کوئی رسالہ اور کوئی مقالہ غالباً ایسا نہیں ہے جس میں "علماء" کے خلاف ایسی ہی یا اس سے بھی غلیظ تر گندگی نہ اچھالی گئی ہو۔

علماء کے خلاف اس غلاظت افشانی سے علامہ صاحب کا مقصد

اور اس سے علامہ کا مقصد صرف یہی ہے کہ دین کے ان چوکیداروں اور ہر داعیٔ الحاد کے دام فریب سے مسلمانوں کے ان بچانے والوں کو خود مسلمانوں کی نظروں میں گرا دیا جائے تاکہ علامہ صاحب کی دعوت کیلئے میدان صاف ہو جائے اور عامی مسلمان بآسانی انکی مٹھی میں آسکیں اور علماء کی مزاحمت و مخالفت اُنکی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔

اگرچہ یہ کوئی نئی چال نہیں ہے اور ہر قائد ضلالت کا پہلا قدم یہی ہوتا ہے اور سب سے پہلے وہ اپنے سہام طعن کا نشانہ علماء اور حاملین مذہب ہی کو بناتا ہے اور اس ہی میں اپنی خیر اور اپنے مشن کی کامیابی سمجھتا ہے۔ لیکن علامہ صاحب کے قلم نے اس سلسلہ میں جو شعلہ فشانیاں کی ہیں اور جس آبرو باختہ طریقہ پر انھوں نے علماء کے خلاف گالیاں اور بہتانوں کے انبار لگائے ہیں اسکی نظیر یقیناً کسی دوسرے لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔

پھر انھوں نے اس پیشبندی اور خطاب عام ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جس عالم دین نے ان کے عقائد کو باطل اور اُن کی تحریک کو غلط اور گمراہ کن سمجھتے ہوئے مخالفت میں آواز اٹھائی انھوں نے اس کو ایسی ایسی ملاحیاں سنائیں کہ اگر اس میں حق گوئی کی غیر معمولی جرأت و عزیمت نہو تو اپنی "آبرو" کے تحفظ کے لئے علامہ صاحب کے خلاف زبان کو حرکت دینے کا پھر کبھی ارادہ ہی نہ کر سکے۔

صوبہ سرحد میں مولنا غلام غوث صاحب سرحدی نے (جو صوبہ سرحد کے مقتدر عالم اور ذی علم ہونے کے ساتھ جو ایک صاحب ورع و تقویٰ بزرگ ہیں) اپنی صوابدید کے مطابق علامہ صاحب کی تحریک کی مخالفت کی، علامہ صاحب نے پھر ان پر بازاری گالیوں اور ناپاک بہتانوں کا وہ مینہ برسایا کہ اللہ کی پناہ!

اس سلسلہ کے متعدد متعفن اور غلیظ مضامین میں سے صرف ایک مضمون کی دو سطریں ملاحظہ ہوں

"ہزارہ کے ایک جہنمی ملا کے متعلق جس کی زندگی کے دن یقیناً گنے جا چکے ہیں اور جس کی زناکاریوں اور شرمناک بدفعلیوں اور حکومت سے سازباز کی رپورٹیں ادارۂ علیہ میں موجود ہیں۔ الخ"
(الاصلاح ۱۰ فروری ۱۹۳۹ء ص کالم ۲)

پھر علامہ صاحب کی یہ دشنام بازی صرف عرفی "علماء" ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ جب کبھی جس مقتدر ہستی نے بھی خواہ کیسے ہی متین سے متین اور سنجیدہ سے سنجیدہ مصلحانہ انداز میں اُن کے طریقۂ کار کے خلاف کوئی آواز اُٹھائی اور کہیں ان کو ٹوکا تو بس علامہ صاحب نے اپنی غلیظ گالیوں کی توپ اور شرمناک بہتانوں کی مشین گن کا رخ اسی کی طرف پھیر دیا تاکہ اگر اسمیں متعفن گالیوں کی برداشت اور ناپاک اور رسوا کن بہتانوں کی تاب نہو تو پھر وہ علامہ صاحب یا اُن کی تحریک پر تنقید کی "غلطی" کا ارتکاب ہی نہ کر سکے ——— مثالاً سنئے۔

مولانا سید ابوالاعلےٰ مودودی مدیر "ترجمان القرآن" جن کی اعلیٰ خصوصیات سے اسلامی ہند کا تعلیم یافتہ طبقہ اچھی طرح واقف ہے اور جو نہ عرفی علماء میں سے ہیں اور نہ کسی جماعت بندی اور دھڑے بازی سے ان کا تعلق ہے ——— انھوں نے محض بہ نیت اصلاح اور پوری متانت و سنجیدگی کے ساتھ ایک مرتبہ علامہ صاحب کے اختیار ناطق اور اطاعت مطلقہ کے نظریہ کے خلاف کچھ لکھا اور علامہ صاحب کو کچھ صلاح دی اسکے جواب میں علامہ صاحب نے زیر عنوان "**پنجاب میں مذہبی بدمعاشی کا نیا اڈا**" اپنے اخبار "الاصلاح" میں جو نا قابل دید نوٹ اپنے قلم سے جھاڑا اس کی چند چھینٹیں یہ ہیں

"ایک گمنام ملائی رسالہ ترجمان القرآن"..... اس دو کوڑی کے ملائی چیتھڑے کے اڈیٹر"

"اس نے حیدر آباد دکن میں مذہب مذہب کا ڈھونگ رچا کر اپنی روزی کمانی چاہی"

"اس چوروں کی ٹولی میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی"

"اِن قرآن کے ہادیوں کی شیطان سیرتی اور رسالہ کی بے مائیگی"

"یہ چورا پنا بوریا بستر باندھ کر پنجاب میں آیا....... اس بے ہنر ملا کی بدمعاشی"

"دجل سے اپنے علم وفضل کی ہوا باندھنا چاھتا ہے"

"اس معلم الملکوت کی مکاری"

"یہ گوبر کے کیڑے کہیں پرورش نہ پا سکیں" (الاصلاح ۹ ستمبر ۳۶ء)

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ فی زمانہ کتنے ہیں اس دل گردہ والے جو ایسی ایسی ملاحیاں سننے کے بعد بھی علامہ صاحب کے منہ لگنے کی جرأت کریں، درحقیقت علامہ صاحب نے یہ طریقہ اسی واسطے اختیار کیا کہ ہر شریف اور صاحب وقار اُن کے اور ان کے کاروبار کے متعلق کچھ کہنے ہی میں اپنی ٹوپی کی خیر سمجھے اور خلاف بولنے کی ہمت ہی نہ کرے اور اس طرح بلا کسی روک ٹوک کے وہ ناواقف مسلمانوں کو باآسانی شکار کر سکیں۔

قتل کی دھمکیاں

اس گالی بازی کے علاوہ اسی مقصد کے لیئے ایک سلسلہ ان کے یہاں جانی و مالی نقصان کی دھمکیوں کا بھی ہے جہاں کسی اللہ کے بندے نے اپنی صواب دید کے مطابق علامہ صاحب کے عزائم کے خلاف کوئی موثر قدم اٹھایا بس "الاصلاح" یا گمنام پرائیویٹ خطوط کے ذریعہ اس کو ڈرانا دھمکانا شروع کردیا گیا چنانچہ مولانا غلام غوث صاحب سرحدی مولانا بہار الحق صاحب قاسمی مدیر "ضیاء الاسلام امرتسر" اور مولانا سید محمد عبداللہ شاہ مدیر "الفلاح پشاور" اور ان کے علاوہ دیگر اور بہت سے ان خدام ملت کو جن کی مستقل مساعی علامہ صاحب کے کاروبار میں رکاوٹ ڈال رہی ہیں بارہا قتل تک کی دھمکیاں دی جاچکی ہیں۔

اخباروں پر شرقی سنسر

اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ ہے کہ جہاں کسی اخبار نے اپنی صوابدید کے مطابق علامہ صاحب کی کسی غلطی یا اُن کی تحریک کی کسی خامی کے متعلق کوئی نکتہ چینی کی، بس علامہ صاحب نے اُس کے ڈرانے دھمکانے کے لیئے ہٹلرانہ دھمکیوں کا ایک سلسلہ شروع کردیا تاکہ اگر اس میں پورا عزم و ہمت نہ ہو تو وہ وہیں خاموش ہو جائے اور پھر نکتہ چینی کا کبھی بھول کر بھی ارادہ نہ کرے ـــــ ابھی چند روز کا واقعہ ہے کہ لاہور کے مشہور روزنامہ "شہباز" نے (جو خاکسار تحریک کا گرمجوش حامی تھا) علامہ صاحب کے لکھنؤ سے معافی مانگ کر رہا ہونے پر جائز اور مخلصانہ نکتہ چینی کی علامہ صاحب نے فوراً اپنے خاکساروں کے نام حکم جاری کردیا کہ "شہباز" کی اشاعت بقدر پندرہ ۱۵ سو کے فوراً کم کردی جائے اور اس کے لئے ہر ممکن جد و جہد کی جائے (الاصلاح ۱۵ ستمبر ۱۹۳۹ء)

چنانچہ اس کے لیئے خاکسار بہادروں نے پورا زور لگایا اور نوبت بانجا رسید کہ جگہ جگہ "شہباز" کے ایجنٹوں اور ہاکروں کو ڈرایا دھمکایا اور بعض جگہ مارا پیٹا اور اس طرح علامہ صاحب کے اس ہٹلرانہ حکم کی تعمیل کی گئی۔"

غرض یہ ہیں وہ طریقے جن کے ذریعے علامہ صاحب نے یہ کوشش کی ہے کہ اُنکے خلاف کوئی مؤثر آواز نہ اٹھ سکے، ان کی غلطی پر کوئی نکتہ چینی نہ کی جاسکے، اور ان کے خلاف کتاب و سنت انتہائی گمراہانہ عقائد و خیالات پر کوئی تنقید نہ کی جاسکے، اور اگر کوئی مرد خدا ایسا کرے تو وہ بے اثر رہے اور اس کی کوئی نہ سنے۔

ہماری نزدیک یہ ہی علامہ صاحب کا مرتب اور منضبط پروگرام جس کے ذریعہ سے آپ اپنے ہمنواؤں اور ہمجیالوں کی ایک دنیا پیدا کرنا چاہتے ہیں بلکہ پیدا کر رہی ہیں اور ہم کو اعتراف ہے کہ تذکرہ کی تالیف و اشاعت جس مقصد میں ناکام رہی اب خاکسار تحریک کے پردہ میں وہ اس کی تکمیل میں ضرور کامیاب ہو رہے ہیں۔

چونکہ خلاف توقع بحث بہت طویل ہو گئی اس لیے اسکے منتشر اجزار کو پھر ناظرین کے سامنے اجمالی طور پر پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی تاکہ ان کو نتیجہ نکالنے میں سہولت ہو۔

خلاصۂ بحث اور حاصل کلام

دین و مذہب کے بارہ میں علامہ صاحب کے خیالات و نظریات تو اس مقالہ کے ابتدائی حصہ سے آپ کو بہ تفصیل معلوم ہو چکی ہیں اور علامہ صاحب کی واضح تصریحات اور تحریک کے لٹریچر ہی کے اقتباسات سے آپکو یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کو انکے موجودہ راستہ سے ہٹا کر اس دین و مذہب پر لگانا ہے جو علامہ صاحب کے نزدیک اصلی دین اور حقیقی اسلام ہی اور رہ رہی ہے جسکو انھوں نے تذکرہ میں پیش کیا ہے اور جس کی رو سے صرف انگریز اور دیگر اقوام یورپ مسلمان ٹھیرتی ہیں مسلمانوں کو خاکسار تحریک کے دروازہ سے اس راہ پر لانے کے لیے انھوں نے جو پروگرام بنایا ہے وہ یہ ہی کہ تحریک کا بورڈ انھوں نے صرف "فوجی تنظیم اور خدمت خلق" رکھا اور اپنی حیثیت اس میں "مختار ناطق" "امیر" اور "مطاع مطلق امام" کی مقرر کی جس کے بعد جماعت میں داخل ہونے والا ہر شخص انکی ذات کو اختلاف و تنقید سے بالاتر ہستی ماننے پر مجبور ہوا اور وہ سب طرف سے گونگا بہرا بن کر ان کی اور صرف اُن کی سُننے اور بس خاموشی سے ماننے — پھر اپنے مقالوں اور ایڈرسوں کے ذریعہ تسلسل مگر تدریج کے ساتھ انھوں نے اپنے وہ مخصوص خیالات و نظریات خاکساروں کے سامنے پیش کرنے شروع کیے جو اگر براہ راست پیش کیے جاتے اور تحریک کی فریبی چادر انپر نہ پڑی ہوتی تو یقیناً ہر عامی مسلمان بھی ان کو رد کرتا اور مشرقی صاحب کے سایہ سے بھی بھاگتا — اس سلسلہ میں سب سے زیادہ خطرہ ان کو علماء کی مزاحمت کا تھا کہ وہ مسلمانوں کو میری اس جال سے بچانے کے لیے ضرور میدان میں آئیں گے اس لیے انھوں نے پیش بندی اور حفظ ماتقدم کے طور پر تمام مسلمانوں کی نظروں میں عموماً اور اپنے خاکساروں کی نگاہ میں خصوصاً "علماء" کو ساقط الاعتبار کر دینے کے لیے اپنے قلم کی پوری پوری طاقت صرف کر دی اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر خاکسار اور خاکسار نواز جسقدر دشمن اس دنیا میں "علماء" کا ہی اتنا نہ ہندو کا ہو نہ سکھ کا نہ کسی اور غیر مسلم اور مخالف کا یہ انھوں نے صرف اسی لیے کیا کہ "علماء" اپنے فرض منصبی سے مجبور ہو کر اگر مسلمانوں کو انکے دام ضلالت سے بچانے کے لیے

کوئی جد و جہد کریں تو ان کی کوشش کارگر نہ ہو اور کوئی انکی آواز پہ کان دھرنے کو تیار نہ ہو۔

اس کے باوجود بھی کچھ مردانِ خدا جب ان کے خلاف حق کی آواز بلند کرنے سے باز نہیں آتے اور مسلمانوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنے کی ہمت کرتے ہیں تو علامہ صاحب کبھی سخت مغلظ گالیوں کی بوچھار اور شرمناک بہتانوں کی بارش سے اور جب یوں بھی کام نہیں چلتا تو قتل و غارت کی دھمکیوں سے انکی زبان بند کر دینا چاہتے ہیں۔

غرض یہ ہے ہمارے نزدیک خاکسار تحریک کی حقیقت، اس کا مقصد اور پروگرام، اور ہم کو اعتراف ہے کہ علامہ صاحب کا منشا اس تحریک کے پردہ میں خوب پورا ہو رہا ہے، اور ہم اپنے تحقیقی اور قابل وثوق معلومات کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ تحریک میں شامل ہونے والے سادہ لوح جو ابتداءً صرف "فوجی تنظیم" اور "خدمت خلق" کے نام پر داخل ہوتے ہیں آہستہ آہستہ مذکورہ بالا پر پیچ راستوں سے اُسی منزل پر پہونچ جاتے ہیں جو علامہ صاحب کی منزلِ مقصود ہے، وہ علامہ صاحب کو نہ صرف ایک پیشوائے دین بلکہ دین و مذہب کا واحد عارف اور ماہر بھی سمجھنے لگتے ہیں اور چند روز کے بعد وہی "تذکرہ" والی مشرقی بولی بولنے لگتے ہیں۔

خاکسار تحریک کے مقصد، رفتارِ عمل، اور ان نتائج کے معلوم ہو جانے کے بعد اسکے بارے میں مذہب کا فیصلہ بالکل ظاہر ہے کہ وہ ایک خالص گمراہانہ تحریک ہے اور اس کا مقصد اور نتیجہ مسلمانوں میں الحاد کا پھیلنا ہے۔

یہاں تک کی ہماری ساری بحث صرف مذہبی پہلو سے تھی اب انشاء اللہ سیاسی حیثیت سے اس پر غور کرنا ہے۔

خاکسار تحریک کا سیاسی پہلو

علامہ صاحب نے خاکسار تحریک کے "مقصد" کے سلسلہ میں ایک اعلان تو یہ کیا تھا کہ اس کا مقصد مولوی کے بتائے ہوئے غلط مذہب کو فنا کر کے "اصلی اسلام" کو رائج کرنا ہے"۔ (وہی اصل اسلام جس کو علامہ صاحب اصلی سمجھتے ہیں) پھر اس مقصد کے لئے جو راستہ انھوں نے تجویز کیا ہے اس کی پوری تفصیل اور اسکی کامیابی کے امکانات اور اس کا انجام نیز اس پر تنقید بھی آپ ملاحظہ فرما چکے۔

ایک دوسرا اعلان اُن کا جس سے تحریک کا سیاسی منتہا معلوم ہوتا ہے یہ ہے۔

خاکسار سپاہی کا نصب العین روئے زمین کی بادشاہت اور اپنے نیک عمل کے ذریعہ سے قوم کا اجتماعی اور سیاسی غلبہ ہے" (خاکسار تحریک کے چودہ نکات میں کا نواں نکتہ)

اس میں کیا شک کہ اس سے زیادہ شاندار اور بلند تر نصب العین کوئی اور نہیں ہو سکتا فی الحقیقت مسلمان کیلئے ان لفظوں

ہیں بھی بڑی کشش اور بڑی جاذبیت ہی لیکن ظاہر ہے کہ اس قسم کے خوش کن اور دلکش لفظ صرف بولدینے اور لکھدینے سے قوم کی قسمت نہیں پلٹتی اور نہ صرف کوئی اعلےٰ سے اعلےٰ نصب العین مقرر کر لینے سے کسی تحریک یا جماعت کی بہتری اور برتری کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ یہاں یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس نصب العین" تک پہنچنے کا راستہ ان کے پاس کیا ہی؟ اور کس رفتار سے وہ اس کی طرف چل رہے ہیں۔ ایسا تو نہیں کہ یہ صرف لفظوں کی بھول بھلیاں ہوں، یا راستہ انھوں نے بجائے "منزل حجاز" کے "انگلستان" کا اختیار کر رکھا ہو، اور ان کے ساتھ لگ کر قوم کی بہترین طاقت اور عزیز ترین وقت ضائع ہو رہا ہو۔

اس کے لئے جب علامہ صاحب سے سوال کیا جاتا ہے کہ آپ کا پروگرام کیا ہے؟ اور آپ کی آئندہ تجویز و تدبیر کیا ہوگی؟ — تو جواب معمہ کی زبان میں یہ ملتا ہے کہ

"اینٹ چونا، گارا جمع کرنے سے پہلے مکان کا نقشہ نہیں بتا سکتا، پہلے دیکھوں گا کہ مصالحہ کسقدر موجود ہے (قول فیصل نمبر ۵ صفحہ ۲۳)

کبھی فرمایا جاتا ہی کہ

"طریقے ہم اس وقت سوچیں گے جس وقت کسی معنوں میں صلاحیت رکھیں گے مکان کا مصالحہ موجود نہیں تو مکان کے لمبے چوڑے نقشے بنانے سے کیا حاصل (جھوٹ کا پول ص۱۵)

گویا ابھی تک علامہ صاحب نے یہ سوچا بھی نہیں ہی کہ انھیں یہ مقصد کس طرح حاصل کرنا ہی اور اسکے لئے کیا امکانات ہیں بہرحال علامہ صاحب نے آجتک نہیں بتلایا کہ جس "نصب العین" کا انھوں نے اعلان کیا ہی اس تک پہنچنے کیلئے ان کے پاس کونسا راستہ اور کیا لائحہ عمل ہے، اب ایک ہی صورت رہجاتی ہی اور وہ یہ کہ اپنی فکر و بصیرت کو معطل کر کے بس علامہ صاحب کی حسن نیت اور حسن تدبیر پر اس طرح اعتماد کر لیا جائے جس طرح خدا کے پیغمبروں پر کلی اعتماد کیا جاتا ہی اور بس آنکھ بند کر کے اُن کے پیچھے ہولیا جائے

اب دیکھنا یہ ہی کہ کیا واقعی علامہ صاحب کی بصیرت اور انکی سیاسی قابلیت و عزیمت پر ایسا اعتماد کیا جاسکتا ہے اور کیا قوم کو اندھا دھند ان کے پیچھے چل پڑنے کا مشورہ دیا جاسکتا ہی؟

کیا علامہ صاحب اس قابل ہیں کہ ان پر پیغمبر کی طرح اعتماد کرلیا جائے

اس میں کوئی شک نہیں کہ بلا وجہ بدگمانی بہت بُری چیز ہی، لیکن یہ بھی حقیقت ہی کہ کسی شخصیت کو بلا اچھی طرح

برمکھے' قوم کے سیاہ و سپید بلکہ اس کی موت و حیات کا مالک بنا دینا انتہا درجہ کی حماقت ہے — ہم علامہ صاحب کے بارہ میں ان کی زندگی کے تمام دوروں اور ان کی تحریروں کو سامنے رکھکر جتنا زیادہ غور کرتے ہیں اسیقدر ان کی ذات "غیر واضح" اور اس منصب جلیل اور کار عظیم کے قطعاً ناقابل نظر آتی ہے۔

شکوک و شبہات کی تاریکی

تھوڑی دیر کے لیے ان کے مذہبی عقائد و خیالات سے قطع نظر کر لیجئے' نیز اس سے بھی بالکل قطع نظر کر لیجئے کہ وہ ایک عرصہ تک گورنمنٹ برطانیہ کے انتہائی معتمد اور اعلیٰ درجہ کے وفادار اعلیٰ عہدہ دار رہے ہیں جن کی وفاداری اور سرکاری خیرخواہی پر گورنمنٹ کو بھی پورا پورا اعتماد رہا ہے[1] اس سے بھی بالکل صرف نظر کر لیجئے کہ گورنمنٹ اب بھی ان کو پنشن دے رہی ہے' اس کو بھی نظر انداز کر دیجئے کہ "انگریزی سرکار" جو کسی مؤثر طاقت کا بننا اور وہ بھی "مسلمانوں کی فوجی طاقت" کا تیار ہونا کسی طرح بھی ٹھنڈی آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور اس کے برباد کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی حیلہ نکال ہی لیتی ہے وہ علامہ صاحب کی اس فوجی اور ڈسپلن کی لائینوں پر چلنے والی تحریک کو پوری خوشگواری کے ساتھ برداشت کر رہی ہے' اور اس کو بھی چھوڑ دیجئے کہ وہ انگریزوں کو "مومن کامل" "صالح و متقی" "منصور من اللہ" اور "محبوب خدا" ثابت کرنے میں اپنا پورا زور قلم صرف کر دیتے ہیں بلکہ کر چکے ہیں اسکو بھی چھوڑیئے کہ بہت سے کھلے سرکار پرست جن کا کوئی قدم سرکار کے چشم و ابرو دیکھے بغیر کسی سمت میں نہیں اٹھتا حتیٰ کہ ہر دو چار قدم پر مستقل وظیفے پانے والے سردار صاحبان بھی جن کا مستقل پیشہ ہی سرکار کی خیرخواہی اور انگریزوں کی مشکل کشائی ہے علامہ صاحب کی تحریک میں شامل ہیں — غرض دوسری قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے والے ان تمام صحیح واقعات سے بالکل صرف نظر کر کے اور ان کو ملت کے حق میں مخلص اور نیک نیت ہی فرض کر کے بھی جب ہم اُن کے بارہ میں غور کرتے ہیں تو یہ چند چیزیں ہم کو ان کی ذات میں بہت نمایاں نظر آتی ہیں۔

(۱) دماغ کا عدم توازن

ایک یہ کہ اُن کا دماغ نہایت غیر متوازن ہے' اور ان کے سامنے کوئی متعین لائحہ عمل نہیں — خاکسار تحریک کے لٹریچر ہی کو اگر کوئی صاحب نظر بغور دیکھے تو وہ سب سے پہلے اسی نتیجہ پر پہنچیگا کہ اس کا لکھنے والا جسقدر جوشیلا ہے اس سے زیادہ پراگندہ دماغ ہے جس کے سامنے کوئی مفصل لائحہ عمل اور متعین اصول کار نہیں ہے۔

پراگندہ دماغی کی ایک مثال

طول و اطناب سے بچنے کے لئے ان کی پراگندہ دماغی اور تلون مزاجی کی صرف ایک مثال بیان پیش کی جاتی ہے جس کا اُن کی عملی پالیسی سے خاص تعلق ہے اور اس سے اُن کی سیاست دانی کا جوہر بھی کھل جاتا ہے ملاحظہ فرمایئے

[1] ملاحظہ ہو علامہ صاحب کی سوانح حیات مختصر بہ قول فیصل نمبر ۲۳ ۷۷

پہلے "تذکرہ" میں انہوں نے گاندھی جی کی عدم تشدد کی جنگ کو حضرت مسیح کی کشورکشا اور آسمانی تعلیم لکھا اور اس کا منتہا غلبہ وحکومت بتلایا (ملاحظہ ہو تذکرہ صفحہ)

لیکن اس کے بعد "قول فیصل" میں اور اس کے علاوہ بھی دوسرے بہت سے مقالات میں بڑی زور کے ساتھ اس کو زنانہ فلسفہ، ہندوانہ فلسفہ اور شیطانی فعل لکھا — اور پھر حکومت یو۔پی کے مقابلہ میں اسی کو جہاد قرار دیا خود بھی سول نافرمانی کر کے گرفتار ہوئے اور سینکڑوں خاکساروں کو گرفتار کرایا — مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر علامہ صاحب کی چند اصل عبارات بھی درج کر دی جائیں۔

عدم تشدد کی جنگ حضرت مسیح کی کشورکشا آسمانی تعلیم ہے۔

تذکرہ میں جہاں آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا مقصد و منتہا غلبہ و قوت اور سلطنت و حکومت تھا اور سب پیغمبر اسی مقصد کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے وہاں یہ شبہ کیا جا سکتا تھا کہ حضرت مسیح کی تعلیم تو یہ تھی کہ جو تمہارے ایک رخسارے پر طمانچہ لگائے اس کے سامنے دوسرا بھی کر دو اور جو تمہاری چادر چھینے اس کو اپنا کرتا بھی اتار کر دے دو! اس تعلیم پر عمل کرنے سے کیونکر کوئی قوم غالب وحکمران بن سکتی ہے؟ — اس پیدا ہونے والے شبہ کا جواب دیتے ہوئے علامہ صاحب لکھتے ہیں —

"ابھی دو برس نہیں گذرے اسی طمانچے والی حلیم بنانے والی تعلیم کے ایک جزو قلیل کو سرزمین ہند کے ایک عقلمند اور باعمل سیاسی رہنما نے صحیح طور پر لیا اور اگرچہ اس کی تمام منطق کو سمجھنے سے وہ فی الجملہ قاصر رہا لیکن اسپر کما حقہ عمل پیدا کرنے کی سعی کی اور لوگوں کو اس اصل روحانیت کی ترغیب اور وراثت زمین کا نصب العین پیش کر کے چند مہینوں کے اندر وہ ماحول پیدا کر دیا کہ انگریزی حکومت کے اوسان خطا ہو گئے (مقدمہ تذکرہ اردو صفحہ)

پھر حاشیہ میں اس "باعمل اور عقلمند سیاسی رہنما" کو متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس رہنما کا نام موہن داس کرم چند گاندھی ہے (المتولد ۵ شنبہ ۲ اکتوبر ۱۸۶۹ء)"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ گاندھی جی کا اختیار کردہ عدم تشدد کے ساتھ سول نافرمانی کا طریقہ "علامہ صاحب" کے نزدیک حضرت مسیح کا لایا ہوا آسمانی فلسفہ اور الٰہی تعلیم ہے اور اس کا منتہا بھی غلبہ وحکومت ہے" — لیکن اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے!

سول نافرمانی زنانہ فلسفہ مضحکہ انگیز اصول اور ہندو فلسفہ ہے

قولِ فیصل میں زیرِ عنوان "گاندھی کی زنانہ لیڈری اور ہندو فلسفہ کا عروج" لکھتے ہیں

"تمہارا زنانہ لیڈر (گاندھی) اس زنانہ قوم کا سردار تھا جس نے تمام عمر تلوار ہاتھ میں نہیں پکڑی مردِ میدان ہو کر ایک جنگ نہ لڑی صد ہا سال سے ایک قلعہ فتح نہ کیا، وہ بیچارہ اپنی قوم کو آزادی کے طریقے اس کے سوا کیا سکھلاتا کہ تم مار کھانے کی نشانی ہو مار کھایا کرو، تم نے ہمیشہ سے کسی کو دکھ نہیں دیا اس لئے عدم تشدد کیا کرو! . . . . انصاف سے کہو کہ لنگوٹی پہننے والا ننگ دھڑنگ مہاتما تمھیں اور کیا سکھلاتا، اس غریب نے اپنی قوم کو کسی اور کام کے لائق نہ دیکھ کر "ستیا گرہ" اہنسا، عدم تشدد، سول نافرمانی، ترکِ موالات، وغیرہ وغیرہ کے وہ مضحکہ انگیز اصول ہندو فلسفہ کے نام سے جاری کیے کہ ایک دنیا دنگ رہ گئی۔"

پھر اسی سلسلہ میں چند سطر بعد لکھتے ہیں

"اس وقت جو خطرناک نقصان اسلامی سیاست کو ہندو کانگریس سے پہنچ رہا ہے یہ ہے کہ قوم کے سامنے ہر رنگ میں وہی ہندو فلسفہ پیش ہے قانون حکومت کو توڑنے کی ناکام آرزو میں جیل خانوں میں جانا، گولیوں کے لیے سینے سامنے کر دینا، دشمن کو کچھ نقصان نہ پہنچانا، اور آپ فنا ہو جانا، لڑائی میں صرف مرنے کے لئے جانا، جتھے بھیج کر گرفتار ہو جانا، جیل خانوں اور قید کو باعثِ عزت سمجھنا، سول نافرمانی سے اپنے مطالبات پورے ہونے کی امیدیں رکھنا، نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لینا، جلوس نکالنا، ہڑتال کرنا احتجاج کے ریزولیوشن پاس کرنا وغیرہ وغیرہ ہر اسلامی مذہبی اور سیاسی تحریک کے دستور العمل کا لب لباب ہیں، مسلمان رہنما اب اس پروگرام کی تقلید کے سوا کوئی دوسری شے وضع نہیں کر سکتے، اسلام کا فلسفہ عمل مات ہو چکا ہے ہندوانہ طریقۂ کار قوم کے ذہن پر غالب ہے، گاندھی کی ذہنیت مسلمان قوم پر ابتک جاری ہے۔"

مسلمان تیرہ سو برس تک اسلام کے معنی اطاعت اور فرمانبرداری سمجھ کر آج یہ سمجھ نہیں سکتا کہ وہ جرنیل بڑا بے وقوف اور ناحقیقت شناس تھا جس نے اپنی فوج کو نافرمانی کا سبق دیا، پس [illegible] میں نافرمانی کی ہوا پیدا کرنا خواہ نافرمانی دشمن ہی کی کیوں نہ ہو بڑا خطرناک سبق ہے۔"

دشمن کی نافرمانی بھی شیطنت ہے

پھر چند سطر بعد اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

اطاعت لامحالہ ایک روحانی عمل اور نافرمانی ایک شیطانی جذبہ ہے، کانگریس نے اپنے رہنما کی اطاعت کی روحانیت پیدا کرنے کے بجائے اپنے دشمن کی نافرمانی کی شیطنت پیدا کرنے کا تہیہ کر کے ملک میں ابتری پھیلادی۔" (قول فیصل نمبر ۸ ص ۱۰۸)

اگرچہ علامہ صاحب کی ان عبارات کے ایک ایک فقرہ پر بڑا دلچسپ تبصرہ کیا جاسکتا ہے اور حکومت یو۔پی کے مقابلہ میں ان کی تازہ جنگ "سول نافرمانی" کو سامنے رکھ کر اس کو اور زیادہ پرلطف اور رنگین بنایا جاسکتا ہے مگر چونکہ اس مقالہ میں ہم نے صرف اصل حقائق ہی کو پیش کرنے کا تہیہ کرلیا ہے اس لیے ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے، ناظرین کرام خود ہی غور فرمائیں کہ یہ شخص کس اصول اور کس دماغ کا ہے جو دشمن طاقت کی نافرمانی کو بھی کار شیطنت قرار دیتا اور سپاہی کا فرض یہ بتلاتا ہے کہ وہ دشمن کے احکام کی بھی اطاعت ہی کرے نافرمانی نہ کرے۔ (اس سیاست دانی پر یہ خواہش ہے کہ سب اندھے بہرے اور گونگے ہو کر میرے پیچھے چلے چلیں اور خاموشی سے میری اطاعت کریں)

ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہاں ہم کو اُن کے اس خیال پر تنقید کرنی نہیں ہے بلکہ ہم اپنے ناظرین کو اس جگہ صرف یہ دکھلانا چاہتے تھے کہ گاندھی جی کی عدم تشدد کی جس پالیسی کو "تذکرہ" میں علامہ صاحب نے حضرت مسیح کی کشورکشا آسمانی تعلیم" لکھا اسی کو "قول فیصل" میں زنانہ فلسفہ، ہندوانہ فلسفہ مضحکہ انگیز اصول اور شیطانی فعل قرار دیا ـــــ اور پھر حکومت یو۔پی کے مقابلہ میں اُسی کو خود اختیار کیا بلکہ اس کو اسلامی جہاد کی اہمیت دی، خود بھی سول نافرمانی کر کے چپ چاپ "جیل گئے" اور سینکڑوں خاکساروں کو اسی زنانہ فلسفہ اور بقول خود ہندوانہ فلسفہ سول نافرمانی کے ماتحت جیل بھجوایا۔ بلکہ گولیوں کا نشانہ بنوایا۔

اسی ایک مثال سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ علامہ صاحب کے مزاج میں کس قدر تلوّن اور خیالات میں کیسی پراگندگی ہے، اور یہ کہ انکے سامنے جدوجہد اور سعی و عمل کا کوئی متعین رستہ اور اس کے لیے کوئی خاص روشنی نہیں ہے۔

وہ آٹھ سال سے متواتر اپنے بلند بانگ دعووں کے ذریعہ قوم کو یہ یقین دلاتے رہے کہ جب ان کے لیے جدوجہد اور کسی طاقت سے ٹکر لینے کا وقت آئیگا تو بس آگ اور خون کی جنگ ہوگی، اور وہ ہوگا جو اب تک کبھی نہ ہوا ہوگا اور وہ وہ کر دکھائیں گے جو کسی نے نہ کیا ہوگا، لیکن جب وقت آیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب محض دعوے تھے اور تعلّیاں تھیں ورنہ ان کے پاس بس اُسی لنگوٹ بند ننگ دھڑنگ مہاتما گی تقلید کے سوا

اور کوئی خاص روشنی نہیں ہے

(۲) بے باکانہ اور بے پناہ جھوٹ

اس پراگندہ دماغی اور بے اصولے پن کے علاوہ ان کی ایک نمایاں ترین خصوصیت انتہائی بیباکی کے ساتھ بے پناہ جھوٹ بولنا اور جھوٹ لکھنا ہے اور ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس بارہ میں انھوں نے پیشہ ور قسم کے اشتہاری دوا فروشوں کو بھی مات کر دیا ہے ہم کو اندازہ ہے کہ ہمارے اکثر ناظرین کو بھی اس دعوے سے ضرور حیرت ہوگی اور شاید وہ اس کو مبالغہ سمجھیں گے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو شخص آٹھ سال سے اُن کی زندگی اور اُن کے اخبار الاصلاح کا تنقیدی نظر سے مسلسل مطالعہ کر رہا ہوگا وہ ہمارے اس دعوے سے لفظ بہ لفظ متفق ہوگا، ہم اُن کے اس قسم کے جھوٹوں کی درجنوں بلکہ بیسیوں پچاسوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں لیکن یہاں عدم گنجائش کی وجہ سے صرف ایک دو ہی مثالوں پر اکتفا کرنے کے لیے مجبور ہیں

حیرت انگیز جھوٹ کی چند مثالیں

ستمبر ۳۵ء میں علامہ صاحب نے اعلان کیا کہ دسمبر کی آخری تین تاریخوں میں پچاس ہزار خاکساروں کا عظیم الشان اجتماع دہلی میں ہوگا۔" پھر اس مظاہرہ سے مسلمانوں کو متاثر کرنے کی غرض سے اس تماشہ کو کامیاب اور شاندار بنانے کیلئے انھوں نے جو کھیل کھیلے اور جو جو اعلانات کیے وہ جھوٹ اور فریب کی حیرت انگیز مثالیں ہیں۔

(۱) انھوں نے اعلان کیا کہ اس اجتماع میں داخلہ کا ٹکٹ صرف خاکی وردی اور بیلچہ اور اخوت کا نشان ہے" دیکھئے الاصلاح ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء) اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ تماشے کے بہت سے شوقین اسی حیلہ سے خاکسار بن جائیں

(۲) نومبر ۳۵ء ہی کے بعض اخبارات میں انھوں نے اعلان کرایا کہ اس اجتماع میں حضور نظام بھی شرکت فرمائیں گے اور خاکساروں کی طرف سے حضور کو ایک سو ایک گولوں کی سلامی دی جائیگی (انقلاب (نومبر ۳۵ء)

لیکن ریاست حیدرآباد سے اطلاع آگئی کہ "یہ اطلاع از سرتاپا غلط ہے (مجاہد لاہور ۳۰ نومبر ۳۵ء)

حضور نظام کی شرکت کے اس جھوٹے اعلان سے علامہ صاحب کا جو مقصد ہو سکتا تھا وہ بھی بالکل ظاہر ہے،

(۳) اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حیرت انگیز مگر دلچسپ اور بہادرانہ جھوٹا اعلان انھوں نے یہ کیا کہ

جلالۃ الملک ابن سعود بادشاہ حجاز نے ادارہ علیہ ہند یہ کو یہ **اجازت** دی ہے کہ وہ ایک ہزار باوردی اور بابیلچہ خاکساروں کو حج کرانا چاہتے ہیں اپنے انتظام کے ماتحت ۳۶ء میں بھیجے ہر

مسلمان جو خاکساروں کی سپاہیانہ قواعد عمدگی سے جانتا ہو اس تعداد میں شامل ہو سکتا ہے، جہاز کا کرایہ کراچی سے جدہ تک صرف ایک سو اسی روپیہ ہے جدہ اُترتے ہی ان حاجیوں کا تمام خرچ جو چارسو روپیہ فی نفر ہے حکومت حجاز خود ادا کرے گی **ان حاجیوں کا انتخاب دہلی کے اجتماع کے موقع پر ہوگا** (الاصلاح ۱۳ ستمبر ۳۵ء)

پھر ۱۱ اکتوبر کے الاصلاح میں لکھا گیا۔ کہ

جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کی ایک ہزار حاجیوں کی **دعوت** کے متعلق متعدد اعلانات ہو چکے ہیں ہر خاکسار یا غیر خاکسار جس کے پاس دوسو روپیہ نقد موجود ہو اپنی درخواست ایک روپیہ ٹکٹ داخلہ کے ساتھ دے کر اس فہرست میں داخل ہو سکتا ہے۔

پھر اُسی سال وسط نومبر میں "قول فیصل نمبر" شائع ہوا کے آخری صفحہ کی بالکل آخری تین سطروں میں "دہلی کے اجتماع" کے اعلان کے ساتھ **ایک ہزار حاجیوں کے انتخاب** کا جلی عنوان دیکر یہ اطلاع بھی درج ہے۔

آیندہ حج یعنی فروری ۳۶ء کے آخر میں ایک ہزار خاکسار حج کو جائیں گے ہر مسلمان جو خاکساروں کی قواعد عمدگی سے جانتا ہے اس تعداد میں شامل ہو سکتا ہے جہاز کا کرایہ کراچی سے جدہ تک صرف ایک سو اسی روپیہ ہے جدہ اُترتے ہی ان حاجیوں کا تمام خرچ جو (۴۰۰ فی نفر ہے) حکومت حجاز خود ادا کرے گی ان حاجیوں کا انتخاب دہلی کے اجتماع کے موقع پر ہوگا"

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ کس بے باکی کے ساتھ الاصلاح میں مہینوں یہ اعلان کیا گیا کہ سلطان ابن سعود نے ایک ہزار خاکسار حاجیوں کو دعوت دی ہے اور کرایہ جہاز کے علاوہ ان کے تمام دیگر مصارف کی ذمہ داری لی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ بھی صرف دہلی کے اس مظاہرے یا تماشے کو کامیاب بنانے اور اسکی رونق بڑھانے کے لئے محض جھوٹا اور بالکل جھوٹا پروپیگنڈا تھا۔

چنانچہ پہلے مکہ معظمہ کے رئیس المعلمین مولوی عبدالرحمن صاحب مظہر کیطرف سے اور پھر حکومت ہند کے محکمہ اطلاعات کی طرف سے اخبارات میں اس کی تردید کی گئی اور انتباہ کیا گیا کہ کوئی شخص اس دھوکہ میں آکر بلا پورے سفر خرچ کے گھر سے نہ نکل پڑے حکومت حجاز نے اس قسم کی کوئی دعوت نہیں دی ہے۔ لیکن ناظرین کرام کو یہ معلوم کر کے سخت حیرت ہوگی کہ اس کے باوجود بھی علامہ صاحب اپنے "الاصلاح" میں اسی دم خم کے ساتھ وہی اعلان فرماتے اور ان تردیدی اعلانات کو دشمنوں کا حاسدانہ پروپیگنڈا بتلاتے ہے (الاصلاح ۲۹ نومبر ۳۵ء)

یہاں تک کہ آخر میں خود حکومت حجاز نے اپنے ایک خصوصی سرکاری اعلان (کمیونک) مجریہ ۸ رشوال المکرم ۵۷ھ کے ذریعہ اس کی تردید کی اُس عربی کمیونک کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

جلالۃ الملک کی حکومت کو اطلاع ملی ہے کہ ہندوستان میں یہ خبر شائع ہوئی اور ہندوستان کے اخبارات میں چھپی ہے کہ جلالۃ الملک نے ایک ہزار ایسے اشخاص کو جو "تشکیلات الخاکسار" کے تابعین ہیں اس سال فریضہ حج ادا کرنے کی دعوت دی ہے نیز یہ کہ جدہ کے ساحل پر قدم رکھتے ہی ان کے تمام اخراجات جلالۃ الملک کی حکومت برداشت کرے گی۔" حقیقت یہ ہے کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد محض خود ساختہ اور من گڑھت ہے۔ بنا بریں جلالۃ الملک کی حکومت اس امر کی وضاحت کر دینا چاہتی ہے کہ اس نے اس قبیل کی دعوت کبھی اور کسی حالت میں بھی جاری نہیں کی حکومت اس خبر کی صحت سے انکار کرتی اور اُسے جھوٹا قرار دیتی ہے۔"

اسی ایک واقعہ سے دروغ بیانی اور جھوٹے اشتہاری پروپگنڈے کے بارہ میں علامہ صاحب کی بےمثال بیباکی اور جسارت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، درحقیقت یہ سارا ڈھونگ اس لئے رچایا گیا تھا کہ کچھ نئے "احمق" اس حج کے بہانے سے اور پھنس جائیں اور دہلی کے مظاہرے کی کچھ رونق بڑھ جائے۔

لیکن ناظرین کرام کو یہ معلوم کر کے تعجب ہوگا کہ ان تمام چالوں اور ہتھکنڈوں کے بعد بھی پچاس ہزار کجا پانچ ہزار کا بھی اجتماع نہ ہوا۔

ناظرین کرام باور فرمائیں کہ اس قسم کے جھوٹے پروپگنڈے کی مثالیں علامہ صاحب کے یہاں اتنی کثرت سے ہیں کہ اگر صرف اُنہی کو ہم جمع کریں تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے لیکن ہم بقصد اختصار سب کو نظر انداز کر کے صرف ایک نمونہ کے تازہ ترین واقعہ کے ذکر پر اس سلسلہ کو ختم کرتے ہیں۔

جن حضرات کو علامہ صاحب کی شروع ستمبر کی پہلی گرفتاری اور رہائی کے حالات کسی خاص ذریعہ سے معلوم ہیں اُن کے نزدیک یہ قطعی اور یقینی بات ہے کہ علامہ صاحب نے بقلم خود اُس معافی نامہ پر دستخط کیے جو حکومت یو-پی کو پیش کیا گیا اور جس کی بنا پر اُن کی رہائی عمل میں آئی - لیکن پنجاب پہنچ کر جب اُنھوں نے دیکھا کہ اس معافی نامہ کی وجہ سے اُن کی سخت رسوائی ہو رہی ہے اور ان کا برسوں کا بنایا ہوا کھیل بگڑ رہا ہے تو وہ اُس سے صاف منکر ہو گئے اور اس سلسلہ میں اُنہوں نے ایسا سفید جھوٹ بولا جس کی توقع کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بازاری آدمی سے بھی نہیں کی جا سکتی ہے راقم الحروف تو اُن لوگوں میں سے ہے جسکو مخصوص قابل وثوق ذرائع سے یہ واقعہ معلوم ہے اور بالیقین معلوم ہے لیکن اگر

کوئی اور انصاف پسند اس کی اصلیت معلوم کرنا چاہے تو جناب حافظ احمد حسین صاحب ایم۔ ایل۔ سی۔ اور جناب واجد حسین صاحب رضوی کے مندرجہ ذیل بیان سے اصل واقعہ کے متعلق اپنا اطمینان کر سکتا ہے۔ یہ دونوں صاحبان بلند مرتبہ صاحبِ وجاہت اور اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں، کانگرسی نہیں ہیں بلکہ کانگریس کے کھلے مخالف ہیں اور یہی صاحبان علامہ صاحب کے اس معاملہ میں حکومت اور جناب "علامہ" کے مابین سفیر کی حیثیت رکھتے تھے جب علامہ صاحب نے لاہور جا کر اپنے دستخطوں سے قطعی انکار کیا تو ان حضرات نے اپنی ذمہ داری محسوس کر کے حکومت یوپی کے چیف سیکرٹری کو ذیل کا مشترکہ خط لکھا۔

جناب چیف سیکرٹری صاحب! تسلیم

علامہ عنایت اللہ مشرقی کی تحریر مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۹ء میرے اور سید واجد حسین کے نام جو کہ میں نے آپ کو ۲ ستمبر ۳۹ء کو دی تھی وہ میری اور سید واجد حسین کے روبرو شاہ دین اسلم ایڈیٹر الاصلاح نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھی اور اس پر ہم دونوں کے سامنے علامہ مشرقی نے دستخط کئے تھے، دوئم یہ کہ جو خط کہ اپنے لفافہ میں بند کر کے مجھ کو کرنل جعفری کے نام دیا تھا وہ ہم نے بجنسہ کرنل موصوف کو دیدیا تھا اور انہوں نے خود اپنے ذریعہ سے اس تحریر پر جو کہ لفافہ میں بند تھی علامہ مشرقی اور ان کے پانچ چھ ساتھی خاکساران کے دستخط ہم دونوں کے روبرو افسران جیل نے بنوائے، ہم نے خود علامہ مشرقی کو دستخط کرتے ہوئے دیکھا اور ان کو ہم خوب پہچانتے ہیں، یہ تحریر افسران جیل کے پاس رہی ہم نہیں لائے نہ ہم سے اس سے کچھ واسطہ تھا اس کے بعد علامہ مشرقی وغیرہ رہا کر دیئے گئے"

حافظ احمد حسین ایم۔ ایل۔ سی۔ سید واجد حسین رضوی ——— (اشہباز لاہور ۲ ستمبر ۳۹ء)

اس خط کی پہلی سطر میں علامہ کی جس دستخطی تحریر بنام حافظ احمد حسین و واجد حسین رضوی کا ذکر ہے اور جو ان دونوں صاحبان کی وساطت سے چیف سکرٹری صاحب کو پہنچی تھی وہ یہ تھی۔

محترم حافظ احمد حسین صاحب ایم۔ ایل۔ سی! و محترم سید واجد حسین رضوی مراد آبادی! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دفعہ ۱۰۰ کے نوٹس کی واپسی کے بعد میں ایک سال صوبہ متحدہ نہ آؤں گا نہ خاکساروں کے جتھوں کو کسی دوسرے صوبہ سے آنے کا حکم یا اجازت دوں گا، صوبہ متحدہ کے خاکساروں کو ہدایت ہوگی کہ لکھنؤ کے شیعہ، سنی قضیہ میں دخل نہ دیں۔ آپ اس خط کو اطمینان کے واسطے حکومت کے چیف سکرٹری کو دے سکتے ہیں" تحریر ۲ ۹/۳۹ عنایت اللہ

بہرحال واقفانِ حال کے نزدیک یہ بالکل یقینی اور غیر مشکوک واقعہ ہے کہ علامہ صاحب نے اپنا دستخطی معافی نامہ پیش کر کے رہائی حاصل کی اور حافظ احمد حسین صاحب ایم۔ ایل۔ سی و سید واجد حسین صاحب رضوی کے مندرجہ صدر واضح بیان کے بعد تو دوسروں کے لئے بھی شک و شبہ کی گنجایش نہیں رہی۔ —— اگرچہ ایک عقلی احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علامہ صاحب ہی کا بیان صحیح ہو اور یہ دونوں صاحبان غلط بیانی سے کام لے رہے ہوں لیکن جب کہ علامہ صاحب کے متعلق یہ معلوم ہی ہے کہ وہ اس فن میں خاص کمال رکھتے ہیں اور اس قسم کے صریح جھوٹ بولنا انکی آزمودہ عادت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس معاملہ میں ان معزز گواہوں کو اُن کے مقابلے میں سچا نہ سمجھا جائے۔

علامہ صاحب کے اس کمال پر ایک خاص گواہی

جن دنوں علامہ صاحب لکھنؤ پہنچے اور پھر معافی نامہ داخل کر کے وہاں سے واپس ہوئے اتفاق سے مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی بی۔ اے۔ مدیر "صدق" اُن دنوں لکھنؤ ہی تشریف فرما تھے وہاں جو کچھ ہوا اور جس طرح علامہ صاحب کی "شاندار آمد" اور پھر "شاندار رفت" ہوئی وہ مولانا کے علم میں تھی، لیکن اسکے بعد "الاصلاح" میں جو روداد اس "آمد و رفت" کی علامہ صاحب نے شائع فرمائی اس کو دیکھ کر محترم مولانا کو لکھنا پڑا۔ کہ

> قیام لکھنؤ، گرفتاری، توبہ نامہ، رہائی، شرائط رہائی کی جو روداد "ادارہ علیہ" کے ترجمان "الاصلاح" میں شائع ہوئی ہے، اسکے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ "داستان امیر حمزہ" تصنیف کر ڈالنے والے دماغ اب دنیا سے ناپید ہو گئے ہیں؟

علامہ صاحب کے اس ورودِ لکھنؤ کے موقع پر محترم مولانا عبدالماجد صاحب کو علامہ صاحب سے ملنے اور مشافہۃً بات چیت کرنے کا بھی موقع مل گیا اور پورے دو گھنٹہ تک "باریابی" رہی۔ ان اچھی خاصی طویل اور مفصل ملاقات میں علامہ صاحب کے متعلق جو کچھ محترم مولانا نے سمجھا وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے۔

> عقائد کی بحث چھوڑیئے، فہم قرآن کا سوال الگ رکھئے، کہ ان میں سے کونسا راز اب سربستہ ہے؟ لیکن اتنا تو خیال بہرحال تھا کہ بانی تحریک ایک عالی دماغ، باہمت انسان ہوگا، اور اعلیٰ تنظیمی قابلیت اور جرأت کا حصہ دار۔ یہ اندازہ تو اب جا کر ہوا کہ یہاں ہر خانہ کی خانہ پری کے لئے اعتماد صرف پروپیگنڈا کی قوت پر اور یہ کہ سارا دفتر "خاکساری" غالب کے اس شعر کی شرح ہے
>
> آہ کا کس نے اثر دیکھا ہے ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں
>
> (صدق، یکم اکتوبر ۳۹ء)

واضح رہے کہ مولانا عبدالماجد صاحب نے اس ملاقات سے دو ہی چار روز پہلے اسی اخبار "صدق" کی اس سے پہلی اشاعت میں خاکسار تحریک کے متعلق ایک گونہ حسن ظن کا اظہار فرمایا تھا، اور یہ تو مولانا موصوف نے ان سطور میں بھی ظاہر فرمایا ہے کہ وہ علامہ صاحب کے متعلق یہ خیال کئے ہوئے تھے کہ وہ ایک عالی دماغ اور باہمت انسان ہوں گے غیر معمولی جرأت اور تنظیمی قابلیت رکھتے ہوں گے"، لیکن ممدوح نے جب خود علامہ صاحب سے ملاقات کی اور "الاصلاح" میں اُنکی بے پناہ اور اشتہاری دوا فروشوں کو مات دینے والی غلط بیانی کو دیکھا تو موصوف اس نتیجہ پر پہونچے کہ "خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم"

(۳) ذمہ داری کا عدم احساس اور لغو گوئی

"پراگندہ دماغی" اور "بے پناہ دروغ بیانی" کے علاوہ علامہ صاحب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اُن میں ذمہ داری کا احساس قطعاً نہیں اور اسی لیے وہ غیر ذمہ دارانہ ڈینگیں مارنے میں بڑے بے باک ہیں، ہمارے اس دعوے کی شہادت "الاصلاح" کا پورا فائل دیسکتا ہے لیکن ہم ناظرین کے سامنے لکھنؤ ہی کے تازہ واقعہ کے سلسلہ کی اُنکی بعض "ڈینگیں" پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

لکھنؤ کے شیعہ سنی نزاع میں مداخلت کرتے ہوئے ۱۶ جون ۱۹۳۹ء کے الاصلاح میں جو مقالہ آپ نے لکھا اُس میں ہر دو فریق کے تین تین رہنماؤں کو واجب القتل قرار دیکر قتل کرانے کی دھمکیاں دیں اور لکھا کہ

یہ رہنما ہوشیار ہو جائیں اور ہر شخص جو چوری اپنی ڈاڑھی کو خلال کرے ۳۰ جون کے بعد دو ہزار خاکسار سپاہیوں کے متعلق احکام نکلیں گے، ہندوستان کے آٹھ سو جانبازوں کے متعلق ... نہ معلوم کیا خطرناک احکام ان رہنماؤں کے متعلق نکلیں ... یہ پندرہ دن کی مہلت اس لیے دیتا ہوں کہ ان رہنماؤں کو اپنی درستی کا موقع مل سکے اور انتقام کی خطرناک صورت واقع نہونے پائے ۳۰ جون کے بعد جو واقعات رونما ہوں گے ادارہ علیہ ان سے بری الذمہ ہوگا" (الاصلاح ۱۶ جون ۱۹۳۹ء)

اس کے بعد ۲۳ جون کے الاصلاح میں اسی اعلان کا اعادہ بایں الفاظ کیا

"دونو طرف کے رہنماؤں کو پیغام پہنچا دیا جائے کہ وہ اس فساد کو روک دیں ورنہ اُنکی جان سخت خطرہ میں ہے ... اگر فساد بند نہوا تو احکام ۷ جولائی کے الاصلاح میں نافذ ہوں گے" (الاصلاح ۲۳ جون ۱۹۳۹ء)

ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان کے موجودہ حالات اور مشرقی صاحب کی موجودہ پوزیشن میں اس قسم کے اعلانات کسقدر غیر ذمہ دارانہ اور قابل مضحکہ ہیں، اور ان کی اس لغویت ہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب علامہ صاحب کی مقرر کردہ تاریخ ۳۰ جون تک وہاں کے حالات میں کوئی تبدیلی بھی نہوئی اور شیعہ سنی نزاع کسی درجہ میں بھی ختم

نہ ہوئی تو علامہ صاحب کو بار بار التوائے تاریخ کا اعلان کرنا پڑا کیونکہ عدم احساس ذمہ داری کی وجہ سے جو کچھ وہ کہہ چکے تھے اُس کا کرنا اُن کے بس کی بات نہ تھی چنانچہ ۳۰ جون کے الاصلاح میں آپنے دو ہفتہ کے لئے التوا کیا یعنی لکھدیا کہ ادارہ علیہ اب ۱۴ جولائی کے "الاصلاح" میں احکام جاری کرے گا اس کے بعد ۷ جولائی کے الاصلاح میں اس مدّت التوا کو ایک ہفتہ اور بڑھادیا اور اجراء احکام کی تاریخ ۲۱ جولائی مقرر کی پھر ۲۱ کے پرچہ میں ۴ اگست کی تاریخ ڈالدی پھر ۴ اگست کے پرچہ میں ۱۱ اگست اجراء احکام کی آخری تاریخ مقرر کردی اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی۔

ادارہ علیہ نے تاریخوں کو ملتوی کرکے اتمام حجّت کردیا ہے اب کسی کو شکایت کی کوئی گنجایش نہیں اب فیصلہ خون اور آگ کے بغیر نہیں ہوسکتا" (الاصلاح ۴ اگست ۱۹۳۹ء)

پھر ۱۸ اگست کے "الاصلاح" میں لکھا کہ اگر حکومت یو۔پی نے ہماری تعاون کو منظور کرنے سے انکار کیا تو ہم وزارت یو۔پی کے ٹکرے ٹکرے کرنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے" (الاصلاح ۱۸ اگست ۱۹۳۹ء)

ان غیر ذمہ دارانہ اور عمل میں نہ آنے والے لغو اعلانوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت یو پی نے علامہ صاحب کو منہ لگانے کے قابل بھی نہ سمجھا، خود علامہ صاحب نے اس کا ذکر ۲۵ اگست کے الاصلاح میں بالفاظ ذیل کیا ہے۔

تار سوا تین بجے (۲۲ اگست کو) پیر مخدوم منظور احمد شاہ ناظم اعلیٰ سندھ مقیم لکھنو کی طرف سے پہنچا کہ حکومت (یوپی) ۱۸ اگست کے الاصلاح کی دھمکی کی بنا پر خاکسار تحریک کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کرتی ہے"۔

اسی پر بس نہیں بلکہ اس کے بعد جب علامہ صاحب لکھنؤ پہنچے اور آپ نے وہاں بعض وزراء سے ملنا چاہا تو اُنکی انہی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کی بنا پر انھوں نے ملنے سے انکار کردیا، مولنا ابوالکلام آزاد جو اُس وقت شیعہ سنی مسئلہ کے حل کے لئے ہی لکھنؤ تشریف فرما تھے انھوں نے بھی اسی وجہ سے علامہ صاحب کو باریابی کا موقعہ نہیں دیا، اور دنیا نے دیکھا کہ علامہ صاحب کے ان اعلانوں میں سے کوئی بھی شرمندۂ عمل نہ ہوا، نہ وہ شیعوں یا سنیوں کے کسی رہنما کا بال بیکا کرسکے نہ ایوانِ حکومت کی کسی اینٹ ہی کو اپنی جگہ سے ہلا سکے، بلکہ ہوا یہ کہ حکومت نے ان کو گرفتار کرکے حوالۂ جیل کردیا اور وہ خاموشی سے چلے گئے اور ان کے حکم کے مطابق جو خاکسار دفعہ ۱۴۴ توڑنے کے لئے آئے وہ سب بھی جیلوں میں پہنچادیئے گئے اور اس سب کے باوجود شیعہ سنی نزاع بالکل اپنی جگہ پر ہے۔

یہاں ہم کو اُنکی مساعی کی کامیابی یا ناکامیابی سے بحث نہیں بلکہ ہم تو اپنے ناظرین کو صرف یہ دکھلانا چاہتے ہیں

کہ وہ احساس ذمہ داری سے کسقدر عاری ہیں، اور بلا اپنی حالت پر غور کیے، اور بغیر انجام سوچے وہ کیسے کیسے ناممکن العمل اعلان کر دینے کی عادی ہیں، اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا میں ایسے شخص کی کوئی ساکھ قائم نہیں ہوسکتی اور کوئی حریف طاقت اُس کی بلند بانگیوں کو خاطر میں نہیں لاسکتی اور نہ اس کی آواز ہی کی کوئی وقعت ہوسکتی ہے۔

(۴) تیز زبانی بلکہ بدگفتاری

اُن کی ایک نمایاں ترین خصوصیت سخت کلامی اور قابل نفرت گالی بازی ہے۔ جب کسی کے خلاف کچھ لکھتے ہیں تو وہ تہذیب و شائستگی کا قطعاً لحاظ نہیں رکھتے اور عام شہدوں اور بازاریوں کے مقام پر اُتر آتے ہیں۔

علماء کے خلاف جو کچھ اُنہوں نے لکھا ہے اُس کا ایک ہلکا اور مختصر سا نمونہ ہم پہلے پیش کر چکے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی طبقہ اور انکی کوئی جماعت بھی ایسی نہیں جس کو علامہ صاحب نے اپنی زبان درازی کا نشانہ نہ بنایا ہو" چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

سر سکندر وزیر اعظم پنجاب کو صلواتیں

وزیر اعظم موصوف کو ایک خاکسار کیمپ کی شرکت کے لئے دعوت دی گئی انھوں نے اپنے ایک کلرک کے ذریعہ جواب دیدیا کہ "میں نہیں آسکتا" اس پر برہم ہو کر علامہ صاحب نے موصوف کی شان میں لکھا

سکندر حیات خاں اسقدر بے رحم، اسقدر بے حس، اسقدر قومی عصبیت سے عاری، اسقدر دینی حمیت سے بری، اسقدر کورا، اسقدر پھیکا۔۔۔ اسقدر پتھر ہو۔۔۔۔ اپنی وزارت کے غرور میں ہم سے اینٹھا پھرے۔۔۔ کسی دو کوڑی کے کلرک کے ذریعہ سے۔۔۔ جواب دے کہ وزیر اعظم بہادر تو اب تمھارے کیمپ میں نہیں آسکتے" (لاشوں کی سیج ص)

نیز الاصلاح ۱۱ نومبر ۳۸ء ص میں وزیر موصوف ہی کے متعلق تحریر فرمایا۔

۔۔۔ سر سکندر۔۔۔ اس چودھرپن میں ہے کہ بیت المال کا سارا روپیہ۔۔۔ کیونکہ صرف خاکساروں کو دے دے۔۔۔۔۔۔ پچی انجمن اسلامیہ پر کیسے گذرے گی"

عام لیڈروں، سروں، اور خان بہادروں کے متعلق

"بتاؤ کہ اس وقت ہمیں ان بدمعاش لیڈروں کی خانصاحبی، خان بہادری، اور سر وغیرہ کے خطابات کہاں کام آئیں گے (الاصلاح ۴ر اکتوبر ۳۵ء)

مُسلم لیگ کا ذکرِ خیر

ذرا ملاحظہ ہو کیسی شریفانہ زبان میں کیا ہے

"بہن لیگ کئی دفعہ بیٹھ بیٹھ کر اُٹھی اور سکت نہ ہونے کے باوجود کانگرس سے الجھ الجھ کر اپنا وجود منواتی رہی" (الاصلاح ۲۸ جولائی ۳۹ء)

قوم کے لیڈروں اور اخبارات کے اڈیٹروں کو خطابات

"مسلم قوم" کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

"ذا حیفاہ کہ تیرے مشورہ دینے والے تیرے غدار تیرے نمک خوار لیڈر، تیرے نمک حرام تیرے اڈیٹر تیرے جانی دشمن، تیرے دوست تیرا خون پی پی کر جونکوں کی طرح پھول رہے ہیں" (لاشوں کی سیج صا)

تعلیم یافتہ نوجوانوں کو خطاب

ستمبر ۳۶ء کے لاہور کیمپ کے ایڈریس (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب) میں انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کی ناقابلیت اور ناکارہ پن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور کیسی متانت و سنجیدگی سے فرماتے ہیں:۔

بڑے بڑے تعلیمیافتہ نوجوان اور خوبصورت گدھے اس تحریک میں آئے اور دُم دبا کر بھاگے (ص ۲)

علامہ صاحب کے "حسنِ خطاب" کے یہ چند نمونے صرف اُن اصحاب یا اُن طبقات سے متعلق ہیں جن سے علامہ صاحب کی کوئی مستقل لڑائی یا مخالفت نہیں ہے بلکہ ایک گونہ اپنا پاہی ہے لیکن اپنے مخصوص مخالفین، احراریوں یا مولیوں کے خلاف وہ جس رنگ میں لکھتے ہیں اسمیں اس سے بدرجہا زیادہ بازاریت بلکہ انتہائی عفونت اور غلاظت ہوتی ہے جس کے چند نمونے

ہمارے ناظرین گذشتہ اوراق میں ملاحظہ بھی فرما چکے ہیں:-
قطع نظر اس سے کہ "بدزبانی" ایک قابل نفرت اخلاقی کمزوری ہے کسی ہمہ گیر تحریک کے داعی اور قائدمیں اس بُری خصلت کا ہونا اس لیے بھی سخت مضر ہے کہ اس کا لازمی اور یقینی نتیجہ لوگوں کا تنفر ہوتا ہے، اور ایسا شخص کسی وقت بھی دوسرے لوگوں کے دلوں کو فتح کرکے اپنے ساتھ نہیں ملا سکتا بلکہ ایک وقت آتا ہے کہ اس کے ساتھ والے بھی اس کی "تیز زبانی" اور "بدکلامی" سے متاثر ہو کر اُس سے علٰحدہ ہو جاتے ہیں اسی لیے قرآن پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم مزاجی کو اپنی خاص نعمت اور رحمت بتلایا ہے۔ اور فرمایا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۞

پس یہ اللہ کی بڑی رحمت ہی کا کرشمہ ہے کہ تم ان لوگوں کے حق میں نرم ہو اور اگر تم تیز زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ جو تمہارے گرد جمع ہو گئے ہیں سب تتر بتر ہو جاتے۔

اس کے برعکس شیریں کلامی کا نتیجہ قرآن پاک یہ بتلاتا ہے کہ اُس سے کٹے ہوئے بھی مل جائیں گے، پھٹے ہوئے جڑ جائیں گے، اور دشمن دوست ہو جائیں گے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ

بُرائی کا جواب بھلائی سے دو پھر دیکھ لینا کہ جس سے تمہاری سخت دشمنی ہے وہ بھی گرمجوش دوست ہو جائیگا

پس اگر قرآن حکیم کا یہ بیان صحیح ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ صحیح ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کو "بدزبانی" اور "بدگفتاری" کی عادت ہو وہ ہرگز کسی ہمہ گیر تحریک کو کامیاب نہیں بنا سکتا، اور اس کی دعوت کبھی قبولِ عام حاصل نہیں کر سکتی۔

بہرحال یہ ہیں علامہ مشرقی صاحب کی چار نمایاں خصوصیتیں ان چار کے ساتھ اُن کی سب سے اعلیٰ اور ممتاز ترین خصوصیت "انگریز پرستی" کو اور ملا لیجیے جس کا ایک گونہ اندازہ آپ کو "تذکرہ" کے اقتباسات سے ہو چکا ہوگا اور جس کی تازہ عملی شہادت اُن کے اس اعلان سے

ملتی ہے جو انھوں نے "سرکار برطانیہ" کی قربانگاہ پر قربان ہونے کے لئے تیس ہزار تو عدداں خاکسار کی پیشکش کی صورت میں کیا ہے۔ اور جس کی اطلاع انھوں نے وائسرائے ہند کو ان الفاظ میں دی ہے

("خداوند افرنگ" کی قربانگاہ پر تیس ہزار خاکساروں کی قربانی)

.میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے تین ماہ کے اندر اندر تیس ہزار عمدہ طور پر قواعدداں اور منظم خاکسار سپاہی برائے نام جنگی تربیت کے بعد ہندوستان کی اندرونی فوجی حفاظت کے لیے، اور دس ہزار سپاہی داخلی قیام امن کے لئے بطور پولیس کے اور دس ہزار بہترین قسم کے سپاہی اپنے حلیف یعنی سلطنت ترکیہ کی امداد کے لیے یا اگر وہ مناسب سمجھے یورپ کی سرزمین پر جنگ کے لئے ہز ایکسلنسی وائسرائے کے سپرد کر دوں گا . . . . مورخہ ۲۰ ستمبر عنایت اللہ خان المشرقی (الاصلاح ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

کیا ان خصوصیات کے انسان سے کسی فلاح کی توقع کی جا سکتی ہے؟

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ جو شخص اسقدر پراگندہ دماغ محض جھوٹے پروپیگنڈہ کرنے میں اسقدر بے باک احساس ذمہ داری سے اسقدر عاری، اور اسقدر "تیز کلام اور بدزبان" ہو اور ان ادنیٰ درجہ کی اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے جو ہرگز قوم کی کامیاب قیادت نہ کر سکتا ہو، اس سب کے ساتھ وہ مسلمان کے خون کو اسقدر ارزاں بھی سمجھتا ہو کہ انگریزی شہنشاہی کی حفاظت اور انگریزی جھنڈی کے نیچے لڑنے کے لئے بلاشرط تیس ہزار مسلمان دینے کا اعلان کر رہا ہو کیا وہ اس لایق ہے کہ "ملت" کے سیاہ و سفید کا اس کو مالک بنا دیا جائے اور اس کو "مختار ناطق امیر" اور "مطاع مطلق امام" سمجھ کر قوم کی باگ اس کے ہاتھ میں دیدی جاوے، اور اس کو ملت کا "نجات دہندہ" تصور کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مشورہ دیا جائے کہ اپنا جان و مال اسکے سپرد کر دو، اور ہر طرف سے گونگے بہرے ہو کر اس کے ہر حکم کی خاموش اطاعت کرو؟ کتاب و سنت کا اس بارہ میں جو بے لاگ فیصلہ ہو سکتا ہے اس سے قطع نظر بھی کر لیجئے! بس لیکن کیا کوئی عقل و بصیرت والا یا سیاسیات سے کوئی معمولی ہی بہرہ رکھنے والا بھی یہ تصور کر سکتا ہے کہ ان اوصاف کا انسان مسلمانوں کو روئے زمین کی بادشاہت

دلانا تو در کنار اُن کی صحیح سیاسی نمائندگی بھی کر سکے گا۔ یا کرنے کا اہل ہو سکے گا۔ ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم ÷ سیھدیھم دلیل الھالکینا

مسلمانوں کی افسوسناک ذہنی کمزوری

آہ آج مسلمانوں کی جہالت اور سادہ لوحی کسقدر قابل رحم یا قابل ماتم ہے کہ وہ اسقدر واضح حقیقتوں اور اتنی موٹی باتوں پر بھی غور نہیں کرتے ۔ اور جہاں کسی نے اُن کے سامنے "اسلامی غلبہ" "اسلامی مفاد" اور "تنظیم و اتحاد" کے خوش کُن اور جاذبِ دل لفظ بولے وہ مست و مخمور ہو کر بس اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور اسپر بھی غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ اس مدعی کے نزدیک ان الفاظ کا مفہوم و مصداق کیا ہے ؟ وہ قوم کو کعبہ کی راہ پر لے جانا چاہتا ہے یا لندن و پیرس کے راستہ پر؟ وہ مسلمانوں کے پچھلے اختلافات کو مٹا کر اُن کو پھر سے ایک قوم اور ایک ملت بنا رہا ہے، یا پچھلے اختلافات کے بدستور باقی رہتے ہوئے ایک اور نئے خطرناک اختلاف کا اضافہ کر رہا ہے؟۔

جو سادہ مزاج اس مغالطہ میں ہیں کہ علامہ صاحب قوم کے سارے اختلافات کو مٹا کر اس کو منظم اور متحد کر رہے ہیں یا کریں گے، وہ آنکھوں سے نظر آنے والے اس واقعہ کو کیوں نہیں دیکھتے کہ وہ اپنے مخصوص خیالات کی نشر و اشاعت، اور علماء و دیگر رہنمایان قوم کے خلاف اپنی سخت دل آزار اور مسلسل تیز کلامی اور بہتان تراشی کے ذریعہ ایک اور مستقل جنگ پیدا کر رہے ہیں اور اپنے مخالفین کی تعداد روز بروز بڑھا رہے ہیں، اور ان کی جماعت آہستہ آہستہ ایک "مستقل فرقہ" بن کر قدیم اسلامی فرقوں میں ایک لڑاکو "اور جنگجو" فرقہ کا اور اضافہ کر رہی ہے۔

زمانہ قدیم میں اختلاف مٹانیکے مدعیوں کی فساد انگیزیاں

یہ عجیب بات ہے کہ اکثر فرقوں کے بانیوں نے اپنی دعوت اور تحریک کا آغاز اسی نعرے سے کیا ہے کہ "مسلمانوں کی فرقہ بندی اور ان کے فرقہ وارانہ اختلافات نے اسلام اور مسلم قوم کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے لہذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس فرقہ بندی کی "لعنت" سے آزاد ہو کر میرے ساتھ ہو جائیں" ۔ اور ہمیشہ ہی دیکھا گیا کہ سینکڑوں، ہزاروں، بلکہ لاکھوں، سادہ لوح اس فریب میں آ کر اس "داعی" کے

ساتھ ہو گئے اور اس طرح پچھلی فرقہ بندی میں اس نئے فرقہ کا اور اضافہ ہو گیا۔

اسلام میں پہلا فرقہ خارجیوں کا ظاہر ہوا اس کے بانی اپنی دعوت کی بنیاد حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت معاویہ کی باہمی جنگ پر رکھتے تھے، ان کی پُر جوش تقریر یہ ہوتی تھی کہ

اُن دونوں فریقوں کی اس جنگ نے اسلام کو سخت نقصان
پہونچایا ہے ہم ان دونوں سے بری اور بیزار ہیں اور آپس میں
لڑنے والی ان دونوں ہی طاقتوں کو فنا کر دینا چاہتے ہیں
یہی اس وقت اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے جو اللہ کا بندہ
اس وقت اس خانہ جنگی کو فنا کر کے اسلام کی حقیقی خدمت کرنا چاہے،
وہ ہمارے ساتھ ہو جائے اور اپنے خدا کو راضی کرے ۔"

ہزاروں جاہل اور سادہ لوح اُن کے اس فریب میں آگئے اور گنتی کے چند دنوں میں اس فرقہ نے بہت بڑی طاقت حاصل کر لی، اور نتیجہ یہ ہوا کہ اُس قدیم اختلاف کو تو یہ ختم نہ کرا سکے البتہ اس طرح ایک نیا اور خطرناک مستقل فرقہ خوارج کا اسلام میں اور پیدا ہو گیا جس نے امت کے نظام کو درہم برہم کر دینا چاہا، بالآخر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان پر لشکر کشی کرنی پڑی اور نہروان کے میدان میں سخت خونریز جنگ ہوئی جس میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کا خون بہا۔

پھر اس فرقہ میں ایسے ایسے "جانباز" بھی تھے جنھوں نے نہروان کی شکست کے بعد آپس میں قسمیں کھائیں کہ وہ "حضرت علیؓ" "حضرت معاویہؓ" اور "حضرت عمرو بن العاصؓ" کو (کہ یہی ان کے نزدیک معاذ اللہ بانی فساد تھے) کسی نہ کسی طرح قتل کریں گے اگرچہ اس سلسلہ میں خود ان کو بھی اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں تین "جانبازوں" نے اس خطرناک اور سرفروشانہ خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا، خفیہ معاہدے" ہوئے اور ہر ایک وقت مقررہ پر اپنی ڈیوٹی پر روانہ ہو گیا۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت معاویہ کے قتل کی فکر میں جو دو خارجی "جانباز" مصر اور دمشق گئے وہ تو قضا و قدر کی طرف سے پیش آجانے والی بعض رکاوٹوں کی وجہ سے اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے لیکن جو بدبخت حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی فکر میں کوفہ گیا تھا اُس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر دھوکہ سے تلوار کا وار کرنے کا موقعہ مل گیا اور اُس نے حضرت کو شہید کر کے اپنی قسم پوری کی، یہ تھا

نتیجہ اس تحریک و دعوت کا جو سارے اختلافات مٹا کر متفرق امت کو "ایک امت" بنانے کے دعویٰ کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔

پھر بعد کے دور میں بھی اس کی نظیریں بہ کثرت ملتی ہیں کہ بہت سے "مدعی" اختلاف اور فرقہ بندی سے بیزاری کے نعرے لگاتے اور متفرق و متشتت امت کو ایک امت بنا دینے ہی کے دعوے کرتے اٹھے، لیکن نتیجہ ان کی اس دعوت اور ان دعووں کا ایک مستقل اور نئے فتنے کے ظہور کی شکل میں ظاہر ہوا اور بسا اوقات ہزاروں کلمہ گوؤں کی جانیں اس کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ بالخصوص جو جماعتیں "اختیار ناطق" کے اصول پر بنیں اور جنھوں نے اپنے قائد یا بانی کو مطاع مطلق امام مانا اور اس کے ہر حکم کو بلا شرط واجب الاطاعت جانا اور اس کے ساتھ یہ نعرہ بھی لگایا کہ "مولویوں کا سمجھا اور بتلایا ہوا مذہب غلط ہے"۔ تاریخ شاہد ہے کہ ایسی تمام جماعتیں اسلام اور مسلمانوں کے لئے انجام کار سخت خطرناک ثابت ہوئی ہیں، اور طاقت و قوت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے خود مسلمانوں ہی کا خون بہایا ہے

اختیار ناطق کے پہلے تاریخی خونی تجربات

پہلی صدی ہجری ہی کے خاتمہ کے بعد دوسری صدی کے آغاز میں عراق، فارس، خراسان اور سندھ کے علاقوں میں ایک چالاک اور فتنہ پرداز شخص محمد بن علی عباس کی امارت میں "جانبازوں" کی جماعت تیار ہوئی، اور پھر دوسری صدی کے خاتمہ پر ایک سخت مکار شخص عبداللہ بن میمون اہوازی نے مولوی کے مذہب کی غلطی" کا ڈھنڈھورا پیٹ کر جو ایک باطنی فرقہ تیار کیا، اور تیسری نیز چوتھی صدی میں فرقہ "قرامطہ" کا جو خونی طوفان اٹھا پھر پانچویں صدی میں حسن بن صباح نے جو ایک نہایت خطرناک اور خون آشام جماعت داعیوں، فدائیوں اور جانبازوں کی بنائی جس نے دو سو سال تک عالم اسلام کو پریشان کیا، یہ سب خونی جماعتیں جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں نظام اسلامی کو سخت نقصان پہنچایا اور ہزاروں علماء صلحاء اور امراء و وزراء حتی کہ بعض سلاطین بھی جن کی سازشوں اور جن کے ہاتھوں سے شہید ہوئے یہ سب کی سب "اختیار ناطق" ہی کے اصول پر بنی تھیں اور ان کے قائد کی حیثیت "مختار ناطق امیر" اور "مطاع مطلق امام" ہی کی تھی، اور ان کا ہر فرد اپنے

اس امیر کے حکم بلکہ اشارہ پر کسی عالم یا کسی رکن سلطنت کو قتل کر دینا قطعاً جائز بلکہ فرض سمجھتا تھا اور بلا کسی فرق کے یہی صورت آج خاکسار تحریک کی ہے۔

خاکسار تحریک کے اصول اختیار ناطق کی خطرناکی

پس میں کہتا ہوں کہ خاکسار تحریک میں بالفرض اگر کوئی اور خرابی نہ بھی ہوتی اور بالفرض اس کے قائد (علامہ مشرقی) میں وہ کمزوریاں نہ بھی ہوتیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا تب بھی وہ اپنے اس بنیادی اصول ("اختیار ناطق" اور "اطاعت مطلقہ") کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے ہرگز قابل قبول نہ تھی۔

علامہ صاحب اس اصول ہی کی بناء پر اپنے خاکساروں اور جانبازوں کی تربیت ٹھیک انہی خطوط پر کر رہے ہیں جن خطوط پر کہ مذکورۃ الصدر فتنہ انگیز فرقوں کے بانیوں (حسن بن صباح وغیرہ) نے کی تھی، آپ جتنے کھرے اور سچے کسی خاکسار کو ٹٹولیں گے اسی قدر آپ کو ہمارے اس بیان کی تصدیق ہوگی اور اندازہ ہوگا کہ علامہ صاحب اپنے خاکساروں کے بے نیاز ہوش جوش اور ان کی جہالت و ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹھا کر اُن کی کستقدر غلط اور خطرناک تربیت کر رہے ہیں۔

اس اصول کا اثر اور علامہ کی ذہنی تربیت کا ایک نمونہ

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا ایک اچھے کھرے اور پرجوش قسم کے خاکسار سے (جو خاکسار جماعت میں ایک گونہ امتیازی حیثیت رکھتے ہیں اور جو ایجنٹ یا تاجر کی شکل میں خاکسار تحریک کے آل انڈیا مبلغ ہیں) گفتگو کا موقع ملا اثنائے گفتگو میں میں نے ان سے سوال کیا کہ

> قرآن پاک میں عمداً کسی مومن کے ناحق قتل کی سزا ابدی جہنم بتلائی گئی ہے اور یہ وہ سزا ہے جو شرک و کفر ہی کے لئے گویا مخصوص ہے، مومن کے قتل عمد کی اس اہمیت کو پیش نظر رکھیئے اور پھر بتلائیے کہ اگر بفرض علامہ صاحب کسی ایسے مسلمان کے سر کاٹ لانے کا آپ کو حکم دیں جس نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا جو اس کے قتل کو جائز کر دے تو آپ کیا کریں گے؟

انھوں نے اس کے جواب میں صاف کہا کہ

"ہم بلا تامل اس کا سر کاٹ لانے کی کوشش کریں گے"

اس سے اندازہ فرمایئے کہ خاکساریت کیا ہے اور مشرقی صاحب کس قسم کی جماعت تیار کر رہے ہیں؟

یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ کسی ایک خاکسار کا انفرادی خیال ہوگا حقیقت یہ ہے کہ خاکسار تحریک کے اس اصول "اختیار ناطق" اور "بلا قید شرط مطلق اطاعت" کا مقتضا اور علامہ مشرقی کی مسلسل ذہنی تربیت کا لازمی اور لابدی نتیجہ بھی ہونا ہے اور اس بنا پر ہر خاکسار کو اسی خیال کا ہونا چاہیے اور جو اس خیال کے نہ ہوں سمجھنا چاہیے کہ ابھی انھوں نے "خاکسار تحریک" کو بلا سمجھے بوجھے محض قواعد پریڈ دیکھ کر قبول کر لیا ہے اور وہ ابھی حقیقی معنوں میں خاکسار ہی نہیں ہیں بلکہ محض شریک تماشا ہیں۔

ہاں اگر علامہ مشرقی کی بیعت پر وہ قائم رہے اور اُن کی ذہنی تربیت "الاصلاح" اور گھرے اور سچے خاکساروں کی صحبت سے آہستہ آہستہ ہوتی رہی تو پھر ایک دن وہ بھی اس مقام پر پہونچ جائیں گے۔

بہر حال قائد تحریک (علامہ مشرقی) کی مذہبی و اخلاقی خصوصیات کو اگر تھوڑی دیر کے لئے نظر انداز بھی کر دیا جائے تو جب تک تحریک اس زہریلے اصول پر چل رہی ہے وہ مسلمانوں کے لئے "قرامطہ" اور "حسن بن صباح" کے فتنوں کی ہی طرح خطرناک ہے۔ اور اس سے مسلمانوں کی مذہبی یا سیاسی صلاح و فلاح کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سانپوں اور دوسرے زہریلے جانوروں کو اچھی توقعات اور نیک امیدوں کے ساتھ پالنا۔

اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ط

خاتمۃ الکلام

حامیانِ خاکساریت کے چند پُرفریب مغالطے

خاکسار تحریک کے متعلق جن خیالات و معلومات کے اظہار کا میں نے یہاں ارادہ کیا تھا الحمدللہ میں انکو ظاہر کر چکا، اب خاتمہ کلام میں "خاکساروں" یا خاکسار نوازوں کے چند اون مغالطات کے متعلق کچھ کلمات عرض کرنے ہیں جن کے ذریعہ سے ناواقف مسلمانوں کو عام طور پر بہکایا جاتا ہے اور درحقیقت یہ پُرفریب مغالطے ہی سادہ لوحوں کے اس دام تزویر میں پھنسنے کا باعث بنتے ہیں۔

خاکسار تحریک اور علامہ مشرقی کا باہمی تعلق

پہلا مغالطہ | حامیان خاکساریت کی طرف سے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اعتراضات جو کچھ ہیں وہ علامہ صاحب کی ذات اور اُن کے ذاتی عقائد و خیالات پر ہیں اور "خاکسار تحریک" انکی ذات کا نام نہیں وہ ایک بالکل الگ چیز ہے جسکا اون کے مذہب اور مذہبی عقائد سے کوئی تعلق نہیں وہ تو صرف ایک سیاسی تحریک اور مسلمانوں کی "فوجی تنظیم" ہے اور علامہ صاحب اوسکے صرف قائد اور لیڈر ہیں۔ اور جسطرح مسٹر جناح شیعہ کے صدر مسلم لیگ ہونے سے غیر شیعی مسلمانوں کو کوئی مذہبی خطرہ نہیں اسی طرح علامہ صاحب کے قائد تحریک ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ——— یہ وہ پُرفریب مغالطہ ہے جو عام طور پر حامیان خاکساریت کی طرف سے دیا جاتا ہے اور بہت سے مخلص حضرات بھی اسمیں مبتلا دیکھے گئے ہیں۔

جواب | اول تو یہ کہنا ہی غلط ہے کہ خاکسار تحریک کا مذہب اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں، بانی تحریک (علامہ مشرقی) کا تو کھلا بیان یہ ہے کہ

"یاد رکھو خاکسار تحریک خالص مذہبی، اصلاحی اور معاشرتی تحریک ہے" (خاکسار کی پہلی فتح ص۱۳)

پھر دو سطر میں اوسکی تشریح کرنے کے بعد لکھتے ہیں ——— "خاکسار تحریک سیاسی تحریک نہیں"۔

نیز لاہور کیمپ منعقدہ ۲۷۔ ستمبر ۳۶ء کے ایڈریس (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۱) میں اونھوں نے

صاف اعلان فرمایا ہے کہ

میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ خاکسار ہندوستان میں صرف اس لئے اُٹھے ہیں کہ مولوی کا اسلام غلط ہے" (ص ۹)

نیز اسی ایڈریس کی بالکل آخری سطریں یہ ہیں۔ کہ

آخری بات جو میں اس کیمپ میں واضح کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ خاکسار تحریک نیا اور ٹھیٹھ، خالص اور بیداغ مذہب اسلام ہے اس کے سوا کوئی مذہب، مذہب اسلام نہیں اگر اس تحریک کو مذہب اسلام سمجھکر اختیار کرو گے تو فتح یقینی ہے کھیل سمجھکر یا عنایت اللہ کی بنائی ہوئی تحریک سمجھکر اختیار کرو گے تو فتح کی منزل دور ہو جائیگی اگر شک ہے تو شامل ہونے سے پہلے قرآن خود کھول کر دیکھ لو کہ مذہب اسلام کیا ہے اور کیا عمل چاہتا ہے۔ (صفہ ۱۶)

کیا "علامہ" کے ان واضح بیانات اور تحریک کے لٹریچر ہی کی ان تصریحات کے بعد بھی اس فریب کے لئے کوئی گنجایش باقی رہجاتی ہے، کہ اس تحریک کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور وہ صرف "سیاسی تحریک" اور "فوجی تنظیم" ہے؟ علاوہ ازیں مختلف کیمپوں پر اونکے جو ایڈریس ہیں، اونمیں سے غالباً کوئی بھی ایسا نہیں جسمیں انہوں نے مذہب سے تعرض اور علماء، و قدامت پسند مسلمانوں کے مذہبی خیالات سے چھیڑ چھاڑ نہ کی ہو، پھر ان ایڈریسوں کے سلسلہ کا نام ہی انھوں نے "مولوی کا غلط مذہب" رکھا ہے جسکے نمبر اسوقت قریباً بیس تک پہنچ چکے ہیں، علیٰ ہذا "اشارات" جو تحریک کے لئے لائحہ عمل ہے اور "قول فیصل" جو تحریک ہی کی توضیح و تشریح کے لئے لکھا گیا ہے، ان دونو کتابوں میں بھی علماء کے بتلائے ہوئے مذہب کو غلط بتلانے کے ساتھ مذہب اور تعلیمات مذہب کی نئی اور گمراہ کن تشریحات کر کے خاکساروں کو اپنے پسندیدہ بلکہ اپنے "مغربی دماغ" کے تراشیدہ مذہب کی طرف لانے کی علامہ مشرقی" صاحب نے کچھ کم کوشش نہیں کی ہے —— اور اونکی انہی سب کوششوں اور اونکے ساتھ اُن کے اصول "اختیار ناطق" ہی کا یہ نتیجہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ خاکساروں میں بڑی سرعت کے ساتھ "علامہ مشرقی" کے مخصوص خیالات قبولیت حاصل کر رہے ہیں، اور ہم علی وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ نوّے فی صدی سے زیادہ خاکسار وہ ہیں جو علامہ کی دس تربیت سے متاثر ہو کر عام علماء اسلام کے سمجھے اور بتلائے ہوئے مذہب کو غلط اور علامہ صاحب کی بیان کردہ "حقیقت مذہب" کو صحیح سمجھتے ہیں اور وہ "جناب علامہ" کو صرف "سیاسی قائد" ہی نہیں بلکہ ایک "حق آگاہ مذہبی رہنما" اور اپنے وقت کا واحد ماہر اسلام اور "دانائے راز"

بھی سمجھتے ہیں اور اُن میں اکثر تو وہ ہیں جو اگرچہ قدیم مذہبی اصطلاحوں سے نفرت اور تجدد پرستی کے باعث "علامہ" کو مجدد نہ کہتے ہوں لیکن اُن کا درجہ کسیطرح اوس سے کم نہیں سمجھتے جو عام مسلمان "مجدد دینِ ملت" کا سمجھتے ہیں ۔۔۔ تحریک کے کارپرداز ہرگز نہیں چاہتے بلکہ اس کو برداشت بھی نہیں کرتے کہ کوئی شخص علامہ صاحب کو ذاتی طور پر غلط رَو سمجھتے ہوئے تحریک میں شریک ہو ۔۔۔ جو شخص "علامہ" کو گمراہ اور "غلط رَو" کہے خاکسار اوسکے بھی اتنے ہی دشمن ہیں جتنے کہ مخالفِ تحریک کے، ۔۔۔ خود خاکسار تحریک کا آرگن "الاصلاح" ہمارے اس دعوے کا سب سے بڑا گواہ ہے ۔۔ ہمارے ناظرین میں سے اکثر کو معلوم ہوگا کہ لاہور کا روزانہ اخبار "شہباز" "نفس تحریک خاکساران" کا زبردست حامی رہا ہے، لیکن پچھلے دنوں اوسنے علامہ پر کچھ صحیح اور واقعی نکتہ چینی کی اور نکتہ چینی کے دوران میں بھی اس نے اس کو واضح کردیا کہ "نفس تحریک" اور خاکساروں کی عسکری تنظیم سے مجھے اختلاف نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اسکو نہیں بخشا گیا اور خاکساروں نے اُس کے خلاف محاذ قائم کردیا، اسی دور میں "الاصلاح" میں خاکساروں کو تلقین کی گئی کہ

> "اے مجاہد خاکسار!! تو منافقوں کی ابلہ فریبیوں سے، بچ، بارہ تیرے بھائی بن کر تجھے گمراہ کرنے آرہے ہیں، کرگس صفت "شہبازیوں" کی مکاری و اسلام دشمنی سے باخبر ہو جا جو تیری ہمدردی حاصل کرنے کے لئے تحریک کی تعریف کردیتے ہیں، اور اسی زبان سے تیرے امیر کو بھلا بُرا کہدیتے ہیں۔۔۔
>
> گویا تحریک مفید ہے، عین اسلام ہے مگر بانیٔ تحریک بُرا ہے اور خارج از اسلام، گویا حکیم خود عقل باختہ ہے مگر اسکا مجوزہ نسخہ پاگلوں کو تندرست کردیتا ہے" (الاصلاح ۲۷ اکتوبر ۳۹ء)

خدا کے لئے عقل و انصاف سے غور کیجیے کہ ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے اور خاکساروں پر مرتب ہونے والے ان تمام چیزوں کے اثرات و نتائج آنکھوں سے دیکھتے ہوئے یہ ادعا کہ تحریک کا کوئی تعلق علامہ کی ذات اور اون کے ذاتی عقائد و خیالات سے نہیں اور وہ ایک خالص سیاسی تحریک اور فوجی تنظیم ہے جس کا کسی کے عقیدہ اور مذہب پر کوئی اثر نہیں، کیسا شدید مکر و فریب ہے؟

بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اگر علامہ صاحب اپنے خیالات کو خاکساروں میں پھیلانے کے لئے کوئی خاص کوشش بھی نہ کرتے جب بھی "اختیار ناطق" اور "مطلق و خاموش اطاعت" کے اصول ہی کی وجہ سے خود بخود خاکساروں کا اونکے عقائد و خیالات سے متاثر ہونا ایک فطری امر تھا جو جماعت بھی ان اصولوں پر تیار ہوگی اور جسکے قائد کی حیثیت "مطاعِ مطلق" امام کی ہوگی اس کے افراد، قائد کے خیالات سے ضرور متاثر ہونگے، یہ اس نظام کا فطری نتیجہ ہے

اور یہ ان لوگوں کے نزدیک بدیہیات میں سے ہے جو اجتماعی نفسیات کا کچھ تجربہ رکھتے ہوں ـــــ اور یہی بنیادی فرق ہے خاکسار تحریک اور مسلم لیگ وغیرہ دوسری سیاسی جماعتوں میں چونکہ وہاں کسی بڑے سے بڑے لیڈر کی حیثیت "مطاع مطلق امام" کی نہیں ہے اور نہ وہاں عوام کے عقائد و خیالات کے متاثر ہونے کی کوئی کوشش ہی کی گئی ہے اس لئے وہاں کسی لیڈر کے ذاتی خیالات کا عوام پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا،

دوسرا مغالطہ حیرت انگیز جھوٹ | کبھی مخاطب کو ناواقف دیکھکر یہ بھی کہدیا جاتا ہے کہ علامہ پر بدعقیدگی کا الزام میرے سے غلط ہے اونھوں نے اپنی کسی کتاب میں کوئی عقیدہ لکھا ہی نہیں

دوسروں کا کیا ذکر، یہ بہادرانہ تیغ تو خود علامہ صاحب ہی نے بولا ہے غلط مذہب نمبر ا" میں اسی الزام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

میں نے اپنی تصانیف میں کسی عقیدے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں کہا" (غلط مذہب نمبر ا صفہ ۲)

آپ تذکرہ کے" اقتباسات آغاز بحث میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اونکو سامنے رکھئے اور "علامہ" کے اس بہادرانہ سچ کی داد دیجئے ۔

تیسرا مغالطہ | اسی سلسلہ میں ایک چلتی ہوئی بات علامہ صاحب نے یہ بھی فرمائی ہے کہ جس عقیدہ پر تمام مولوی متفق ہو جائیں وہ میرا عقیدہ ہے" (ایضاً غلط مذہب نمبر ا صفہ ۲)

ناظرین کرام غور فرمائیں کسقدر لغو جواب ہے، اور کیا خدا کے سامنے وہ اپنے اس جواب سے سبکدوش ہوسکیں گے، در اصل علامہ صاحب یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ نہ کسی عقیدہ پر علماء کا اتفاق ثابت کیا جاسکے گا اور نہ مجھ سے اسکے مطابق عقیدہ رکھنے کا مطالبہ کیا جاسکیگا، فی الحقیقت انھوں نے یہ بات کہکر صرف عوام کو مغالطہ دینے اور ان کی گرفت سے خلاصی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ہم اونکو بتلانا چاہتے ہیں کہ جس طرح یہ جواب انکو خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا اسیطرح وہ صرف یہ کہکر مخلوق کی گرفت سے بھی نہیں چھوٹ سکتے۔ اگرچہ مجکو یقین ہے کہ انھوں نے یہ بات صرف دفع الوقتی ہی کے لئے کہی ہے تاہم اتماماً للحجۃ اون کے سامنے چند ایسے عقیدے ہم پیش کرتے ہیں جنپر علماء اسلام میں یقیناً کوئی اختلاف نہیں، اگر علامہ صاحب اس اعلان میں سچے ہیں تو وہ اپنے ان عقائد کا اعلان کریں اور ان کے خلاف "تذکرہ" میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے واضح اور غیر مشتبہ لفظوں میں رجوع شائع کر کے اپنی سچائی کا ثبوت دیں ۔

(۱) بت پرستی پر اعتقاد رکھنے والا اور بتوں یا شمس و قمر کی پرستش اور انکو سجدے کرنے والا شخص مشرک ہے،

ناقابل مغفرت ہے، وہ ہرگز مومن اور موحد نہیں

یہ عقیدہ تمام امت کا متفقہ عقیدہ ہے مگر علامہ صاحب نے تذکرہ میں ایسے لوگوں کو موحد لکھا ہے اور اُنکے مشرک ہونے سے انکار کیا ہے۔

(عبارات کتاب ہذا کے صفحہ ۲۴ پر گذر چکی ہیں)

(۲) تین خدا کہنے والے نصاریٰ کافر ہیں، مشرک ہیں، ہرگز مومن اور موحد نہیں ہیں، ہرگز صالح اور متقی نہیں ہیں، ہرگز خدا کے محبوب اور مغفور نہیں ہیں"

اسمیں بھی کسی عالم بلکہ امت مسلمہ کے کسی فرد کو اختلاف نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ لیکن "جناب علامہ" نے تذکرہ میں اس کے بھی بالکل برعکس اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ اور تین خدا کہنے والے نصاریٰ کو مومن، موحد، صالح، متقی، مستحق مغفرت اور محبوب خدا تک لکھا ہے۔

اس مضمون کی درجنوں عبارات ناظرین کرام اسی کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

(۳) تمام علماء بلکہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ "ایمان" و "اسلام" عقائد و اعمالِ معلومہ کا نام ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایمان و اسلام کی تشریح عقائد و اعمال معہودہ سے کی ہے جیسا کہ معروف و مشہور حدیث جبرئیل سے ظاہر ہے جو قریباً تمام ہی کتب احادیث میں مروی ہے ــــــ اور کسی عالم نے بھی آج تک اس گمراہانہ خیال کا اظہار نہیں کیا کہ دین کا عقیدوں سے کوئی تعلق نہیں اور ایمان و اسلام بس غلبۂ و قوت، سلطنت و حکومت، اور تمکن فی الارض کا نام ہے، اور کسی نے بھی نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام کا نصب العین انکی بعثت کا مقصد وحید صرف یہی غلبہ اور تمکن ارضی حاصل کرنا تھا اور وہ اپنی قوموں کو صرف حکومت دلانے اور جہانگیری کے اصول بتلانے آئے تھے، ــــ لیکن علامہ صاحب نے "تذکرہ" میں ایسا ہی لکھا ہے اور جا بجا اور بار بار لکھا ہے (یہ حوالے بھی پہلے مذکور ہو چکے ہیں)

یہاں بوجہ عدم گنجایش انہی تین نمبروں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر علامہ صاحب نے اپنی سچائی کا ثبوت دیا اور ان تین قطعی متفقہ عقیدوں کے مطابق اعلان کر دیا اور اُن کے خلاف انھوں نے تذکرہ میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے رجوع کر لیا تو اسی قسم کے چند اور عقیدے بھی ہم اُن کے سامنے پیش کریں گے جو علماء اسلام کے متفقہ ہیں اور علامہ صاحب نے اُن کے خلاف لکھا ہے۔ واللہ الموفق۔

چوتھا مغالطہ | تذکرہ سے متعلق اعتراضات کے جواب میں ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ "تذکرہ" بڑی ادق اور مشکل ترکتاب ہے اور یہ "مولوی" اسکا مطلب سمجھ ہی نہیں سکتے اور اسی واسطے اوپر اعتراضات کرتے ہیں"

علامہ صاحب نے اپنی مختلف تحریروں میں یہ لکھا ہے اور اکثر خاکسار لوز ناواقفوں کے سامنے یہی کہدیا کرتے ہیں
لیکن ہر صاحب انصاف کے لیے اسکی حقیقت سمجھنے کے واسطے اتنا کافی ہے کہ ہندوستان کے ہر طبقہ کے
بڑے سے بڑے عالم نے تذکرہ کو دیکھکر اس سے وہی سمجھا ہی جسپر ہمکو اعتراض ہی مثلاً حضرت مولانا اشرف علی
صاحب، حضرت مولانا حسین احمد صاحب، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، حضرت علامہ سید سلیمان ندوی
حضرت مولنا احمد علی صاحب۔ لاہوری، وغیرہ وغیرہ اکابر علماء ہند، جنکی مجموعی علم وفضل اور ثقاہت و دیانت میں
کسی طرح کا شبہہ نہیں کیا جاسکتا،

پھر تذکرہ کے متعلق تنہا علماء ہی کی یہ رائے نہیں ہے بلکہ جدید تعلیمیافتہ طبقہ میں سے بھی جو حضرات دین کا صحیح
علم اور اسلام کا صحیح فہم رکھتے ہیں انکی رائے بھی تذکرہ کے بارے میں وہی ہی جو علماء کرام کی ہے۔ ہمارے ناظرین
کو پہلے معلوم ہو چکا ہی کہ ۲۴ئہ میں تذکرہ جس وقت شائع ہوا تھا اسی وقت جناب چودھری محمد حسین صاحب ایم۔ اے
سکریٹری علامہ اقبال مرحوم نے اسپر زبردست تبصرہ لکھا تھا[۵]۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ محترم مولانا عبدالماجد دریابادی
بی۔ اے۔ اڈیٹر اخبار صدق لکھنؤ نے صدق کی یکم ستمبر ۳۹ئہ کی اشاعت میں "تذکرہ" اور صاحب تذکرہ کے بارہ
میں جو رائے ظاہر فرمائی ہی وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے،

جہاں تک انکی ضخیم و مبسوط کتاب "تذکرہ" کا تعلق ہے وہ خیالات وعقائد باوجود دعوائے اسلام وحب اسلام
نہایت درجہ بغو اور گمراہ کن ہیں، صاحب تذکرہ نے ایک بالکل نئے اور انوکھے قسم کا اسلام پیش کیا ہی
جس کے لحاظ سے صحیح مسلم و مومن صرف آجکل کے انگریز اور دوسری ترقی یافتہ قومیں ٹھہرتی ہیں۔۔۔۔ یہ
کتاب ۲۴ئہ میں مدیر "صدق" کی نظر سے گذری تھی اور اسوقت پڑھ کر بہت ہی غصہ آیا تھا، اور مشرقی
کے ہفتہ دار پرچہ اصلاح پر اب بھی جب کبھی نظر پڑ جاتی ہے وہی عقائد باطلہ اور وہی بدزبانیاں
دیکھکر وہ ۲۴ئہ کا غصہ پھر تازہ ہوجاتا ہے۔۔۔۔ مشرقی صاحب جب تک رجوع نہ کریں ظاہر کہ انھیں
خیالات وعقائد کے قائل سمجھے جائیں گے اور یہاں تک مدیر صدق اپنی محدود وسائط کے مطابق پورے
شرح صدر و بصیرت کے ساتھ ان کی گمراہی کا اعلان کرسکتا ہے (صدق یکم ستمبر ۳۹ئہ ص ۹)

بہر حال یہ کہنا کہ "کم علم مولوی" ہی تذکرہ پر اعتراض کرتے ہیں اور وہ اسکا مطلب اپنی کم علمی کی وجہ سے نہیں سمجھتے محض
غلط اور انتہائی درجہ کا دجل و فریب ہے، علاوہ ازیں تذکرہ پر علماء کے اعتراضات ۲۴ئہ ہی سے برابر شائع ہورہے

---

[۵] یہ تبصرہ اسوقت پھر چھپ رہا ہی اور انشاء اللہ چند روز بعد مکتبۂ "الفرقان" سے بھی مل سکے گا ۱۲ منہ

ہیں اور علامہ صاحب نے آجتک نہیں بتلایا کہ جن عبارات سے یہ اعتراضات پیدا ہوئے ہیں اونکا اصلی اور صحیح مطلب اگر وہ نہیں تو کیا ہے۔

اصل یہ ہے کہ علامہ صاحب کی وہ عبارات اسقدر واضح اور ایسی ناقابل تاویل و توجیہ ہیں کہ باوجود کوشش اور کھینچ تان کے بھی اونکا کوئی دوسرا مطلب نہیں نکالا جاسکتا اور بلاشک وہی علامہ صاحب کا عقیدہ و نظریہ ہے جو انکی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے البتہ وہ عوام کو صرف مغالطہ دینے کے لئے یہ بھی کہدیتے ہیں کہ "علماء" تذکرہ کو سمجھتے ہی نہیں، اور یہ صرف اُنکی ہی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ اس قسم کے ارباب دجل کا عام طریقہ یہی ہوتا ہے —— تاہم مزید اتمام حجت کے لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ جو سادہ لوح اسں مغالطہ میں ہوں وہ خود علامہ صاحب کو یا علامہ کے کسی صاحبِ علم حامی ہی کو اسطرف توجہ دلائیں، لیکن یقین فرمالیں کہ اُدھر سے کبھی بھی اس مطالبہ کو پورا نہیں کیا جائیگا اور قیامت کی صبح تک بھی ان عبارات کا مطلب واضح نہیں کیا جائیگا، کیونکہ فی الحقیقت اونہیں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اور بالیقین وہی علامہ صاحب کے عقائد و نظریات ہیں جو اِن عبارات سے ظاہراً سمجھ میں آتے ہیں:

پانچواں مغالطہ | کبھی کبھی حامیان خاکساریت کی طرف سے علامہ صاحب ہی کی بعض ایسی عبارات پیش کی جاتی ہیں جن میں صحیح عقائد کا اظہار ہوتا ہے اور جن کا مضمون بظاہر اس کے خلاف ہوتا ہے جو وہ تذکرہ وغیرہ میں لکھ چکے ہیں چکے ہیں، اور اسطرح عوام کو باور کرایا جاتا ہے کہ علامہ صاحب کا اصل عقیدہ یہ ہے اور "علماء" محض ازراہ عناد خواہ مخواہ انپر اتہام رکھتے ہیں —— مثلاً تذکرہ کی دسیوں عبارتیں اسی کتاب میں آپ ایسی ملاحظہ فرما چکے ہیں، جنمیں صاف مذکور ہے کہ یورپ کی موجودہ ترقی یافتہ اور حکمراں قومیں (انگریز وغیرہ) مومن اور مسلم ہیں، صالح اور متقی ہیں، مستحق مغفرت اور خدا کی محبوب ہیں اور آخرت میں بھی اونکے لئے فلاح و نجات اور عیش و راحت ہے"۔

اب اِن کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ علامہ صاحب کا ہرگز ایسا خیال نہیں ہے، چنانچہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے علامہ صاحب نے خود صاف لکھدیا ہے کہ

> انگریز، جرمن، جاپان، وغیرہ مسلمانوں کے نزدیک ہرگز مومن نہیں، نہ ہوسکتی ہیں نہ "الجنّت" کی حقدار (جھوٹ کا پول از علامہ مشرقی ص ۹)

اس قسم کے مغالطات کے متعلق ایک اصول سمجھ لینا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ کسی صحیح الدماغ شخص کے کلام میں جب دو ایسی باتیں پائی جائیں جو بظاہر باہم متضاد اور متناقض ہوں مثلاً ایک جگہ اُس نے کسی ایسے عقیدہ کا اظہار کیا ہو جو موجب کفر ہو اور دوسری جگہ اس کے بالکل خلاف لکھا ہو تو اسمیں اتنے احتمال ہیں۔ اوّل یہ کہ اس شخص کی رائے میں تبدیلی ہوئی

ہو اور اُس نے اپنے پہلے خیال سے رجوع کرلیا ہو۔ دُوم یہ کہ جن دو عبارتوں کو باہم متناقض سمجھا جارہا ہے انہیں سے کسی ایک کی مراد سمجھنے میں لوگوں کو غلطی ہو رہی ہو اور فی الحقیقت اُنمیں کوئی تخالف اور تناقض ہی نہ ہو۔ سِوم یہ کہ وہ منافقانہ خصلت رکھتا ہو اور بالقصد لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے خدع و تلبیس سے کام لیتا ہو

ظاہر ہے کہ ان تین کے سوا کوئی چوتھا احتمال یہاں نہیں ہوسکتا۔ اب انصاف اور ایمانداری سے غور فرمائیے کہ علامہ صاحب کی "تذکرہ" کی اون تصریحات، اور "جھوٹ کے پول" کی اِس عبارت کے تضاد اور تناقض کو ان میں سے کس محمل پر رکھا جائے؟ رائے کی تبدیلی اس لئے نہیں کہا سکتا کہ علامہ صاحب ابتک مسلسل یہ اعلان فرمارہے ہیں کہ "تذکرہ" میں میں نے جو کچھ لکھا ہے، اسکا ایک ایک حرف صحیح ہے وہ لازوال حقیقت ہے، اس کے ہوتے ہوئے قرآن کی پہلی تمام تفسیروں کو جلا دینا چاہئیے (ملاحظہ ہو الاصلاح ۹ رجون ۳۹ء) پس جبکہ جھوٹ کے پول کی اشاعت کے بعد بھی وہ برابر یہ اعلان فرما رہے ہیں تو کس طرح یہ سمجھا جائے کہ انھوں نے تذکرہ کے اون خیالات سے رجوع کرلیا۔

رہا دوسرا احتمال کہ کسی ایک عبارت کی مراد سمجھنے میں غلطی ہو رہی ہو اور درحقیقت انمیں کوئی تضاد اور تخالف ہی نہ ہو ——— سو جہانتک "تذکرہ" کی عبارات کا تعلق ہے ہم پوری بصیرت اور دل کے کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اونکا مطلب اتنا واضح اور متعین ہے کہ کوشش کرکے بھی اونمیں کوئی اور معنی نہیں ڈالے جاسکتے پھر یہ کہ انگریزوں وغیرہ کے "مومن" و "مسلم" ہونے کی تصریح اونھوں نے کوئی ایک دو جگہ ہی نہیں بلکہ بیسیوں جگہ کی ہے، ناظرین کرام اُن کی اُن عبارات پر جو کتاب ہذا کے صفحہ ۱۵ سے ۳۴ تک منقول ہیں پھر ایک نظر ڈال لیں اور فیصلہ کریں کہ کیا انمیں بعید سے بعید کسی تاویل و توجیہ کی بھی گنجایش ہے اور کیا اونکا کوئی اور مطلب ہو سکتا ہے؟ جو صاحب اُن عبارات کی کوئی توجیہ کرسکتے ہوں ہم اونکو دعوت دیتے ہیں کہ براہ کرم وہ ہماری بھی رہنمائی فرمائیں اور اگر کہیں اور نہیں تو کم از کم "اصلاح" ہی کے کالموں میں اظہار خیال فرمائیں۔ ——— لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ خود علامہ مشرقی بھی اُن عبارات کا کوئی اور مطلب بیان نہیں کریں گے نہ آجتک انھوں نے بیان کیا ہے ——— بہرحال "تذکرہ" کی وہ عبارات تو یقیناً "متعین المراد" اور قطعاً ناقابل تاویل و توجیہ ہیں۔ ہاں "جھوٹ کے پول" کی مندرجہ بالا عبارت میں ضرور ایسی لچک ہے کہ وہ ایک طرح "تذکرہ" کی اون عبارات کے مناقض نہیں رہتی، غور فرمائیے اسکے الفاظ یہ ہیں۔

"انگریز، جرمن، جاپان وغیرہ مسلمانوں کے نزدیک ہرگز مومن نہیں نہ ہوسکتی ہیں نہ "الجنۃ" کی حقدار"

کہا جاسکتا ہے کہ اس عبارت میں علامہ صاحب نے اپنا ذاتی نظریہ بیان نہیں فرمایا ہے بلکہ عام مسلمانوں کا خیال بتلایا ہے۔ اسطرح یہ عبارت تذکرہ کی اون عبارت کے مناقض اور مخالف نہیں ہوتی جنمیں انگریز وغیرہ یورپین اقوام کو "مومن"

وتسلیم" وغیرہ کہا گیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر اسکو علامہ صاحب کی طرف سے بطور صفائی پیش کرنا محض ایک فریب ہوگا۔

ان دو احتمالوں کے بعد صرف تیسرا احتمال رہجاتا ہے کہ علامہ صاحب نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے ہی کے لیے بالقصد اپنے ضمیر اور نظریہ کے خلاف ایسا لکھا ہو اور جس شخص کے سامنے علامہ صاحب کی پوری زندگی اور اُنکے عادات و اطوار ہوں وہ ایسا ہی سمجھنے کے لیے مجبور ہے —— اور یہ علامہ صاحب ہی کی خصوصیت نہیں ہے عام داعیانِ ضلالت کچھ اسی رفتار سے چلتے ہیں —— جن حضرات نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصانیف دیکھی ہونگی ان کو اندازہ ہوگا کہ اس کارروائی میں وہ کتنے جری تھے، ایکطرف نبوت، حقیقی نبوت کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور دوسری طرف عام مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے "ختم نبوت" کا اعلان اور مدعی نبوّت کی تکفیر بھی فرماتے جاتے تھے، بلکہ اونکی تو بہت سی کتابیں ایسی ہیں جنمیں دونوں قسم کی عبارتیں آگے پیچھے چل رہی ہیں، اور انکے اسی دجل وتلبیس کا یہ نتیجہ ہے کہ خود ان کے تبعین میں انکے دعوائے نبوت ہی کے بارہ میں اختلاف ہوگیا قادیانی پارٹی اونکو "حقیقی نبی" تسلیم کرتی ہے اور لاہوری پارٹی انکی نبوّت سے انکار کرکے اونکو صرف مسیح موعود وغیرہ مانتی ہے؛

الغرض جسطرح مرزا صاحب کی صرف وہ عبارات جنمیں "ختم نبوت" پر انھوں نے اپنا اعتقاد بلکہ ایمان ظاہر کیا ہے اور مدعی نبوت ورسالت کو لعنتی تک لکھا ہے اونکی پوزیشن صاف نہیں کرتیں، اور ہر صاحب عقل وفہم اونکی دوسری صاف صاف عبارات کو پیش نظر رکھکر اونکو خادع وملبّس سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے، اسی طرح ہم جیسوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ "تذکرہ" کی اون واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے اور علامہ صاحب کے اُس تازہ اعلان کو سامنے رکھتے ہوئے کہ "تذکرہ لازوال حقیقت ہے جھوٹ کے پول" کی مندرجہ بالا عبارت کو خدع وتلبیس سمجھیں اور اگر کسی صاحب فکر دیانتدار کو ہماری اس رائے سے اختلاف ہو تو وہ بتلائے کہ اس کے سوا اور صورت کیا ہے؟ رجوع سے علامہ صاحب کو خود انکار ہے —— "تذکرہ" کی عبارات قطعاً ناقابل تاویل وتوجیہ ہیں حتیٰ کہ علامہ صاحب کے کسی حامی بلکہ خود علامہ صاحب نے بھی، انکا کوئی دوسرا مطلب آج تک نہیں بتلایا، پھر اگر "جھوٹ کے پول" والے اعلان کو دجل وفریب پر محمول نہ کیا جائے تو کیا سمجھا جائے؟

بہر حال "تذکرہ" کی تصریحات کے خلاف علامہ صاحب کی جو عبارات ان کے حامیوں کی طرف سے پیش کیجاتی ہیں ہم مذکورہ بالا وجوہ سے مجبور ہیں کہ ان کو صرف خدع وفریب سمجھیں لیکن اگر واقعی علامہ صاحب کے خیالات وہ نہیں

رہی ہیں جو انھوں نے تذکرہ میں لکھی ہیں تو وہ صاف اسکا اعلان فرما دیں اور یقین کریں کہ ہم سے زیادہ خوشی شاید اس سے کسی اور کو نہ ہوگی، اور اگر بفرضِ محال تذکرہ کے سمجھنے میں ساری دنیا سے غلطی ہورہی ہو تو پھر اسکا مطلب خود ہی واضح کرکے اس دنیا کی رہنمائی کی جائے ــــ لیکن اگر یہ دونوں باتیں ہونی نہیں ہیں اور یقین ہے کہ نہیں ہونی ہیں تو پھر عقل و ایمان کا فیصلہ وہی ہے جو ہمنے عرض کیا

چھٹا مغالطہ حامیان خاکساریت کی طرف سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ خاکسار تحریک میں بہت سے "علما" بھی شریک ہیں اور حسب بیان "الاصلاح" پنجاب و سرحد کے دس ہزار سے زیادہ مولوی صاحبان نے اپنا نام ادارۂ علیہ کے رجسٹر میں درج کرایا ہے ..... صد ہا نے اس مطلب کے متفقہ فتوے شائع کئے ہیں کہ قائد تحریک اور خاکسار سپاہیوں کے عقائد صحیح مسلمانوں کے عقائد ہیں (جھوٹ کا پول صفحہ ۱۶)

اگرچہ ہم کو اس بیان کی صداقت بھی معلوم ہے اور اس "راوی" کی "صدق بیانی" کا بھی ہمکو پورا تجربہ ہے تاہم اگر کسی "مولوی" نے بربنائے ناواقفیت ایسا کیا ہو اور بانی تحریک کے جو عقائد اور تحریک کے جو نقائص ہمنے اس مقالہ میں ذکر کیئے ہیں، اون کا علم نہونے کی وجہ سے بیچارے دو چار مولوی بھی فریب میں آگئے ہوں تو کیا بعید ہے۔ لیکن جس کے سامنے یہ سارا دفتر کھلا ہوا موجود ہو وہ کیونکر اپنی آنکھیں بند کرلے، اور کس طرح "بینا" ہونے کے باوجود "نابینا" بن جائے؟ علاوہ ازیں "الاصلاح" میں وقتاً فوقتاً جن ناموں کے ساتھ "مولوی" لکھکر انکی شرکت تحریک کا اعلان کیا گیا ہے اون میں باستثنائے چند باقی سب صوبہ سرحد کے ہیں اور وہاں کے مولوی ملاؤں کے متعلق خود "ادارۂ علیہ" کی رپورٹ ہے کہ

> صوبہ سرحد کے ملا اور پیر سرکار انگریزی کی رپورٹ کے مطابق ۹۶ فی صدی ناخواندہ ہیں ان ۹۶ میں سے اندازاً صرف تین فی صدی قرآن مع ال پڑھ سکتے ہیں باقی صرف نماز جانتے ہیں بلکہ ایک بڑی تعداد ایسی ہی جو صرف اذان کہہ سکتی ہے اور اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتی، ایسے ان پڑھ ملاؤں کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جو سرحد میں مشہور ہیں لیکن اپنے ہاتھ سے دستخط بھی نہیں کرسکتے
>
> (جھوٹ کا پول ص۲)

پس ہوسکتا ہے بلکہ قرین قیاس ہے کہ انہی ۹۶ فی صدی میں سے کچھ "مولوی نما جاہل" علامہ صاحب کے دام فریب میں بھی آگئے ہوں لیکن جہانتک اہل تحقیق اور ارباب بصیرت علماء دین کا تعلق ہے ہم پورے وثوق اور کامل اذعان و یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی علامہ کے عقائد کی تصویب اور ان کی تحریک کی تحسین نہیں کرسکتا

واقفیت کے بعد ان سب کی رائے اس بارہ میں صرف وہی ہوسکتی ہے اور وہی ہے جو ہم نے اس مقالہ میں ظاہر کی ہے کسی عالم دین بلکہ واقفِ دین کو بھی اسمیں اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔

علماء پر بے عملی، ملت سے غداری اور بے پناہ تکفیر بازی کا الزام

ساتواں زبردست مغالطہ خاکساریت کے حامیوں کی طرف سے سب سے زیادہ زور اور قوت کے ساتھ جو بات کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ

اس تحریک کے مخالف صرف مولوی ہیں اور قومی کام کرنے والوں کو کافر کہنا اور ہر چلتے کام میں روڑے اٹکانا انکی قدیمی عادت ہے، اُن کے فتوؤں کا کوئی اعتبار نہیں، ان کا تو کام ہی کافر بنانا اور ملّت کے خادموں کو گمراہ بتلانا ہے، یہ خود تو کوئی کام کرتے نہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا بھی کچھ نہ کر سکے تاکہ ان کے نکمّے پن پر پردہ پڑا رہے —— اسی کے ساتھ بعض ناخدا ترس اور حیا باختہ کبھی کبھی یہ بھی کہدیتے ہیں کہ میاں! یہ مولوی ملا تحریک کی مخالفت ہی کے لئے دشمنان اسلام (انگریزوں یا ہندوؤں) سے تنخواہیں پاتے ہیں یہ سب کے سب ایمان فروش اور ملت کے غدّار ہیں، وغیرہ وغیرہ —— یہ باتیں کچھ اسقدر رنگ آمیزی اور ملمع کاری کے ساتھ پیش کیجاتی ہیں کہ بہت سے سادہ لوح اسکا شکار ہوجاتے ہیں

ملّت کا غدار اور دشمنوں کا تنخواہ دار کون ہے؟

اس آخری بات کے جواب میں تو یہاں ہم صرف اسقدر عرض کریں گے کہ علامہ صاحب کے متعلق اون کے بہت سے مخالفین کا بہت پرانا دعوے ہے کہ وہ برٹش حکومت کے تنخواہ دار ایجنٹ ہیں اور خاکسار تحریک انھوں نے اسی کے اشارہ پر ہندوستان میں اوس کے مفادوں کی حفاظت ہی کے لیے اٹھائی ہے، اس دعوے کے جو دلائل اور شواہد علامہ صاحب کے وہ مخالفین پیش کرتے ہیں فی الحقیقت وہ ایسے ہیں کہ ان کو بالکل نظرانداز نہیں کیا جاسکتا اور ان کے سامنے آنیکے بعد درحقیقت جناب "علامہ" کی ذات اور انکی موجودہ سرگرمیاں بہت زیادہ مشتبہ ہوجاتی ہیں —— مگر ہم نے چونکہ اس مقالہ میں یہ ارادہ ہی کرلیا ہے کہ اسمیں کوئی بات ایسی نہیں لکھی جائیگی جس کے متعلق ہم کو بذات خود کامل یقین حاصل نہ ہو اور جو خود ہمارے نزدیک محقّق اور غیر مشکوک طور پر ثابت شدہ نہو، اس لیئے ہم نے بالقصد یہاں اس پہلو پر کوئی بحث نہیں کی —— ورنہ اگر ہم بھی علامہ صاحب کی طرح قانون الٰہی سے آزاد، خدا کی گرفت سے بیخوف، اور محاسبہ آخرت سے بے پرواہ ہوکر مخالف کے متعلق سب کچھ کہدینے اور لکھدینے کی "جرأت" رکھتے، تو انکی طرح محض بے دلیل نہیں بلکہ دلیل کے ساتھ ان کو موجودہ دنیا میں سب سے بڑی دشمنِ اسلام طاقت سے سازش رکھنے والا، اور "متاع قلیل"

کے عوض اپنے ایمان مسلمانوں کے مفاد، اور ملّت کی عزت کو فروخت کر دینے والا ثابت کر سکتے تھے۔ مگر چونکہ وہ دلائل وشواہد خود ہمارے لئے موجب یقین نہیں ہیں بلکہ اون سے صرف علامہ صاحب کی ذات اور اُنکی تحریک مشتبہ ثابت ہوتی ہے یا زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے اس لئے ہم نے اس مقالہ میں اون دلائل سے عمداً کام نہیں لیا اور اس پہلو سے علامہ صاحب کے متعلق کوئی بحث ہی نہیں کی ـــــ پس ہمارا خیال ہے کہ غالباً جناب علامہ نے اپنے مخالف علماء کے متعلق یہ پروپیگنڈا کر کے کہ وہ دشمنانِ اسلام کے کرایہ دار یا تنخواہ یاب ہیں بطور پیشبندی صرف اپنی حفاظت کرنی چاہی ہے تاکہ اُن کے متعلق ایسا نہ کہا جاسکے، اور اگر کوئی ایسا کہے اور علامہ صاحب کے اس "راز" کو کوئی کھولے تو لوگ یہ سمجھیں کہ چونکہ علّامہ صاحب" نے اِن لوگوں کے متعلق ایسا کہا ہے اس لئے شاید صرف انتقاماً اور جواباً یہ بھی اُن کے متعلق وہی کہہ رہے ہیں ـــــ ورنہ ہم اس کھُلے اعلان کے ذریعہ علامہ صاحب اور اُن کے سارے فدائیون کو چیلنج کرتے ہیں کہ جو علماء کرام ان کی بدعقیدگی اور مذہبی وشرعی نقطۂ نظر سے انکی تحریک کے مفاسد ونقائص کی وجہ سے ان کی یا اُنکی تحریک کی سرگرمی سے مخالفت کر رہے ہیں (مثلاً حضرات علمائے دیوبند وسہارنپور، حضرات علمائے تھانہ بھون، بزرگان جمیعۃ علماء ہند دہلی، مولانا بہاء الحق قاسمی، مولانا غلام غوث سرحدی مولانا سید عبداللہ شاہ پشاوری وامثالہم) اونمیں سے کسی ایک "عالم دین" کے متعلق وہ اس ناپاک بہتان کو ثابت کریں، ورنہ مواخذۂ آخرت کے منتظر رہیں ھاتوا برھانکم انکنتم صادقین وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی" وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔

رہا یہ پروپیگنڈا کہ علماء کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں ان کا تو کام ہی کافر بنانا اور قومی کاموں میں رخنہ ڈالنا ہے سو یہ بھی جس طرح اور جس انداز میں آج کہا جاتا ہے یقیناً ایک ملحدانہ فریب ہے۔ اور جب سے مغربی اثرات کے طفیل دماغوں سے مذہبی گرفت کمزور پڑ رہی ہے اور طبائع مائل بالحاد ہو رہی ہیں اُسوقت سے ہر ملحد اور ہر داعیٔ ضلالت اسی لغو منطق کو سپر بناتا ہے، اور کوئی شک نہیں کہ آجکل کے بازار میں یہ سب سے زیادہ چلتا ہوا سکہ ہے۔ دوسرے چھوٹے موٹے داعیانِ الحاد کا کیا ذکر، اس صدی کے سب سے بڑے قائدِ ضلالت مدعیٔ نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف دیکھ جائیے جن کو خود جناب علامہ نے بھی نامزد کر کے کافر لکھا ہے۔ (جھوٹ کا پول صفحہ ۷)

قریب قریب اُنکی ہر ایک ہی تصنیف میں آپ کو علماء کے فتووں کا یہی جواب اسی انداز میں ملے گا، پھر اُن کے متبعین نے تو علماء کے فتووں کو قطعاً بے اعتبار ثابت کرنے کے لئے ایسے مستقل رسالے شائع کیئے ہیں جن میں صرف وہ فتوے جمع کر دئیے ہیں جو کسی اسلامی فرقے کی طرف سے کسی دوسرے فرقے یا اُس کے کسی فرد کے خلاف کبھی لکھے

گئے اور پھر یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کے ہر فرقے نے دوسرے کو کافر بتلایا ہے لہذا ان کی اس کفر بازی کا کوئی اعتبار نہیں، اس سلسلہ کا شاہکار مرزائی امت کی لاہوری شاخ کے امیر جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کا ایک مستقل خطبہ ہے۔ نیز بھاولپور کے تاریخی مقدمہ میں قادیانی نمایندوں کی طرف سے جو طویل تحریری بیان پیش کیا گیا تھا اور جو کتابی شکل میں قادیان سے شایع بھی ہو چکا ہے اس میں بھی قادیانیوں کے خلاف علماء کے اجماعی اور متفقہ فتووں کے مقابلہ میں بس اسی "منطق" سے کام لیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ "مولویوں" نے ہمیشہ سے ہی ایک دوسرے کو کافر کہا ہے لہذا اُن کے فتووں کا کوئی اعتبار نہیں ــــ خود مشرقی صاحب کے ادارۂ علیہ کی طرف سے بھی ایک رسالہ اسی قسم کا "کفر زار اسلام (معروف بہ مولوی کا غلط مذہب)" شائع ہوا ہے جس میں مذکورالصدر قادیانی رسائل ومضامین ہی کا پورا مواد جمع کر دیا گیا ہے، اگرچہ اس میں سخت غلط بیانیوں سے بھی کام لیا گیا ہے، اور جہالت کے بھی خوب خوب مضحکہ خیز مظاہرے کئے گئے ہیں لیکن یہاں ہم کو اسکا جواب دینا ہے اور نہ اسپر تنقید منظور ہے، اسوقت تو ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ "علماء" کے فتووں کے جواب میں اس لغو منطق کا استعمال علامہ صاحب یا ان کے حامیوں کی کوئی تازہ ایجاد نہیں ہے بلکہ اس بارہ میں شرف اولیت مرزا صاحب قادیانی اور انکے متبعین کو حاصل ہے اور اگر یہ عذر کسی گمراہ کے لیے کافی یا مفید ہو سکتا ہو تو پھر مرزا صاحب اور انکی امتی اسکے فائدہ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔

ہاں اسمیں شک نہیں کہ علماء سے غلطی بھی ہو جاتی ہے اور ہوئی ہے اور بلاشبہ وہ معصوم نہیں ہیں، اور اس سے بھی ہم کو انکار نہیں کہ بعض نام نہاد علماء نے اس قسم کے فتووں میں سخت بے احتیاطی یا نفسانیت سے بھی کام لیا ہے لیکن اس سے یہ کلیہ قائم کر لینا کہ بس اب کسی عالم کے کسی فتوے کا اعتبار ہی نہیں بلکہ وہ جس کو کافر کہیں وہ پکا مومن اور حامی اسلام ہے سخت بے انصافی اور بے راہ روی ہے ــــ کون نہیں جانتا کہ طبیبوں ڈاکٹروں سے علاج اور تشخیص میں غلطی بھی ہوتی ہے اور آئے دن انکی غلطیوں کے نتائج ہماری آنکھوں کے سامنے آتے رہتے ہیں لیکن کیا آج تک کسی صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ طبیبوں ڈاکٹروں کے علاج اور نسخے غلط بھی ہوتے ہیں اسلئے اب جب ہم مریض ہونگے یا جب ہمارا بچہ بیمار ہوگا تو ہرگز کسی حکیم اور کسی ڈاکٹر کو نہیں دکھلایا جاویگا۔ بلکہ کوئی حکیم ڈاکٹر جس شخص کو مریض تجویز کرے گا ہم اس کو اعلیٰ درجہ کا تندرست کہیں گے اور جب وہ ہم کو گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے رائے دیگا تو ہم ہمیشہ اس کے مخالف پہلو پر عمل کرینگے۔ اگر جسمانی صحت ومرض میں اپنی جان اور صحت کی خاطر کبھی آپ ایسا خلاف عقل فیصلہ نہیں کرتے تو دین اور ایمان کے بارہ میں آپ کیوں ایسا غیر عاقلانہ بلکہ مجنونانہ فیصلہ کرتے ہیں ــــ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ آپ کے نزدیک جان اور صحت کی جتنی قدر ہے ایمان اور دین کی اتنی قیمت نہیں۔ عقل وایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جب کسی شخص کے خلاف علماء کرام اظہار رائے کریں یا اس کے متعلق کفر یا گمراہی کا فتوے دیں تو اگر خود آپ کو دین کا اتنا علم ہے کہ آپ اس کی غلطی اور صحت کا فیصلہ

کر سکتے ہیں تو فبہا ورنہ یہ دیکھئے کہ یہ فتویٰ دینے والے کس قسم کے حضرات ہیں اگر وہ ہیں جن کی احتیاط اور خدا ترسی معلوم و مسلم ہے تو انکی رائے پر اعتماد کیجئے اِس کے سوا آپ کے لئے کوئی چارہ کار نہیں ۔ ورنہ آپکے غلط اصول پر تو مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی بھی مسلمان بلکہ حامی اسلام ٹھیر ینگے جن کے کفر پر خود مشرقی صاحب نے بھی مہر فرمائی ہے ــــــ اب دیکھئے کہ "علامہ مشرقی" یا انکی "خاکسار تحریک" کے خلاف مذہبی نقطۂ نظر سے سخت مخالفانہ رائے کا اظہار کرنیوالے صرف وہی حضرات نہیں ہیں جنکو تکفیری فتووں میں بے احتیاط یا عجلت پسند کہا جاسکے بلکہ ہندوستان کے تمام وہ اکابر علماء جنکی احتیاط اور جن کی خدا ترسی مسلم ہے اور جنھوں نے مشرقی صاحب کی تحریرات کو دیکھا ہے وہ سب ہی اس بارے میں قریباً متفق الرائے ہیں ہندوستان کے علماء حق اور علماء ربانیین میں سے غالباً ایک بھی ایسا نام نہیں بتلایا جاسکتا جنھوں نے مشرقی صاحب کی تحریرات کو اچھی طرح دیکھا ہو اور خاکسار تحریک کے لٹریچر پر بھی انکی پوری نظر ہو اور پھر اُنکی رائے ان کے سخت خلاف نہ ہو ــــــ ہندوستان کے علماء میں علم و فضل اور علمی دیانت کے لحاظ سے علماء دیوبند اور علماء ندوۃ العلماء کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور ان دونو جماعتوں کے متعلق یہ تجربہ موجود ہے کہ کسی جماعت یا فرد کیخلاف سخت اظہار رائے اور فتوائے تکفیر میں یہ پوری پوری احتیاط کرتے ہیں حتیٰ کہ جن بر خود غلط "مفتیوں" نے محض ناحق اُن کے متعلق کفر کے فتوے دئے انھوں نے اُنکے متعلق بھی اس قسم کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ بعض اکابر جماعت دیوبند کے متعلق تو یہ نظیر موجود ہے کہ کسی غلط اطلاع یا غلط فہمی کی وجہ سے انھوں نے کسی کے متعلق کوئی ایسا فتویٰ اگر دیدیا بھی تو حقیقت حال معلوم ہوجانے پر بے تامل اور بلا تکلف اس سے رجوع کر لیا ــــ غرض ان حضرات کی یہ احتیاط اور یہ خدا ترسی ہمیشہ کی آزمودہ حقیقت ہے لیکن معلوم ہے کہ مشرقی صاحب کے بارہ میں ان سب کی رائے یہی ہے کہ ان کے خیالات سخت گمراہانہ اور قطعاً منافی اسلام ہیں ــــ بلکہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ اونکے بارہ میں یہ رائے صرف "علماء" ہی کی نہیں ہے بلکہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے جو حضرات اسلامی شعور اور دین کا فہم رکھتے ہیں اون سب کا فیصلہ بھی وہی ہے جو علماء کا فتویٰ ہے۔

الغرض خاکساروں یا خاکسار نوازوں کے اس مغالطہ میں بھی کوئی جان نہیں۔

کیا خاکسار تحریک کے مخالف صرف کانگرسی علماء ہیں؟

خاکساریت کے بہت سے ابلہ فریب حامی عوام مسلمانوں کے عام رجحانات کو کانگریس کے خلاف دیکھکر یہ بھی کہدیا کرتے ہیں کہ اس تحریک کی مخالفت صرف کانگرسی علماء کرتے ہیں، اور باقی غیر کانگرسی علماء سب ہماری تائید و حمایت میں ہیں حالانکہ یہ بھی محض سفید اور بیداغ جھوٹ ہے، کون نہیں جانتا کہ کانگرس کے مخالف علماء میں علم و فضل، ورع و تقویٰ، اور اثر و رسوخ کے لحاظ سے سب سے بلند اور ممتاز ہستی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کی ہے لیکن علامہ مشرقی اور خاکسار تحریک کے بارہ میں آپکی رائے بالکل وہی ہے جو دیگر علماء کرام کی ابھی ابھی آپ ہی کے ارشاد سے آپکے خلیفہ راشد مولانا محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند نے ایک مبسوط رسالہ بنام "مشرقی اور اسلام" علامہ مشرقی اور خاکسار تحریک کے شرعی حکم کے متعلق لکھا ہے جو اسی مہینے شائع ہوا ہے اور اسمیں پوری تحقیق و تدقیق کے بعد کتاب و سنت کے فیصلے انکی

روشنی میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے کہ علامہ صاحب کے عقائد موجبِ کفر ہیں اور اُنکی تحریک خاکساران کی شرکت اسکے مقصد اور اثرات کے لحاظ سے شرعاً حرام ہے"

اس رسالہ پر حضرت مولانا تھانوی مدظلہ اپنی تصدیق فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔

(خاکسار تحریک کے متعلق حضرت مولانا اشرفعلی صاحب مدظلہ کی رائے گرامی)

بعد الحمد والصلاۃ! احقر اشرفعلی تھانوی عفی عنہ نے رسالہ ہذا کو خود فاضل مصنف سلمہ سے حرفاً حرفاً سنا، ایسے فتوے میں شرعاً جس قدر تدین احتیاط و انصاف کی ضرورت ہے ان کا پورا حق ادا کیا گیا ہے۔ حتی کہ بانی تحریک سے بالمشافہہ گفتگو کی بھی کوشش کی گئی۔ تاکہ اگر کوئی عذر یا تاویل محقق ہو جائے تو حکم میں تخفیف ہو جاوے لیکن بانی کی طرف سے بالکل اسکا موقع ہی نہیں دیا گیا، اسلئے ضابطۂ شرعیہ کے موافق حکم ظاہر کیا گیا۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس تحریک میں شرکت کا انجام اسلام کا انعدام و انہدام ہے حالاً یا مآلاً۔

(ٹائیٹل رسالہ مشرقی اور اسلام)

نیز جو سینکڑوں بلکہ ہزاروں علماء کرام "حضرت مولانا مدظلہ سے روحانی رابطہ رکھتے ہیں وہ سب ہی کانگرس کے سخت دشمن ہیں لیکن باوجود خاکسار تحریک کے بھی سخت ترین مخالف ہیں اور اس بارہ میں انکی رائے بالکل وہی ہے جو حضرت ممدوح کی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی کانگرس کی مخالفت اور زبردست مخالفت میں کافی شہرت رکھتے ہیں حتی کہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کو کانگرس سے الگ رکھنے میں انکی قلمی کوشش جس درجہ موثر ہوئی ہے شاید کسی اور کی ہوئی ہو مگر کانگرس کی اس مخالفت بلکہ اس کے خلاف مسلسل جنگ کے باوجود خاکسار تحریک" اور علامہ مشرقی" کے بارہ میں انکی جو رائے ہے وہ انکے اس مکتوب میں ملاحظہ فرمائیے جو اس کتاب کے آخر میں درج ہے

نیز خود راقم الحروف بھی اون لوگوں میں ہے، جنکو کانگرس کے نظریہ سیاست سے جسکا محور یورپ کا نظریہ قومیت ہے ذاتی طور پر شدید اختلاف ہے بہرحال حامیانِ خاکساریت کا یہ پروپگنڈا کہ اس تحریک کے مخالف صرف کانگرسی علماء ہیں سراسر جھوٹ اور محض مکر و فریب ہے۔

کیا علماء کو بے عملی کا طعنہ دیا جاسکتا ہے؟

علی ہذا علامہ صاحب اور اُنکے ہمصفیروں کا یہ طعنہ کہ علماء بے عمل ہیں بزدل ہیں، ایثار و قربانی کے جذبہ سے خالی ہیں، قوم کو بلند کرنیکی کوئی تڑپ انمیں نہیں، اور اسی واسطے وہ کسی اور ایثار پیشہ اور فعال جماعت کو میدان میں نہیں دیکھنا چاہتے اور اسکی مخالفت کرنا اپنے وقار کے تحفظ کے لئے ضروری سمجھتے ہیں — تو یہ بھی واقعیت سے بہت دور عام بازاری پروپگنڈا ہے۔ ورنہ جس طرح دوسری جماعتوں اور دوسرے طبقوں میں مختلف الاحوال افراد ہیں اسیطرح علماء میں بھی مختلف درجات کے لوگ ہیں — یہ دعویٰ تو نہیں ہے کہ انمیں سے ہر ایک میں حضرت خالدؓ اور سعد بن ابی وقاص کی روح ہے، لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے جسکی تصدیق سرکار انگریزی کی رپورٹوں سے کیجا سکتی ہے کہ احیاء ملت اور اجنبی اقتدار سے آزادی حاصل کرنے کیلئے ہندوستان میں جتنی قربانیاں بحیثیت مجموعی طبقہ علماء نے کی ہیں مسلمانوں کے کسی دوسرے طبقہ کے اعمال نامہ میں یقیناً اسکی نظیر نہیں دکھلائی جاسکتی — سلطنت مغلیہ کے سقوط اور غیر اسلامی اقتدار کے قیام کے بعد ہندوستان میں اسلام کو آزاد کرانے اور اسلامی اقتدار پھر سے قائم کرنے کے لئے جو جہاد حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ہوا اس کے علمبردار شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے مدرسہ کے پڑھے ہوئے علماء ہی تھے — پھر اس تحریک جہاد کے بظاہر ناکام اختتام کے بعد برسہا برس تک حضرت سید صاحبؒ کی بقیہ جماعت اور آپکے متوسلین

اسی مقصد کے لئے جو خفیہ اور علانیہ کوششیں کیں اور پٹنہ، صادق پور اور ستھانہ (سرحد) میں جو کچھ ہوتا رہا، اور پھر جس کی پاداش میں ۱۸۶۳ء کا مشہور مقدمہ سازش چلا (جو زیادہ تر وہابیوں کی بغاوت کے مقدمہ کے نام سے معروف ہے) اور جس کا انجام واختتام پھانسی کے فیصلوں اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزاؤں پر ہوا، اس سب کے ذمہ دار بھی علماء ہی تھے جنہوں نے اپنی جانیں بھی اس راہ میں دیدیں ـــــ نیز ۱۸۵۷ء میں جو انقلابی تحریک اٹھائی گئی (جسکو انگریز کے پروپیگنڈے نے غدر کے ناپاک نام سے مشہور کردیا ہے) اسکے قائدین بھی علماء ہی تھے۔ اور اسی لئے وہی انگریزی مظالم کا اس وقت زیادہ نشانہ بنے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں وہ اور اُن کے متبع دیندار مسلمان پھانسیوں پر چڑھائے گئے۔

پھر اسکے عرصہ دراز کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے چند رفیق ایک انقلابی پروگرام لیکر اُٹھے لیکن قضاء وقدر کا فیصلہ خلاف تھا کہ اسکی تکمیل سے پہلے گرفتار کرلئے گئے اور تقریباً پانچ برس مالٹا میں اپنے چند رفیقوں کے ساتھ نظر بند رہے بلکہ آپکی تحریک کے بعض رفقاء تو تا امروز جلاوطن ہیں ـــ پھر ۱۹۱۹ء۔۱۹۲۰ء کی تحریک خلافت میں گرمی ان علماء ہی کی سرگرمیوں نے پیدا کی اور سینکڑوں سے زیادہ علماء اس سلسلہ میں مبتلائے قید وبند ہوئے ـــــ اس کے بعد ۱۹۳۰ء میں جب کانگرس نے نہرو رپورٹ" کے استرداد کے اعلان کے بعد سول نافرمانی کی شکل میں جنگ آزادی شروع کی تو مسلمانان ہند کی تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں میں سے صرف علماء کی جماعت (جمعیۃ علماء ہند) ہی نے اسمیں شرکت کی اور اس تحریک میں تقریباً آٹھ ہزار صرف علماء ہی جیلوں میں گئے اور اکابر جمعیۃ میں سے تو شاید کوئی بھی باہر نہیں رہا۔ اور آج بھی جبکہ علامہ صاحب سرکار فرنگ کی مشکل کشائی کے لئے اپنی پچاس ہزار قواعد داں خاکساروں" کی پیشکش کا اعلان کرکے پروانۂ خوشنودی" اور تمغۂ وفاداری کے منتظر ہیں بیسیوں علماء کرام صرف پنجاب میں ڈیفنس آف انڈیا آرڈیننس کی خلاف ورزی کے جرم میں جیلوں میں پہنچ چکے ہیں اور انہیں سے بعض کے خلاف بغاوت کی اور سنگین دفعات کے ماتحت مقدمات چلائے جارہے ہیں جن میں پھانسی بھی ہوسکتی ہے اور حبس دوام بھی اور دس بیس سال کی قید بھی۔ حالانکہ ان کا جرم اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ یورپ کی موجودہ سامراجی جنگ کے وقت مسلمانوں کے سامنے وہ لائحہ عمل پیش کرتے ہیں جسمیں وہ اسلام کی بہبودی اور مسلمانوں کی فلاح یقین کرتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اس کی پاداش میں ہم کو کتنی لمبی اور سنگین سزا بھگتنی پڑے گی، لیکن اس کے باوجود جس کلمۂ حق کا اعلان وہ وقت کا فریضہ سمجھتے ہیں اس کے اظہار واعلان سے باز نہیں آتے اور اپنا فرض ادا کرکے اپنے کو حوالہ مصائب کر رہے ہیں۔ کیا ماضی وحال کے ان واقعات کے سامنے ہوتے ہوئے ایک سرے سے تمام "علماء" کو بے عملی اور بزدلی کا طعنہ دینا اعلیٰ درجہ کی شیطنت یا انتہائی قسم کی جہالت نہیں ہے؟

ہاں ہاں!! ان کے سیاسی مسلک سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور دیانت داری کے ساتھ اختلاف کیا جاسکتا ہے، انکی رائے اور ان کی جدوجہد کو غلط کہا جاسکتا ہے اور جو شخص ایمانداری کے ساتھ ایسا سمجھتا ہو اسے حق ہے کہ ایسا کہے لیکن ان کو بے عملی اور تن آسانی کا طعنہ صرف وہی دے سکتا ہے۔ جو یا تو ہندوستان کی سیاسی تاریخ سے قطعاً جاہل اور بے خبر ہو یا سخت درجہ کا ناخدا ترس ہو اور جھوٹے پروپیگنڈے ہی کو کمال سمجھتا ہو۔

عسکری تنظیم اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا مغالطہ

آٹھواں مغالطہ خاکساریت کے مبلغین ایک بات یہ بھی کہتے ہیں کہ اس تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کی عسکری تنظیم ہو رہی ہے۔ قوم کا بکھرا ہوا شیرازہ پھر سے جڑ رہا ہے۔ مختلف الخیال مسلمانوں میں اتحاد و ارتباط پیدا ہو رہا ہے اور "امارت" کا جو نظام صدیوں سے تباہ ہو چکا تھا وہ اس کے ذریعہ پھر سے قائم ہو رہا ہے؛

اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے دعوے کی جانچ کے لئے صرف یہ دیکھ لینا کافی ہے کہ کیا اس تحریک نے مسلمانوں کے کسی ایک بھی اختلاف کو ختم کیا ہے۔ کیا شیعہ سنّی کی تفریق نہیں رہی؟ کیا قادیانی غیر قادیانی گلے مل گئے؟ کیا مقلدین اور غیر مقلدین کے اختلافات ختم ہو گئے؟ کیا دیوبند اور بریلی میں کوئی نیا سمجھوتہ ہو گیا؟۔ اچھا کیا مسلمانوں کی سیاسی پارٹیوں کی کشمکش ختم ہو گئی؟ کیا لیگی اور احراری مسلمان ایک نقطہ پر آ گئے۔ اگر ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا بلکہ "خاکساروں" اور دوسرے مسلمانوں میں ایک نیا مذہبی و سیاسی خطرناک اختلاف اور پیدا ہو گیا جس کے نتیجہ میں آئے دن جوتا پیزار اور بیلچہ و کلہاڑی چلنے کی اطلاعات آتی رہتی ہیں۔ تو پھر اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کا دعویٰ کس قدر غلط اور کیسا بیہودہ جھوٹ ہے۔

اگر کہا جائے کہ اتحاد و اتفاق یہ پیدا ہو رہا ہے کہ مختلف الخیال مسلمان خاکساروں میں شامل ہو کر "ایک جماعت" بن رہے ہیں تو اس میں خاکساریت کی کیا خصوصیت؟ کیا مجلس احرار میں شیعہ سنّی، مقلد، غیر مقلد، دیوبندی، غیر دیوبندی ہر قسم کے مسلمان جمع نہیں ہیں! کیا مسلم لیگ میں ہر فرقہ کے لوگ شامل نہیں ہیں؟؟ — بلکہ ان جماعتوں نے تو مسلمانوں میں کسی نئے فرقہ کا اضافہ بھی نہیں کیا برخلاف تحریک خاکساران کے کہ اس نے مسلمانوں کے قدیم مختلف الخیال فرقوں میں ایک نئے لڑاکو فرقہ کا اضافہ کر کے مسلمان قوم کی بدنصیبیوں میں کچھ اور اضافہ ہی کر دیا ہے۔ اندریں حال اگر یہ کہا جائے کہ تحریک خاکساران مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور اس سے اتحاد پھیل رہا ہے تو اس کے متعلق بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔

جنوں کا نام خرد رکھدیا خرد کا جنوں ⁂ جو چاہے آپ کی طبع کرشمہ ساز کرے

رہا یہ کہ اس تحریک کے ذریعہ مسلمانوں کی "عسکری تنظیم" ہو رہی ہے اور اس طرح ایک "طاقتور" جماعت پیدا ہو رہی ہے۔ تو معلوم ہونا چاہئے کہ تنظیم و طاقت کے مفید اور مضر ہونے کا مدار اس کے مقصد اور منتہا کے حسن و قبح پر ہے۔

اگر تنظیم و طاقت کسی اچھے مقصد کے لیئے ہے تو بڑی مبارک چیز ہے لیکن اگر کسی فساد انگیزی یا کسی امر باطل کی حمایت کے لیئے ہے تو قطعاً نامبارک ہے اور حق پرستوں کا فرض ہے کہ اس کو ناکام کرنے بلکہ پاش پاش کر دینے کے لیئے اپنی امکانی طاقت صرف کردیں۔ ایمان کی روشنی میں غور فرمایئے کہ اگر مسلمانوں میں کوئی جتھا ڈاکہ زنی اور غارت گری کے لیے منظم ہو، یا کسی دشمن اسلام طاقت کے ہاتھ مضبوط کرنے اور اسلامی مصالح کے مقابلہ میں غیر اسلامی مفاد کی حفاظت کے لیئے کوئی غلط کار گروہ منظم ہونے لگے اور اسی نامسعود مقصد کے لیئے طاقت پیدا کرے تو کیا صرف اس لیئے آپ اس کی تائید وحمایت کریں گے کہ وہ "مسلمانوں" کا گروہ اور "مسلمانوں" کی جماعت ہے؟ اگر آپ کو اسلامی تعلیمات سے کچھ بھی بہرہ ہے تو ہرگز آپ یہ فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ اس تنظیم کو مٹانے اور اس طاقت کے توڑ دینے ہی کو دین وملت کی خدمت سمجھیں گے۔ الغرض یہ ایک بدیہی بات ہے کہ تنظیم وطاقت کی اچھائی برائی کا مدار اس کے مقصد اور محل استعمال پر ہے۔ اور یہ آپ کو خود خاکسار تحریک کے بانی کی تصریحات سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ اس "تنظیم" اور اس طاقت کی فراہمی کا مقصد اس مذہب کو مسلمانوں میں رائج کرنا ہے جو علامہ صاحب کے نزدیک **صحیح مذہب** اور **اصلی دین ہے** اور جس کی رو سے اقوام یورپ سب سے بڑی مومن اور مسلم قومیں ہیں۔ اور ہم واقعات وشواہد کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں کہ خاکسار تحریک سے علانیہ یہی کام لیا جارہا ہے اور علامہ صاحب تحریک ہی کی راہ سے اپنے اس مقصد میں بڑی تیزی کے ساتھ کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔

دوسرا مقصد اس تحریک وتنظیم کا انگریزی مفاد کی حفاظت اور بلا شرط وقیمت حفاظت کہا جاسکتا ہے جیسا کہ اُن کی پچاس ہزار کی تازہ پیش کش سے سمجھا جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں مقصد اسلامی مفاد کے قطعاً خلاف ہیں اور ان مقاصد کے لیئے "تنظیم وطاقت" بلحاظ نتائج اسلامی نقطۂ نظر سے دوسری مخالف اسلام تنظیموں اور طاقتوں سے کچھ بھی مختلف نہیں۔ ورنہ اگر مقصد اور نصب العین سے قطع نظر کر کے "ہر تنظیم اور ہر طاقت" محمود اور لائق تائید وحمایت ہی ہو تو پھر حق وباطل کی تفریق ہی غلط ہے، اور پھر اس کے لیئے "اسلام" اور "مسلمانوں" کا نام استعمال کرنا، اور دین وملت کے نام پر اس کے لیئے اپیل کرنا شرمناک قسم کی منافقت ہے۔ نیز اگر آپ کو صرف "تنظیم وطاقت" ہی محبوب ومرغوب ہے خواہ وہ اسلامی اصولوں کے منافی ہو اور خواہ مفاد ملت کے خلاف ہی استعمال ہو تو پھر اس کے لیئے کسی نئے ہنگامے اور نئی تحریک کی کیا ضرورت ہے، باطل کی طاقتیں پہلے سے کافی منظم موجود ہیں پس اگر آپ کو حق وباطل کے امتیاز کے بغیر تنظیم وطاقت ہی کی پرستش کا شوق ہے تو انہیں میں کسی سے وابستہ ہو کر اپنا یہ خالی از مقصد شوق پورا کر لیجئے۔

اسلام تو ہرگز اس کی اجازت نہیں دے سکتا کہ آپ کسی باطل المقصد تحریک میں صرف اس لیئے

شریک ہوں کہ اُس میں "تنظیم" ہے اور "طاقت" کی تیاری ہے، بلکہ اسلام کا فیصلہ تو اس بارہ میں یہ ہے کہ ایسی غلط "تنظیم" کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور اس طاقت کے فنا کرنے کے لیئے اپنی امکانی طاقت صرف کر دی جائے چاہے انجام کار اس راہ میں خود ہی قربان ہو جانا پڑے، اسلام نے باطل "تنظیم و طاقت" کے سامنے جھکنا اور اس کی تائید و حمایت کرنا نہیں سکھایا بلکہ اس کیخلاف جنگ کرنا اور ڈٹ کر جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ پھر یہ کیسی گمراہی ہے کہ اسلام ہی کا نام لیکر آج مسلمانوں کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ علامہ صاحب کے عقائد کیسے ہی سہی، اور خاکسار تحریک میں کتنے ہی نقائص سہی مگر چونکہ وہ مسلمانوں کی "عسکری تنظیم" ہے اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کی طاقت بن رہی ہے لہذا اس کی تائید و حمایت ہی کیجائے۔

خاکسار تحریک خالص مسلمانوں کی تحریک ہے یا مخلوط ؟

پھر یہ کہنا بھی کتنا صریح فریب ہے کہ خاکسار تحریک صرف مسلمانوں کی تنظیم اور مسلمانوں کی طاقت ہے حالانکہ اس کے بانی کا صاف اعلان ہے کہ۔

> ہم اس تحریک کے اندر کم از کم دس لاکھ سپاہیوں کی ایک پُر امن، پابند قانون، قواعد داں، مطیع خدا اور منکر ماسوا، بے غرض، حکم ماننے والی خادم خلق۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی، اچھوت سب پر مشتمل ایک جماعت تیار کرنا چاہتے ہیں (قول فیصل نمبر صفحہ ۲۱)

اور ابھی ابھی ۱۷ر نومبر کے "الاصلاح" میں علامہ صاحب نے پچیس لاکھ ۲۵۰۰۰۰۰ نئے خاکساروں کی بھرتی کے متعلق جو "سرکلر" شائع کیا ہے اُس میں آپ نے بھرتی کرنے والوں کو ہدایات دیتے ہوئے لکھا ہے۔

> "ان خاکساروں کی بھرتی بلا لحاظ مذہب و ملت ہو، ہندو، سکھ، پارسی، عیسائی اچھوت، انگریز، سب کے لیئے کھلا دروازہ ہو"
>
> (الاصلاح ۱۷ر نومبر ۳۹ء)

اور یہ صرف اعلان ہی نہیں ہے بلکہ جن لوگوں کو اس تحریک کا پورا حال معلوم ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں ہندو، سکھ وغیرہ غیر مسلم اس جماعت میں شامل ہیں اور بعض مقامات کے سالار بھی وہی ہیں۔ ۱۷ر نومبر کے "الاصلاح" میں مختلف صوبوں کے لیئے جن تبلیغی وفود کا اعلان کیا گیا ہے ان میں سے صوبہ پنجاب والے وفد کے دو رکنوں کے نام یہ ہیں:- اقبال چند سالار محلہ ملتان، میر الال سالار محلہ ملتان (الاصلاح ۱۷ر نومبر ۳۹ء صفحہ ۹)

صوبہ یو۔پی میں خاکساروں کے غیر مسلم سالار

نیز ہمارے صوبہ یو۔پی میں صرف ضلع بہرائچ میں اس تحریک کا زیادہ فروغ ہوا ہی اور اسی ضلع میں دو جگہوں (ریاست پیاگو اور ریاست مہنگا) کے سالار غیر مسلم ہیں (ملاحظہ ہو مقالہ افتتاحیہ اخبار "حق" لکھنؤ یکم ستمبر ۳۹ء) ایمان و انصاف سے غور کیجئے کہ اِن واقعات کے ہوتے ہوئے "خاکسار" تحریک کو خالص مسلمانوں کی فوجی تنظیم بتلا کر اسلام کے نام پر پروپیگنڈا کرنا کیسا شرمناک مکر و فریب ہی۔؟

لکھنؤ کی جنگ اور بُلند شہر کا حادثہ

نواں مغالطہ لکھنؤ کے واقعات کے بعد سے خاکساریت کی مبلغین کو ایک نیا ہتھکنڈا مل گیا ہی اور وہ ہر ایک کے سامنے اس معاملہ کو اس طرح پیش کرتے ہیں گویا کہ بدر و حنین جیسی کوئی عظیم الشان اسلامی مہم سر کر کے آئے ہیں حالانکہ اصل واقعہ صرف اس قدر ہی کہ۔

لکھنؤ میں شیعوں اور سنیوں میں "مدح صحابہ" اور "تبرا" کے قضیہ پر عرصہ دراز سے نزاع تھا علامہ صاحب نے اُس میں مداخلت کی اور ایسے غلط طریقہ سے مداخلت کی کہ کوئی معقولیت پسند انسان بھی اس کی تحسین نہیں کر سکتا مثلاً آپ نے ہر دو فریق کے رہنماؤں کو قتل کی دھمکیاں دیں اور سرزمین لکھنؤ میں گویا آگ اور خون کی قیامت برپا کر دینے کے لئے ملکہ مجنونانہ دعوے کئے "خطرناک اقدامات" اور "جان لیوا احکامات" کے ڈراوے دیئے۔ اور جب حکومت یو۔پی نے آپکو کوئی خاص اہمیت نہ دی تو اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکی دی، اور اس کے بعد یہ خواہش بھی کی کہ شیعہ سنی قضیہ کے ختم کرنے میں وہ علامہ صاحب کا تعاون بھی حاصل کرے۔ لیکن حکومت نے آپ کے غیر ذمہ دارانہ رویہ ہی کی بنا پر آپکا تعاون قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد علامہ صاحب اپنے کچھ سپاہیوں کے ساتھ خود لکھنؤ پہونچ گئے وہاں ان کی جماعت نے سخت غیر ذمہ دارانہ اور امن شکن حرکتیں کیں جس کی وجہ سے حکومت نے جناب علامہ کو گرفتار کر کے حوالۂ جیل کر دیا اور علامہ صاحب نے معافی مانگ کر اور تحریری اقرار نامہ داخل کر کے ایک ہی دن میں رہائی حاصل کر لی۔ ادہر حکومت یو۔پی نے خاکسار تحریک ہی پر کچھ پابندیاں عائد کر دیں۔ اس کے بعد جناب علامہ کی معافی کی خبر جیسے ہی شایع ہوئی خود ان کی جماعت میں ان کے خلاف سخت چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ دوسری طرف اُن کے مخالفین نے بے طرح ان کی بزدلی کا ڈہنڈورا پیٹا۔ علامہ صاحب نے یہ رنگ دیکھکر "معافی نامہ" سے

صاف انکار کردیا اور بڑی بلند آہنگی سے اعلان کیا کہ معافی نامہ پر میرے دستخط جعلی بنائے گئے ہیں اور میں نے اپنے مشیران قانونی کو حکومت یو۔پی پر جعل سازی کا مقدمہ چلانے کی اجازت دیدی ہے (جو آج تک نہیں چلایا گیا اور انشاءاللہ قیامت تک نہیں چلایا جائے گا) لیکن جب آپ کی جماعت اس زوردار انکاری بیان سے بھی مطمئن نہیں ہوئی اور آپ نے دیکھا کہ معافی کے معاملہ نے جو عام بے اعتمادی کی لہر پیدا کردی ہے وہ اب صرف زبان اور قلم ہی کے زور سے ختم نہیں ہوسکتی تو آپ نے اس غلطی کا کفارہ ادا کرنے ہی کے لیے دوبارہ گرفتار ہونے کی ٹھان لی، اور اعلان کے ساتھ لکھنؤ کے لیے روانہ ہوگئے۔ حکومت یو۔پی نے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کے ماتحت آپ کو گرفتار کرلیا اور ایک مہینہ کی سزا دیدی اس کے بعد مختلف اطراف سے خاکساروں کے جتھے یو۔پی میں سول نافرمانی کے لیئے آنے لگے اور گرفتاریاں اور سزائیں ہونے لگیں، لیکن ان سزاؤں کی میعاد عموماً ایک ماہ، دو ماہ یا تین ماہ تھی ابھی یہ معاملہ اس طرح چل ہی رہا تھا کہ یورپ میں جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے دوسری کانگریسی وزارتوں کیساتھ یو۔پی کی وزارت بھی مستعفی ہوگئی اور حکومت کی باگ خود گورنر نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور بعض نرم شرائط کے ساتھ خاکسار تحریک پر سے پہلی حکومت کی عائد کردہ پابندیاں اٹھالیں "۔ اللہ اللہ خیر سلّا!

بس، یہ ہے خاکساروں کے اس "جہادِ عظیم" کی تاریخ، اوّل تو اس میں کوئی ندرت نہیں کہ اس کو کوئی خاص اہمیت دی جاسکے، مہینے دو مہینے چار مہینے کی سزا کاٹ لینا آج کی دنیا میں لڑکوں کا ایک کھیل ہوچکا ہے شیعوں نے "لعن و تبرا" جیسے ناپاک مقصد کیلئے اسی سال یو۔پی کے جیل خانے بھر دیئے تو کیا صرف اس قید ہو جانے کی وجہ سے وہ ہماری حمایت و ہمدردی کے مستحق ہوگئے۔؟ دیکھنے کی چیز تو یہ ہے کہ کس مقصد کی خاطر سول نافرمانی کی یہ جنگ لڑی گئی، کیا مسلمانوں کا کوئی ملّی مسئلہ اور مذہبی حق اس کا باعث ہوا؟ کیا وار دھا تعلیمی اسکیم سے مسلمانوں کو مستثنیٰ کرانے یا ان کے حسب منشا اس میں ترمیم کرانے کے لئے یہ قربانیاں دی گئیں؟ کیا وزارت میں مسلمانوں کے حسب منشار کوئی اصولی تبدیلی کرانے کے لیئے یہ جنگ کی گئی؟۔ آپ اس عرصہ کا "اصلاح" ہی کا پورا فائل دیکھ جایئے اس میں آپ کو صرف دو باتیں ملیں گی۔ ایک یہ کہ "علامہ صاحب" کے بقول لکھنؤ کا شیعہ سنّی نزاع ختم نہ کرانے میں حکومت یو۔پی کی کوتاہی بلکہ اُس کی بدنیتی، کو دخل تھا اور علامہ صاحب نے اس جنگ کے ذریعہ حکومت پر اس قضیہ کو ختم کرانے کے لیئے زور ڈالا دوسری بات آپ کو اصلاح میں یہ ملے گی کہ یہ سارا کھیل تماشا صرف "علامہ صاحب" کی عزت و ناموس" کی خاطر کیا گیا اور یہ ساری قربانیاں صرف آپکی بھینٹ چڑھیں (ملاحظہ ہو الاصلاح ۹ نمبر صفحہ) اور یہی اصل بات ہے جس کی تائید واقعات و شواہد سے ہوتی ہے۔ ورنہ اگر اس "جدوجہد" کا منشا "شیعہ سنّی قضیہ ختم کرانا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ اس کے

ختم سے پہلے آپ تحریک نہ ختم کرتے، لیکن سب کو معلوم ہے کہ وہ قضیہ بالکل علی حالہ باقی ہے (بلکہ پچھلے دنوں میں نوبت اختلاف سے بڑھکر "قتل وقتال" تک پہونچ چکی ہے) اور علامہ صاحب یو۔پی کی نئی خالص "انگریزی حکومت" سے صلح کرکے مع اپنے لاؤ لشکر کے بخیریت تمام روانہ اور بالکل روانہ ہو چکے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کی اس "جنگ" کا مقصد ہرگز شیعہ سنی نزاع ختم کرانا نہ تھا بلکہ فی الحقیقت پہلی مرتبہ معافی مانگ کر رہائی حاصل کرنے میں انھوں نے جو شدید ترین غلطی کی تھی صرف اس کی تلافی ان کو کرنا تھی۔ یا زیادہ سے زیادہ "خاکسار تحریک" پر جو پابندیاں ان کی خلاف امن سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت نے عاید کر دی تھیں ان کو ختم کرانا تھا۔ اس سے آگے یقیناً کوئی اور مقصد نہ تھا پس اگر اس معمولی سے مقصد کے لیئے ہزار دو ہزار "خاکسار بہادر" مہینے مہینے دو دو مہینے کے لیئے جیل تشریف لے گئے تو کونسی بڑی "اسلامی خدمت" ہو گئی اور کونسا بڑا مورچہ فتح کر لیا؟ کہ اس کے پروپیگنڈے سے آسمان زمین ایک کیا جا رہا ہے۔ اور ہاں علامہ صاحب تو یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ یو۔پی کی وزارت نہیں بلکہ تمام کانگرسی صوبوں کی وزارتیں ہمارے ہی اس قیامت خیز اقدام اور "پچاس ہزاری پیشکش" کے اعلان کے اثر سے ٹوٹی ہیں (اصلاح، ۱۰ نومبر ۳۹ء)

اللہ اکبر! جل جلالہٗ!! پروپیگنڈا اور جھوٹ ہو تو ایسا تو ہو۔ کہ اس "فن شریف" کے موجد بن بھی سنیں تو کانوں پہ ہاتھ دھر جائیں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا ورنہ عرض یہ کیا جا رہا تھا کہ لکھنئو کے جس ہنگامہ کو اس قدر اہمیت دی جا رہی ہے۔ اور جس کو "جہاد عظیم اور فتح مبین" کہا جا رہا ہے اس کا کوئی تعلق بھی ملت کو کسی اہم مسئلہ سے نہ تھا پس اس طرح بے مقصد یا کسی غلط اور غیر اسلامی مقصد کے لیئے کچھ لوگوں کے جیل چلے جانے کو جہاد عظیم کہنا درحقیقت اس مقدس نام کی توہین کرنا ہے۔

پھر اس سلسلہ میں حادثۂ بلند شہر کی سرخی سے رنگ بھرنے کی جو کوشش کیجاتی ہے وہ بھی محض ابلہ فریب پروپیگنڈا ہے، اس سے انکار نہیں کہ بلند شہر میں جو کچھ ہوا بہت رنج دہ اور افسوسناک ہوا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ قیمتی جانیں کس مقصد کے لیئے تلف ہوئیں؟ آیا "علامہ صاحب" کا ناموس اور "خاکسار تحریک" کا وقار قائم رکھنے کے لیئے یا کسی اعلیٰ اسلامی مقصد کے لیئے؟ واقعات شاہد ہیں کہ اس تمام قصہ میں اسلام کے کسی مسئلہ اور مسلمانوں کے کسی ملی حق کا سوال ہی نہیں تھا۔ پس اگرچہ اس حادثہ کے مقتولین و مجروحین کی مصیبت ہمارے لیئے اندوہناک ہے اور ہمارے دلوں میں ان کے لیئے درد ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کا بے حد افسوس ہے کہ ان نوجوانوں اور مسلمان نوجوانوں کی جانیں علامہ صاحب کی غلط روی کے طفیل بالکل بے مقصد تلف ہوئیں، اور علامہ صاحب نے ان کے خون

سے صرف اپنی تحریک میں رنگ بھرنے کا کام لیا، حالانکہ مسلمان کا خون اس سے بدرجہا قیمتی ہے کہ اُسے ایسے معمولی بلکہ ذلیل و حقیر مقاصد کے لیئے استعمال کیا جائے۔

علاوہ ازیں صرف جان دیدینا اور گولیوں کا نشانہ بن جانا دینی نقطۂ نظر سے بذات خود کوئی چیز نہیں بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیئے اور راہِ حق میں جان دینا اور مصیبت برداشت کرنا وہ چیز ہے جس کے لیئے مسلمان میں جذبہ اور تڑپ ہونی چاہیئے۔ اور وہی مسلمان کی روح کو اپیل بھی کر سکتی ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان ہی کے مشہور انقلابی بھگت سنگھ نے کس شان اور کس آن سے پھانسی کے تختہ پر لٹک کر جان دی، اور اس سے پہلے "جتندر ناتھ" نے پچاس دن سے زیادہ بھوکے پیاسے رہکر "وطن" اور "اہل وطن" کی خاطر کیسے شاندار اور قابل یادگار طریقہ سے اپنی "قربانی" پیش کی۔ تو کیا انکی اس "قربانی" اور جان سپاری کی وجہ سے مسلمان ان کا کلمہ پڑھنے لگیں؟ اور انپر عقیدت کے پھول چڑھانے لگیں۔؟ کیا یہی اسلام کا منشا ہے؟ جس شخص کو اسلام کا کچھ بھی شعور اور کتاب و سنت کا کچھ بھی فہم ہوگا وہ بتلا سکتا ہے کہ اسلام ہرگز ایسی "مُردہ پرستی" کی تعلیم نہیں دیتا۔ اس کی نظر میں قابل قدر اور لایق تقلید قربانی صرف وہ ہے جو مقصد حق کیلئے اور راہِ حق میں دی گئی ہو، مالکم لاتشعرون؟

کیا "خاکسار تحریک" میں شامل ہو کر اُس کے مفاسد کی اصلاح کیجا سکتی ہے؟

دسواں مغالطہ | بعض حامیان خاکساریت یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جو لوگ علامہ صاحب کے عقائد و خیالات یا ان کی تحریک کے بعض اصولوں سے اختلاف رکھتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ باہر سے اعتراضات کرنے کے بجائے خود اس میں شامل ہو کر اس کی اصلاح کے لیئے کوشش کریں۔ بلکہ اپنے ہم خیالوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس میں داخل کر کے یا تو "علامہ صاحب" کو ٹھیک ٹھیک چلنے پر مجبور کر دیں۔ یا پھر ان کو اس سے بیدخل کر کے خود اس پر قابض ہو جائیں "

یہ بات بظاہر جس قدر "معصومانہ" ہے اسی قدر غلط بھی ہے۔ یہ طریقہ کار ان جماعتوں یا ان اداروں کی اصلاح کے لیئے تو بعض اوقات مفید ہو سکتا ہے جن میں انتخاب کا طریقہ رائج ہو، جہاں رائے عامہ، امیر یا قوت عاملہ کو منتخب کرتی ہو اور جماعت میں تقویٰ و خدا ترسی، اور اخلاص و للّٰہیت کا غلبہ ہو۔ نفسانیت و خود غرضی، ضد اور شخصیت پرستی جہاں بالکل نہ ہو یا بہت مغلوب ہو۔ لیکن علامہ صاحب اور ان کی تحریک کے متعلق دوسرے قوی شکوک و شبہات "کو نظر انداز کر کے بھی جناب علامہ صاحب کی "انانیت" اور ان کی استنکاف و استکبار کا جو حال

معلوم و مشاہد ہے اور خاکسار تحریک ان کی لاشریک آمریت و حاکمیت "اور پیغمبرانہ اختیار ناطق" کے جن اصولوں پر چلائی جارہی ہے ان میں اس طریقۂ اصلاح کی کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں، انھوں نے اپنے "اختیار ناطق" سے ہر قسم کی اصلاحی کوششوں کا دروازہ پہلے ہی بند کر دیا ہے پھر تحریک کے دوسرے اصول "خاموشی" سے کسی اندرونی اصلاحی کوشش کے لئے کوئی امکان ہی نہیں چھوڑا ہے۔ تحریک میں شامل ہونے کے بعد تو اس اصول "خاموشی" کے ذریعہ لبوں پر مہر لگ جاتی ہے اور اس طرح علامہ صاحب کا "اختیار ناطق" خاکساریت کا بپتسمہ، دیکر اچھے خاصے انسان کو علامہ صاحب کے سامنے حیوان غیر ناطق "بنا دیتا ہے۔ خود علامہ صاحب نے قول فیصل میں جہاں یہ فرمایا ہے کہ۔ "خاکسار تحریک کی بنیاد خاموشی پر ہے" وہیں اس کا اثر اور نتیجہ یہ لکھا ہے۔ کہ

"خاموشی اور نظام کا ادنیٰ کرشمہ جنگ عظیم میں یہ تھا کہ ایک پکا اور نماز گذار مسلمان سپاہی اپنے رجمنٹ کیساتھ پنجاب سے گاڑی میں سوار ہوتا تھا، خاموشی سے جہاز میں سوار ہو کر چند دنوں کے اندر بغداد کے محاذ جنگ میں حاضر کیا جاتا تھا وہاں اس غریب اور بے بس حیوان کو حکم تھا کہ اپنے مسلمان بھائی کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دو اس کو تعمیل کے سوا چارہ نہ تھا کیونکہ سپاہی کا کام خاموشی ہے خاکسار تحریک کا پیش نہاد قوم کو خاموش کر دینا ہے" (قول فیصل نمبر صفحہ ۱۵)

نیز اس کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں۔

"پچھلی جنگ عظیم میں اگر ہندوستانی مسلمانوں نے انگریز کے حکم سے بغداد جا کر ترکوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیئے تو اس کی وجہ ان کی سپاہیانہ تربیت تھی۔ جماعت میں داخل ہو کر ہر شخص حکم ماننے پر مجبور ہے"

اگر خدا نے آپ کو کچھ عقل و بصیرت دی ہے تو سوچئے کہ علامہ صاحب کی انانیت ان کے جانے بوجھے استنکاف واستکبار، اور تحریک میں ان کے "اختیار ناطق" اور خاکساروں کے اس فریضہ "خاموشی اور بس خاموشی" کے ہوتے ہوئے داخلی اصلاح کا کیا امکان رہجاتا ہے؟ علاوہ ازیں ہم بتلاتے ہیں کہ یہ کوشش اس راہ سے بھی ہو چکی ہے اور اتنے موثر ذریعہ سے ہو چکی ہے کہ اس سے زیادہ موثر ذریعہ اب غالباً پیدا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی مرحوم کی مخلصانہ کوشش تھی۔

مورخِ اسلام مولنا اکبر شاہ خاں صاحب مرحوم کی خاکسار تحریک میں شرکت، اِصلاح کی مخلصانہ کوشش، اُس کا مایوسانہ انجام اور پھر علیحدگی

عام طور پر موصوف کو ایک اچھے وسیع النظر مورخ اور کامیاب مصنف کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے لیکن چند لوگ انکے "خاص حالات" معلوم ہیں صرف وہ جانتے ہیں کہ اندر سے وہ کیا تھے ـــــ وہ سراپا "آرزوئے جہاد" تھے انھوں نے اپنے محدود دائرے میں کئی بار "انقلابی" قسم کی جماعتیں تیار کرنی چاہیں لیکن ماحول کی ناسازگاری اور صحیح رفقا نہ ملنے کیوجہ سے اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے۔

پھر جب "علامہ مشرقی" صاحب نے یہ خاکسار تحریک شروع کی اور "اجتماعی غلبہ" "سیاسی اقتدار" اور "روئے زمین کی بادشاہت" جیسے بلند مقاصد کا بڑی اونچی آواز سے اعلان کیا اور جماعت کی تشکیل بھی فوجی اصولوں پر کی تو وسیع تجربہ کے باوجود جذبہ جہاد اور غلبہ اسلام کی آرزو کے زبردست تقاضے سے بیتاب ہوکر علامہ صاحب سے جاملے، اور جوانوں بلکہ نوجوانوں سے زیادہ گرمی اور جوش رکھنے والے قریباً ساٹھ سال کی عمر کے اس بوڑھے نے اُسوقت بیلچہ ہاتھ میں لیا جبکہ اسکا ہاتھ میں پکڑنا دوسروں کو اپنے پر صرف ہنسنے کی دعوت دینا تھا اور جبکہ کل "بیلچہ گیروں" کی تعداد انگلیوں پر گنے جانیکے قابل تھی چند روز کے بعد تحریک کے اصولی نقائص اور علامہ صاحب کی غلط روی اور غلط کاری کا آپنے پورا پورا ادراک کرلیا، اور چونکہ صاحب "نظر" تھے نیز ماضی کے اُن تمام ہلاکت خیز فتنوں کی تاریخ اور انکا خطرناک اور مہلک انجام آپکی نگاہ میں تھا جنکا آغاز بڑے بڑے دلکش اور جاذب نظر عنوانوں کیساتھ اسلام میں ہوا، اور انجام اُمت کی خونریزی و بدنصیبی کی شکل میں ظاہر ہوا تھا! اور پھر علامہ صاحب کی چال میں بھی آپکو وُہی "قرمطی" اور "حسن بن صباحی" انداز نظر آیا تو آپنے پورے اخلاص کیساتھ اصلاح کی کوشش شروع کی، عرصہ تک علامہ صاحب سے خط وکتابت کی جسمیں پہلے سب سے زیادہ زور اس پر دیا کہ "اختیار ناطق" اور "اطاعت مطلقہ" کا اصول جو خلاف کتاب وسنت ہے، بلکہ جو روح اسلام کے قطعاً خلاف ہے اسکو ختم کردیا جائے، اور درحقیقت اُنکا منشا اس سے یہ تھا کہ اس اصول کے تبدیل ہوجانیکے بعد دوسری ضروری اصلاحات کیلئے دروازہ کھلجائے کیونکہ جیسا کہ ہم عرض کرچکے ہیں جماعت میں اس اصول کے ہوتے ہوئے کسی اصلاحی کوشش کی کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہی اصول تحریک کے دوسرے مفاسد کی جڑ ہے ـ غرض موصوف نے شر وفساد کی اس بنیاد ہی کو اکھاڑنے اور اصلاح کا دروازہ کھولنے کیلئے پہلے صرف اس اصول کو بدلوانیکی کوشش کی مہینوں علامہ صاحب سے بڑی "خلاصمندی بلکہ نیازمندی" کے ساتھ خط وکتابت کی، لیکن علامہ صاحب جنکے "خاص عزائم" اس "اختیار ناطق" اور "مطلق اطاعت" ہی سے والبستہ ہیں وہ کسی طرح ان غلط اور قطعاً غیر اسلامی بلکہ سراپا فساد اصولوں کو بدلنے بلکہ انہیں کوئی نرم تبدیلی کرنے پر بھی آمادہ نہ ہوئے (مولنا اکبر شاہ خاں مرحوم اور علامہ صاحب کی اس طویل خط وکتابت کا اکثر حصہ اسی زمانہ میں اخبار "مدینہ بجنور" میں شائع بھی ہوگیا تھا) پھر جب موصوف کی اصلاحی کوشش قطعاً ناکام رہی اور آپنے علامہ صاحب کے غلط اور اسلام کیلئے مہلک عزائم کو سمجھ لیا تو جسطرح اسلام کی خدمت کیخاطر اسمیں شامل ہوئے تھے اسی طرح اس سے علیحدہ ہوجانیکو تقاضائے دین سمجھکر بے تامل اس سے علیحدگی

اختیار کرلی۔ (بیشک اللہ کے ایماندار اور دانشمند بندوں کا وطیرہ یہی ہے کہ انکا کسی کیساتھ جڑنا اور کسی سے کٹنا صرف اللہ کیلئے اور دینی تقاضے کے ماتحت ہوتا ہے۔) اس کے بعد اسی موضوع پر آپنے ایک مستقل کتاب "فصل الخطاب" لکھی جو ۱۲۰ صفحات پر ہے۔ اس میں مرحوم نے تحریک خاکساران" کی اس بنیادی اصول "اختیار ناطق" اور "مطلق اطاعت" کا غلط باطل خلاف اسلام، اور نتائج کے لحاظ سے سخت مہلک ہونا، کتاب و سنت اور عقل و بصیرت کی رو سے ثابت کیا ہے۔ اور واقعات کی روشنی میں بتلایا ہے کہ خاکسار تحریک جس رخ پر جارہی ہے۔ اور "جناب علامہ" اس کو جن اصولوں پر چلا رہے ہیں اس کا نتیجہ ملت کے حق میں سخت خطرناک نکلنے والا ہے۔ اور عہد ماضی میں ان اصولوں پر جو تحریکیں اٹھی ہیں انھوں نے اسلام اور امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہونچایا ہے۔

[یہ کتاب "فصل الخطاب" اگرچہ عوام کیلئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی اور نہ وہ اس کے مطالعہ سے کوئی خاص فائدہ اٹھا سکیں گے لیکن تعلیم یافتہ طبقہ کے جو حضرات "خاکسار تحریک" پر ایک ماہر مصنف اور مبصر کی علمی اور سنجیدہ تنقید دیکھنا چاہیں ان کے لیئے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔ اور وہ اس سے ضرور فائدہ حاصل کرسکیں گے۔]

اہل انصاف غور فرمایئں کہ اکبر شاہ خانصاحب کی اس کوشش سے زیادہ مخلصانہ اور موثر "اصلاحی کوشش" اور کیا ہوسکتی ہے؟

نیز ابھی حال میں بعض ان ممتاز "علما" کرام نے جو علامہ صاحب کی اصلاح سے بالکلیہ مایوس نہ تھے۔ اسی مقصد کیلئے محض اخلاص اور خیر خواہی ملت کے جذبہ کے ماتحت علامہ صاحب سے گفتگو کرنی چاہی لیکن جناب علامہ نے ان کو اس کا موقعہ نہیں دیا، اس کے بعد انھوں نے خط و کتابت کی لیکن "علامہ" نے ان کو چار حرف لکھنے بھی گوارا نہ کیئے اور نتیجہ "اصلاح" سے نہایت مہمل اور مایوس کن جواب دلوائے بالآخر ان کو بھی مایوس ہوجانا پڑا اور مسلمانوں کو ان کے اور اسلام کو انکی تحریک کے شر سے بچانے کے لیئے مجبوراً اپنی شرعی رائے ظاہر کرنی پڑی، یہ وہی کوشش تھی جس کی طرف حضرت حکیم الامت مدظلہ نے رسالہ "مشرقی اور اسلام"[1] کی تصدیق (مندرجہ کتاب ہذا صفحہ ۱۲۱) میں اشارہ فرمایا ہے اس پوری کوشش کی تفصیل ناظرین کرام رسالہ مذکورہ "مشرقی اور اسلام" میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں

آخری اتمام حجت اور "اصلاح" کیلئے پھر دعوت

اب اگرچہ ان تجربات مبینہ کے بعد علامہ صاحب سے اصلاح پذیری کی کوئی توقع نہیں رہی ہے لیکن تاہم مزید اتمام حجت اور سادہ لوحوں کے اس عذر کو بھی ختم کرنیکے لیئے پھر ایک دفعہ ہم بہت مختصر وہ اصلاحی مشورے پیش کرتے ہیں کہ اگر انکو قبول کرلیا جائے تو "خاکسار تحریک" عام مسلمانوں کیلئے قابل تعاون ہوسکتی ہے۔

(۱) علامہ صاحب کے عقائد و خیالات چونکہ سخت گمراہانہ ہیں اور وہ تحریک کے ذریعہ انکی ترویج و اشاعت کررہے ہیں نیز بعض دوسری قسم کی دماغی اور اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے کسی عظیم المقصد تحریک کی قیادت کیلئے ان کی شخصیت چونکہ موزوں نہیں ہے۔ (جیسا کہ ہم مفصلاً عرض کرچکے ہیں) اور پھر مزید براں ان کے متعلق بعض نہایت اہم اور ناقابل نظرانداز شکوک و شبہات ہیں جن کے لیئے قرائن و شواہد بھی موجود ہیں لہذا تحریک کی قیادت ان کے بجائے کوئی دوسرا شخص کرے جو اس قسم کی کمزوریوں سے

[1] "مشرقی اور اسلام" از مولنا محمد شفیع صاحب دیوبندی قیمت ۸ رعایتی ۶ (ملنے کا پتہ مکتبۃ الفرقان بریلی)

پاک اور اس کام کا اہل بھی ہو، اور کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں بھی ایسے لوگ معدوم نہیں ہیں جو ان گمراہیوں اور کمزوریوں سے خالی ہونے کے باوجود علامہ صاحب سے بہتر طور پر تحریک کو چلا سکتے ہیں۔ اگر علامہ صاحب اس پر غور کرنے کیلئے تیار ہوں تو ہم ایسے متعدد حضرات کے نام پیش کر سکتے ہیں۔

(۲) دوسری چیز یہ ہے کہ "اختیار ناطق" اور "مطلق و بلا شرط اطاعت" کا اصول ختم کر دیا جائے اور اس کے بجائے امیر کی حیثیت اور اس کے اختیارات وہی ہوں جو اسلام نے مقرر کئے ہیں وہ مجلس شوریٰ سے بے نیاز نہ ہو، قوم کے سامنے جواب دہ ہو، اور اُمت اگر کسی وقت اُس کو اس منصب جلیل کا اہل نہ سمجھے تو اپنی اجتماعی طاقت سے اس کو ہٹا کر کسی دوسرے اہل اور اصلح کو اس کی جگہ لا سکے، اس کی اطاعت صرف "معروف" کی حد تک ضروری سمجھی جائے، اور بصورت اختلاف مامور بہ کے معروف یا منکر ہونیکا فیصلہ کتاب و سنت سے ہو؛

سردست اگر صرف یہ دو تبدیلیاں کر لی جائیں تو پھر خاکسار تحریک کیساتھ عام مسلمان تعاون کر سکتے ہیں۔ پس اگر علامہ صاحب تحریک کے معاملہ میں مخلص ہیں اور فی الحقیقت وہ تحریک کی وسعت اور ترقی کے خواہاں ہیں اور اس کی ترقی ان کو اپنے پرسٹیج سے زیادہ عزیز ہے تو ان کے لیئے موقع ہے کہ وہ ان دو تبدیلیوں کو قبول کر کے (جن کا تعلق براہ راست انہی کی ذات سے ہے) تحریک کے بارہ میں اپنی بے غرضی اور صدق دلی کا ثبوت دیں اور پھر تحریک کی وسعت و ہمہ گیری کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ لیکن اگر وہ اس کے لیئے تیار نہیں ہوتے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ خود نہیں چاہتے کہ ہر قسم کے مسلمان اس تحریک میں شامل ہوں بلکہ وہ صرف انھیں کو جوڑنا چاہتے ہیں جو عقائد و خیالات میں ان کے ہمنوا یا اُن سے قریب تر ہوں اور جو مسلمانوں میں ایک "جدید مادی مذہب" کی تبلیغ و اشاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے اور قرآن حکیم کے بتلائے ہوئے دین و مذہب سے بغاوت کو ٹھنڈی آنکھ سے دیکھ سکیں بلکہ اس نامبارک مقصد میں ممد و معاون بن سکیں، یا اپنی سادہ لوحی اور بے بصیرتی کی وجہ سے ان کے مقاصد مشئومہ اور انکی اغراض مذمومہ کا ادراک بھی نہ کر سکیں اور ان کی رفتار عمل کے مہلک نتائج کو سمجھ ہی نہ سکیں اور اس لیئے ان کو "مختار ناطق امیر" اور پیغمبروں کی طرح "مطاع مطلق" "امام" تسلیم کر کے ان کی ہر بات پر "آمنا صدقنا" کہیں اور ہر طرف سے گونگے بہرے بن کر ان کی ہر حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کریں حتیٰ کہ جب وہ حکم دیں کہ اب سرکار انگریزی کی راہ میں جان قربان کرنے کیلئے جاؤ! تو یہ بلا تامل مارچ کرتے ہوئے چلدیں۔ پس ایسی صورت میں ان اہل علم اور ارباب بصیرت کیلئے جو دیانتداری کیساتھ علامہ صاحب کے خیالات کو سخت گمراہانہ اور منافی اسلام، اور انکی تحریک کو انہی گمراہانہ خیالات کے پھیلانے کا ایک ذریعہ سمجھ رہے ہیں، اور پوری بصیرت کے ساتھ سمجھ رہے ہیں اور اس کے بدنتائج گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ بجز اس کے کیا چارہ رہجاتا ہے کہ مسلمانوں کو غلط روی اور گمراہی سے بچانے کے لیئے علامہ صاحب کے "گمراہ" اور ان کی تحریک کے "گمراہ کن" اور "مضر اسلام" ہونے کا پوری قوت سے اعلان کریں کہ باطل کو باطل کہنا اور اللہ کی مخلوق کو اس سے بچانے کی امکانی کوشش کرنا "وراثت نبوت" اور "فریضہ خیر اُمت" ہے؛ اور اگر کچھ محرومان بصیرت

اس کو "ملائیت" اور "تنگ نظری" سمجھتے یا کسی فرضی "قومی مفاد" کے خلاف کہتے ہیں تو سمجھا کریں اور کہا کریں۔ ان بیچاروں کو کیا معلوم کہ اسلام "قومیت" اور "قومی مفاد" کو اُس جاہلی تصور سے قطعاً بیزار ہے جسمیں حق و باطل کی تمیز نہ ہو بلکہ وہ اس کے خلاف جنگ کرنے کو مسلمان کا فریضہ بتلاتا ہے — بہرحال زہر کو زہر اور سانپ کو سانپ کہنا۔

خصوصاً دودھ میں ملے زہر اور آستین میں پلے سانپ کو زہر اور سانپ بتلانا اور اُن کے مہلک نتیجہ سے خدا کی غافل یا بھولی مخلوق کو آگاہ کرنا آلہی فریضہ اور عقل کا تقاضا ہے۔

لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ من حیّ عن بینۃ۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ط

خاکسار تحریک کیمتعلق مولٰنا سید ابوالاعلی مودودی کی رائے!

خاکسار تحریک کے متعلق جو کچھ مجھے لکھنا تھا وہ میں لکھ چکا اور کامل غور و فکر کے بعد انصاف و دیانتداری سے جسکو میں حق و صواب سمجھا ہوں اپنے نزدیک میں نے اس کے اظہار میں کوئی کمی نہیں کی اور مجھے اُمید ہے کہ اللہ کے جن ایماندار بندوں کے نزدیک "حق و ناحق" کا امتیاز کوئی قابل اعتنا چیز ہے وہ انشاءاللہ میرے اس مقالہ کو دیکھکر میری رائے سے اتفاق کرینگے، اب میں اس مقالہ کو محترم مولٰنا سیّد ابوالاعلی مودودی اڈیٹر "ترجمان القرآن" کے ایک مکتوب کے اقتباس پر ختم کرتا ہوں۔ یہ مکتوب موصوف نے مولٰنا ضیاء النبی صاحب اڈیٹر رسالہ "الادب کانپور" کے ایک خط کے جواب میں لکھا تھا جو ماہ شعبان کے "الادب" میں شائع ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیے!

نقل مکتوب مولٰنا سید ابوالاعلی مودودی

محترمی و مکرمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

عنایت نامہ ملا۔ الحمدللہ کہ بخیر ہوں فتنہ خاکسار بجز اس کے کہ مسلمانوں کی بدقسمتی کا ایک نشان ہے اور کچھ نہیں۔ جو قوم اپنے دین سے جاہل ہو اور جس کا ذہن بالکل پراگندہ ہو چکا ہو اور جس میں حق و باطل کی کوئی تمیز باقی نہ رہی ہو حتیٰ کہ جس کا معیار آدمیت بھی حد سے زیادہ پست ہو چکا ہو صرف ایسی ہی قوم میں اس قسم کی تحریکیں فروغ پا سکتی ہیں۔ مشرقی صاحب کی پرائیویٹ زندگی سے بحث نہیں۔ پبلک زندگی میں وہ جھوٹے اور بزدل ثابت ہوئے ہیں سخت غیر مدبر آدمی ہیں ان کی زندگی کا کوئی اصول نہیں۔ کئی لاکھ مسلمانوں کا لیڈر ہونے کے باوجود جو شخص علی الاعلان جھوٹ بولے، جو خود اپنی تحریر سے انکار کر جائے جو معافی مانگ کر رہائی حاصل کرے اور پھر اپنی عزت برقرار رکھنے کے لئے اپنے عہد کو توڑ دے جو یو۔پی گورنمنٹ کے دباؤ سے بچنے کے لیے ۵۰ ہزار مسلمانوں کی خدمات بے تکلف انگریزی فوج کے لیئے پیش کر دے ایسے شخص کی قیادت اگر مسلمان تسلیم کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ نام نہاد مسلمان اب اخلاقی تنزل کی انتہا کو پہنچ گئے

ہیں- اور جس قوم کا میعار اخلاقی اتنا پست ہو جائے اس کے حق میں یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کبھی دنیا میں ایک باعزت قوم کا مرتبہ حاصل کر سکے گی۔ مشرقی صاحب کے طرز تحریر کو دیکھئے تو اتنا پایہ شرافت سے گرا ہوا ہے کہ مسلمان تو درکنار ہر شریف آدمی کی طبیعت اس کو دیکھکر نفرت کرے گی۔ انھوں نے پبلک کو دھوکا دینے اور جھوٹا بول بول کر لوگوں کو مسحور کرنے کے جو ڈہونگ اختیار کئے ہیں اور جن طریقوں سے گذشتہ چند برسوں میں اپنی تحریک کو فروغ دیا ہے وہ ایک صداقت پسند آدمی کو انکی تحریک کی طرف کھینچنے کے بجائے اس سے نفرت دلانے ہیں مگر میں یہ دیکھ کر انگشت بدندان رہ گیا ہوں کہ مسلمانوں کے اندر انہی طریقوں سے مشرقی صاحب کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ اس قسم کے واقعات دیکھ کر مسلمانوں سے میری مایوسی روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ میں حیران ہوں کہ جس قوم میں ایسے ذلیل طریقے فروغ پا سکتے ہیں اور جو اتنے پست اخلاق اور گھٹیا درجہ کے آدمیوں کے پیچھے چلنے پر آمادہ ہو جاتی ہے اس کا اخلاقی وقار دنیا میں کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ دو چار یا ہزار دو ہزار آدمی ایسے ہوتے تب بھی کوئی بات نہ تھی- مگر یہاں تو یہ حال ہے کہ لاکھوں مسلمان اس کے پیچھے ہیں- لاکھوں اس سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے بکثرت اخبارات اس کی حمایت کر رہے ہیں- اور بعض بڑی ذمہ دار مسلمان انجمنیں اس کی تائید پر ہیں- یہ صورت حال اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ اخلاقی پستی ایک وبائے عام کی طرح مسلمانوں میں پھیل چکی ہے اور ان کا میعار انسانیت و شرافت بالکل گرتا جارہا ہے-

(لکھنؤ کی "جنگ" کے متعلق اظہار رائے کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-)

حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کا اپنی قوم سے محبت کرنا وہ عصبیت جاہلیہ نہیں ہے جس کو دین منع کرتا ہے- البتہ آدمی کا حق و باطل سے بے نیاز ہو کر ہر حال میں اپنی قوم والے کی حمایت کرنا خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر یہ عصبیت جاہلیہ ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کو دین مٹانا چاہتا ہے- میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں یہی عصبیت جاہلیہ پیدا ہوتی جارہی ہے- مشرقی صاحب نے جس طریقہ سے تصفیہ مدح صحابہ میں مداخلت فرمائی، کوئی انصاف پسند سچا اور معقول آدمی اس کو جائز طریقہ نہیں کہہ سکتا- اس زمانہ کے "الاصلاح" کے مضامین دیکھئے صریح طور پر فریقین کے لیڈروں کو قتل کی دہمکیاں دی گئیں- فریقین کو خطرناک اقدام کا خوف دلایا گیا- اور علانیہ یہ کہا گیا کہ ہم بزور اس جھگڑے کو دبائیں گے- فرمایئے کونسی حکومت اس طرز عمل کو گوارا کر سکتی تھی؟ یو-پی کی حکومت ہندوؤں کی حکومت سہی میں کہتا ہوں کہ کیا کوئی اسلامی حکومت بھی اس کو گوارا کر سکتی تھی کہ مسلمانوں کا کوئی گروہ قانون کو خود اپنے ہاتھ میں لیکر کسی نزاع کے فریقین کو قتل کی دہمکیاں دے اور کسی نزاع کو بزور دبانے کا ارادہ کرے- پس یو-پی گورنمنٹ نے مشرقی صاحب اور ان کے اعوان و انصار کے ساتھ جو کچھ کیا بالکل جائز کیا- اب اگر مسلمان ایک خطاکار کا ساتھ صرف اس لیئے دیتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کا آدمی ہے- اور یو-پی گورنمنٹ کے مقابلہ میں صرف اس لیئے اس کی حمایت

کرتے ہیں کہ وہ ہندو گورنمنٹ ہی تو یہ صریحاً عصبیت جاہلیہ ہے۔ اخلاق کے سوال سے قطع نظر کرکے اپنی قوم والے کا ساتھ دینا غیر مسلموں کا کام ہے۔ مسلمان بھی اگر یہی کام کرنے لگے تو پھر ان میں اور غیر مسلموں میں فرق کیا رہا؟ کس لحاظ سے وہ غیر مسلم قوموں کے مقابلہ میں اپنی اخلاقی برتری کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ اور میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو تو دنیا بھر کی قوموں سے الگ ایک گروہ بنایا ہی اس لیئے گیا ہے کہ یہ عصبیت جاہلیہ سے پاک ہو کر مجرد حق کی حمایت کرے اور خالص اخلاقی اصولوں کا علمبردار بن کر اُٹھے۔ اگر اس نے اپنی خصوصیت کھو دی، اور وہی پوزیشن اختیار کر لی جو غیر مسلموں کی ہے تو پھر اس نئی جماعت کے وجود کی حاجت ہی کیا باقی رہی؟ کیا اسلام بس اس لیئے آیا تھا کہ اپنے نام سے ایک قوم بنا کر دنیا کی باطل پرست قوموں میں ایک اور قوم کا اضافہ کر دے؟

خاکسار تحریک کی مذہبی حیثیت کے متعلق مجھے آپ سے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود صاحب علم ہیں۔ مشرقی صاحب کی کتابوں کو دیکھ کر خود معلوم کر سکتے ہیں کہ ان حضرت نے اسلام کے اصولوں کو کس طرح مسخ کیا ہے۔ خیالات اور نظریات کے اعتبار سے اُن میں اور اُن دوسرے مادہ پرستوں میں کوئی فرق نہیں ہے جنھوں نے یورپ سے مادہ پرستی کا سبق حاصل کیا ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ دوسرے لوگ اس مادہ پرستی کو ایک الگ مذہب جان کر اختیار کرتے ہیں اور اسے "اسلام" نہیں قرار دیتے، مگر مشرقی صاحب اسے عین اسلام قرار دیتے اور قرآن سے اس کا ثبوت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح مشرقی صاحب اُن سب کی بہ نسبت اسلام اور مسلمانوں کے لیئے زیادہ خطرناک ہیں۔ جو چیز عین اسلام کی ضد ہے، جسے مٹانے کے لیئے ہی اسلام آیا ہے، خود اسی کو اسلام قرار دینا اور مسلمانوں کو یقین دلانا کہ اسی کو لیکر محمد رسول اللہ تشریف لائے تھے، یہ وہ کارنامہ ہے جو مشرقی صاحب نے اس بیسویں صدی میں انجام دیا ہے۔ افسوس کہ عام مسلمان اور انگریزی تعلیم یافتہ مسلمان اپنے دین سے اس قدر ناواقف ہو چکے ہیں کہ وہ اس جعل کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ ان کے سامنے جب ایک شخص حرکت، عمل، جہاد، تنظیم، اطاعت امیر، اور غلبہ و تمکن فی الارض کے ظاہر فریب نام لیتا ہے تو یہ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس آگیا ہمارا نجات دہندہ، مگر ان میں یہ سمجھنے کی تمیز نہیں کہ باطل کی حرکت و عمل اور حق کی حرکت و عمل میں کیا فرق ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل الطاغوت میں کیا جوہری اور روحی امتیاز ہے۔

فرعونی تنظیم اور نمرودی اطاعت امیر کیا ہے اور اسلامی تنظیم و اطاعت امیر کن حقایق کی بنیاد پر اس سے ممتاز ہوتی ہے۔ خدا سے بغاوت کرنے والوں کا غلبہ و تمکن جو عاد اور ثمود اور فرعون و نمرود کو حاصل تھا اُس خلافت الٰہی سے کس بنیاد پر ممیز ہوتا ہے جسے محمد رسول اللہ نے قایم کیا تھا۔ یہ لوگ ان امور کو نہ تو خود سمجھنے کے اہل ہیں اور نہ طغیان جاہلیت ان کو اس کی اجازت دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص انھیں سمجھائے تو ٹھنڈے دل سے اس کے دلائل پر غور کریں۔ ایسی حالت میں سوا اس کے کیا چارہ ہے کہ آدمی صبر کرے۔ اور ان جاہلوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر خاموشی کے ساتھ حق کی

تبلیغ میں مشغول رہی..

خاکسار تحریک سے آپ اگر کسی سیاسی فائدے کی توقع رکھتے ہیں تو اسے بھی دل سے نکال دیجئے ہیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ تحریک کسی پہلو سے بھی مسلمانوں کے لئے مفید ثابت نہیں ہوسکتی۔ کسی تحریک کے بانی اور لیڈر کے عقائد و نظریات کسی حال میں نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ درحقیقت یہی چیز ہر تحریک کی روح رواں ہوتی ہے۔ لہذا ہر صاحب فکر آدمی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ خاکسار تحریک انہی عقائد و نظریات پر مبنی ہے جو مشرقی صاحب نے "تذکرہ" میں پیش کئے ہیں۔ اور عملاً بھی یہ واقعہ ہے کہ خاکسار صاحبان ہر جگہ مشرقی صاحب اور ان کے "تذکرہ" کی مدافعت کرتے اور ان کے حق میں مناظرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ اب یہ ظاہر بات ہے کہ جس تحریک کی بنیاد ان عقائد و نظریات پر ہو، اور جس کے پیرووں میں عام طور پر یہ عقائد و نظریات پھیلے ہوئے ہوں اس سے وہ لوگ کبھی موافقت نہیں کرسکتے جو اسلام کا کچھ بھی علم رکھتے ہیں۔ لامحالہ وہ اس کی مخالفت ہی کریں گے۔ اور عام مسلمان جو ان کے زیر اثر ہیں یا ان پر اعتماد رکھتے ہیں وہ بھی اس تحریک کی مخالفت کریں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ تحریک خود مسلمانوں میں باہم ایک زبردست تفرقہ کی بنیاد ڈال دیگی۔ گھر گھر اور محلہ محلہ اور مسجد مسجد خاکساروں اور ان کی مخالفت کرنے والے مسلمانوں میں جھگڑے برپا ہونگے، یہاں تک کہ ایک نیا فرقہ اور جنگجو فرقہ وجود میں آجائیگا۔ اس خانہ جنگی کے سوا یہ تحریک کوئی اور نتیجہ پیدا کرتی نظر نہیں آتی۔ لہذا اس سے کسی خیر کی توقع کرنا سخت غلطی ہے۔

علاوہ بریں مشرقی صاحب کی تحریر، تقریر اور ان کی حرکات، سب کی سب اس امر کا پتہ دیتی ہیں کہ وہ ایک غیر متوازن دماغ کے آدمی ہیں۔ ان کی قیادت میں جو تحریک چلے گی اس کی مثال بالکل ایسی ہوگی جیسے کسی موٹر کو کوئی مخمور آدمی چلا رہا ہو۔ نہیں کہہ سکتے کہ شراب کے نشے میں وہ موٹر کو کس درخت سے ٹکرا دے گا یا کس گڑھے میں پھینک دے گا۔ سیاسی تحریکوں کو چلانے کے لئے نرے اشتعال اور جوش اور غضب سے کام نہیں چل سکتا۔ اس کے لئے ٹھنڈے دل و دماغ کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے نہایت سنجیدہ غور و فکر اور متوازن قوت فیصلہ کی ضرورت ہے اور یہ چیز مشرقی صاحب کو نصیب نہیں ہے۔ مذہبی عقائد سے قطع نظر بھی کر لیا جائے، تب بھی ہم یہ توقع نہیں کرسکتے کہ وہ سیاسی حیثیت ہی سے مسلمانوں کو کسی صحیح راستہ پر چلا کر بخیریت منزل کامیابی تک پہونچا دیں گے۔ وہ زیادہ سے زیادہ بس یہی کرسکتے ہیں کہ یونیفارم، قواعد پریڈ، نعروں اور جھنڈوں کی نمائش سے سطح بین عوام کو اپنی طرف کھینچیں اور بناوٹی الفاظ، جھوٹے پروپیگنڈا، اور اشتعال انگیز مضامین کی شراب پلا کر انھیں اس فریب میں مبتلا کردیں کہ وہ ایک طاقت بن گئے ہیں۔ یہ فریب کچھ دن خوب چلے گا۔ اور بالآخر ایک عظیم صدمہ کے ساتھ اس بری طرح ٹوٹے گا کہ مدتوں کے لئے مسلمانوں پر یاس و ناامیدی اور بے اعتباری چھا جائے گی اور وہ مدتوں اس قابل نہ ہوسکیں گے کہ کسی تحریک اور کسی رہنما پر

اعتبار کر سکیں:۔

احقر۔ ابو الاعلیٰ۔ لاہور۔ دفتر ترجمان القرآن۔ ۲۰ شعبان ۱۳۵۸ھ

جو حضرات مولانا مودودی کو جانتے ہوں گے وہ اس حقیقت سے ناواقف نہ ہوں گے کہ موصوف "خالص علماء" میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے اُن بالغ النظر حضرات میں سے ہیں جو اللہ کی توفیق سے کتاب و سنت کا صحیح علم، اور اعلیٰ دینی بصیرت رکھتے ہیں، پس موصوف کا یہ مکتوب ان لوگوں کے لیئے خاص طور پر قابل لحاظ ہے جو اس غلط فہمی میں ہیں کہ خاکسار تحریک کے مخالف صرف "تنگ نظر" قسم کے مولوی صاحبان ہیں۔

علاوہ ازیں چونکہ مولانا ممدوح کانگرس کے بھی مشہور سخت ترین مخالف ہیں اس لیئے اُنکی یہ رائے ایسے لوگوں کے لیئے بھی قابل غور بلکہ قابل قبول ہونی چاہیئے جو صرف کانگرس یا ہندوؤں کی مخالفت کے غیر معتدل اور بے اصولے جوش ہی کی وجہ سے خاکسار تحریک کی تائید کر رہے ہیں اس سے ان کو معلوم ہو گا کہ یہ نقطۂ نظر قطعاً غیر اسلامی اور جاہلی ہے۔ هذا اخر الكلام ولنجعل فاتحة هذه المقالة خاتمتها نتقول فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب۔

وانا العبد الضعيف

محمد منظور النعمانی عفا اللہ عنہ

مدیر "الفرقان" بریلی

شوال المکرم ۱۳۵۸ھ

عرض مؤلف

میرے اس مقالہ کو دیکھکر جن حق پرست حضرات کی رائے خاکسار تحریک کے بارہ میں بدلے وہ اگر ایک کارڈ کے ذریعہ مجھے اُس سے اطلاع دیدیں تو میں بہت ممنون ہوں گا۔

نعمانی عفا اللہ عنہ

فتح بریلی کا دلکش نظارہ

یہ مرکز بدعت بریلی کے اس معرکہ خیز مناظرہ کی مکمل روئداد ہے جو محرم ۱۳۵۴ھ میں رضاخانیوں کے مدرسہ جامعہ رضویہ میں ہوا تھا، بانیِ مناظرہ نے جو بریلی ہی کے باشندہ تھے اہلسنت کے حق میں زبردست فیصلہ دیا ہے وہ بھی آخر میں درج ہے ضخامت مع ضمیمہ ۱۳۶ صفحات قیمت ۸ر رعایتی ۶ر

ہدایت ربانی برائے فرقہ رضاخانی

یعنی روئداد ناظرہ گیا" یہ اس عظیم الشان تحریری اور تقریری مناظرہ کی روئداد ہے جو "حسام الحرمین" کی تکفیری بحث پر اواخر ۱۳۵۳ھ میں مدیر الفرقان اور رضاخانیوں کے نقیب اعظم مولوی حشمت علی صاحب کے مابین صوبہ بہار کے مشہور شہر گیا میں تین دن متواتر ہوا تھا عجیب و غریب تحقیقات پر حاوی ہے ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ۸ر رعایتی ۶ر

رضاخانیت پر کاری ضرب

یعنی رسالہ "مقامع الحدید" اس رسالہ میں تحریک رضاخانیت کی تاریخ اور اسکے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور رضاخانیوں کے ان تیس (۳۰) اعتراضوں کا جواب دیا گیا ہے جو اکابر علماء دیوبند پر کئے جاتے ہیں، نیز رضاخانی مذہب کا نہایت دلچسپ فوٹو رضاخانی لٹریچر سے پیش کیا گیا ہے یقین ہے کہ آپنے اس موضوع پر ایسی پر لطف کتاب ملاحظہ نہ فرمائی ہوگی ضخامت ۱۱۰ صفحات کاغذ اعلیٰ قیمت ۶ر رعایتی ۵ر

جہنم کی بشارت

اقبلہ گان بریلی کی طرف سے ایک رسالہ بنام "موت کا پیغام" شائع ہوا تھا، یہ اسکا مسکت اور دندان شکن جواب ہے یہ بحث بھی نہایت تفصیل اور تحقیق سے آگئی ہے کہ جناب مولوی احمد رضاخاں صاحب بریلوی اپنے فتوے اور اپنے اصول سے خود کافر ٹھہرتے ہیں بالکل لاجواب ہے قیمت ۳ر رعایتی ڈھائی آنہ (۲ر۰)

کتب ردِ آریہ و عیسائی

مباحثہ سماج بریلی

یہ تناسخ اور الہام وید کے موضوع پر جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان اور آریہ سماج کے مشہور مایہ ناز مناظر پنڈت رامچندر جی دہلوی کے ایک معرکۃ الآرا مناظرہ کی روئداد ہے مولانا ممدوح کی طرف سے وید کے غیر الہامی ہونیکی لاجواب اور خالص عقلی دلیلیں اور تناسخ کے ابطال میں دس نہایت روشن براہین اسمیں آپکو ملینگی قیمت ۲ر

حدوث روح و مادہ

یہ حضرت مدیر الفرقان دام فیضہ اور پنڈت گوپی چند دہلوی کے ایک دلچسپ مناظرہ کی روئداد ہے اسمیں مدیر ممدوح نے روح و مادہ کے حادث ہونے پر عقلی و نقلی دلائل پیش کئے تھے قیمت ۱۰ر رعایتی ۱ر

عدم انجیل

اس رسالہ میں نہایت زبردست دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ جو انجیل خدا کی طرف سے حضرت مسیح پر نازل ہوئی تھی وہ دنیا میں کہیں موجود نہیں قیمت ۳ر رعایتی ۲ر

وسیلہ خداشناسی

از حضرت مولانا محمد قاسم صاحب تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلامی حقانیت اور صداقت کا ثبوت قیمت ۳ر رعایتی ۲ر

تذکار شہید

اسمیں قریباً ڈیڑھ سو صفحات پر حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی سوانح حیات، آپکی دینی و ملی خدمات، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے آپکی جنگ حریت آپکی تحریک احیاء توحید و سنت کا نہایت مفصل اور مکمل تذکرہ ہے اہل بدعت نے آپ کے خلاف جو الزامات تراشے ہیں، انکا نہایت زبردست اور بلیغ رد کیا گیا ہے قیمت کاغذ اعلیٰ ۱۰ر معمولی کاغذ آٹھ آنے۔

بریلوی کا نادان دوست

موضوع نام سے ظاہر ہے، قیمت آدھ آنہ (۲ر)

الکوکب الیمانی

اسکا روشن ثبوت کہ خاں صاحب بریلوی کے فتوے سے انکے کسی معتقد کا نکاح درست نہیں ہو سکتا قیمت ۲ر رعایتی ۱ر

نئے مجدد کا نیا ایمان

اس نے اعداء سنت کو انگاروں پر لٹا دیا ہے قیمت ۱۰ر رعایتی ۱ر

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۲۹)

الفرقان کی حیات وبقا اور آپ کا فرض

دینی کساد بازاری کیوجہ سے الفرقان کے خریداروں کی تعداد کسی وقت اتنی نہیں ہو سکی کہ وہ اپنے تمام مصارف خود برداشت کر سکے ابتک ہر سال ناقابل برداشت خسارہ رہا، اس کمی کے پورا کرنیکے لئے آغاز ۱۳۵۵ھ سے الفرقان کا تجارتی کتبخانہ قایم کیا گیا ہے اگر آپکو الفرقان کی زندگی محبوب ہے تو ہم امید کرتے ہیں کہ جب کبھی کسی مذہبی، علمی، ادبی، درسی یا غیر درسی کتاب کی ضرورت آپ کو ہوگی تو سب سے پہلے آپ اپنے اس کتب خانہ کو یاد فرمائینگے ہم کوشش کرینگے کہ ارزان [illegible] پر آپ کے لئے کتابیں مہیا کریں، اگر آپ کی توجہات سے کتب خانہ کا کام اچھی طرح چلا تو اسی تناسب سے الفرقان کے چندہ میں بھی کمی کر دیجائیگی،

ضروری قواعد کتب خانہ الفرقان بریلی

(۱) پانچ روپیہ کی فرمایش کیساتھ کم از کم ایک روپیہ پیشگی آنا چاہیئے،

(۲) اگر کتاب مجلد منگوانی ہو تو چوتھائی قیمت کا پیشگی آنا ضروری ہے ورنہ تعمیل نہ ہوسکیگی۔

(۳) اگر فرمایش کی کوئی کتاب بروقت موجود نہ ہوئی تو دوسری جگہ سے منگوا کر حتی الوسع آپکی فرمایش پوری روانہ کیجائیگی بصورت مجبوری ہم معذور ہونگے۔

(۴) اگر پارسل میں کوئی کتاب ناقص پہنچ جائے یا مطلوبہ کتاب کی بجائے غلطی سے کوئی دوسری کتاب چلی جائے تو پندرہ دن کے اندر اطلاع آنیپر اسکی تلافی کر دیجائیگی۔

(۵) فرمایش کے ساتھ اپنا پورا پتہ صاف اور خوشخط لکھیئے اور اگر کتابیں ریلوے سے منگانی ہوں تو اس ریلوے اسٹیشن کا نام صاف اور خوشخط لکھیئے جس سے پارسل وصول کرنیمیں آپکو آسانی ہو،

(۶) محصولڈاک و صرفہ پیکنگ ہر حال میں بذمہ خریدار ہوگا الا بصورت استثناء۔

ضروری قواعد رسالہ الفرقان بریلی

(۱) الفرقان کا سال محرم سے شروع ہوتا ہے لہذا جو صاحب پہلی ششماہی ختم ہونیسے پہلے خریداری منظور فرمائینگے انکو محرم ہی سے رسالہ جاری کیا جائیگا اور جو حضرات دوسری ششماہی میں خریدار ہونگے انکو رجب سے لیکن اگر پہلے پرچے دفتر میں ختم ہو جائینگے تو اسکی پابندی نہ کی جاسکیگی۔

(۲) الفرقان کی اشاعت کیلئے ہر قمری مہینہ کا دوسرا ہفتہ مقرر ہے مگر کبھی کسی خاص مجبوری سے تاخیر بھی ہو جاتی ہے پس اگر اختتام مہینہ تک پرچہ نہ پہنچے تو آئندہ مہینے کے شروع میں اطلاع دینی چاہیے دوسرے مہینہ کی ۱۵ تاریخ کے بعد اگر اطلاع آئی تو پرچہ بقیمت روانہ ہوگا۔

(۳) مضامین صرف وہی شایع ہونگے جو الفرقان کے علمی اور لسانی معیار کے مطابق ہوں اور اسکے مقاصد کے خلاف نہوں

(۴) نمونہ کا پرچہ مفت روانہ ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ تازہ ہی ہو بلکہ پچھلے فاضل پرچے بھی بھیجدیئے جاتے ہیں۔

ناظم دفتر الفرقان بریلی (یوپی)

(مولوی) محمد منظور نعمانی پرنٹر و پبلشر نے بریلی الکٹرک پریس بریلی میں چھپوا کر دفتر الفرقان بریلی سے شایع کیا،